ماہنامہ

قلندر شعور

مارچ ۲۰۱۷ء

سکون زندگی کی سب سے بڑی نعمت ہے
اور روح کے عرفان کے بغیر سکون نہیں ملتا

جب مشاہدات اور تجربات نے یہ فیصلہ کر دیا کہ گوشت پوست کا
جسم لباس ہے، اصل انسان نہیں تو یہ تلاش کرنا ضروری ہو گیا کہ
اصل انسان کیا ہے اور کہاں چلا گیا ـــــ؟ قلندر بابا اولیاءؒ

BAHRIA ORCHARD
PMS
PROPERTY MANAGEMENT SERVICES
Dilawar Hussain
0301-8711836
0321-9527729
Fazeel-Ur-Rehman
0300-8711836
0333-4715823
بحریہ ٹاؤن آرچرڈ
رائیونڈ روڈ لاہور
محدود پلاٹس دستیاب ہیں
رہائشی پلاٹس
10 مرلہ اور 1 کنال
کمرشل پلاٹس
5 اور 8 مرلہ
بکنگ پہلے آئیے، پہلے پائیے کی بنیاد پر
26 ماہ کی آسان اقساط

- Domestic/Commercial Independent solar systems
- Solar Powered Street Lights
- Solar Tube well pumps
- Hybrid solution for Telecom sector/BTS towers
- Large Scale Photo Voltaic plants

SOLAR SOLUTIONS

Midea

World No.1 AIR TREATMENT BRAND

- ALL DC INVERTER COMPRESSORS
- LATEST GENERATION INVERTER VRF
- LOWEST OPERATING COST IN INDUSTRY
- 45% SAVINGS AT LOW LOAD

Home and Commercial
Air Conditioners

SAMSUNG CCTV commercial | Residential alhua

Cummins Power Generation

DIESEL GENERATORS

We offer best IT solutions to meet your needs!

GUIDELIGHT BUSINESS SOLUTIONS

We Offer Sustainable Solutions...

Jawad Tower, Block-B, 4th Floor, Flat # 6, University Road, Peshawar-Pakistan. **Ph#** 091-5711454
E-mail: info@gbs.com.pk , azeemi.moon@gmail .com **web:** www.gbs.com.pk

FML A-56 S.I.T.E. Hyderabad 022-3886844-50 fml@hero-pk.com www.hero.com.pk facebook.com/HeroMotorsLtd

LAVISH Dine

Restaurant

Diversity of Style In Cuisine & Service

FL-5 & 6, Gulshan-e-Jamal, Rashid Minhas Road, Karachi.
Tel: 021-34601406 Fax: 021-34570428
E-mail: lavishdinerestaurant@gmail.com

wild flower
organic
honey
شہد میں شِفا ہے
AZEEM
Life Sciences
Karachi-Pakistan
Net Wt.
220 gm
عظیمی میڈیکل اسٹور
ہولسیل میڈیسن مارکیٹ، ڈینسوہال، کراچی۔
فون: 021-32439104 موبائل: 0321-2553906

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

Super WINGS
Schools and Colleges Network

The Wisdom School System

A Project of Wings Group of Colleges

POST GRADUATE / PROFESSIONAL PROGRAMS
B.Ed, M.Ed, M.Com, MA*(English)* BS*(Mathematics, Botany-4Years)*

DEGREE PROGRAMS B.Sc, B.Com
INTERMEDIATE PROGRAMS F.Sc, ICS, I.Com

OUR SCHOOLS & COLLEGES CAMPUSES

For Admission and queries
Please contact ......
0313-5914147

Adhwal 0514-673078
Dhudial 0333-5073315
Gujar Khan 0513-511292
Kallar Syedan 0513-571704
Daultala 0513-597448-0513-597195
VU campus Gujar Khan 0513-513514
Chak beli Khan 0514-211171-0514-210181

SEARLE

CANDEREL

کینڈرل

پھیلائے دنیا بھر میں مِٹھاس لو کیلوری کے ساتھ

30 سال سے زائد عرصے سے دنیا بھر میں ہزاروں لوگوں کی زندگیوں میں **کینڈرل** چینی جیسی مِٹھاس شامل کر رہا ہے وہ بھی معمولی سی کیلوری کے ساتھ ۔ **کینڈرل** بلڈ گلوکوز لیول پر بھی کوئی اثر نہیں کرتا ہے ۔ اگر آپ ذیابیطیس کے مریض ہیں جو زندگی میں مِٹھاس لانا چاہتے ہیں یا آپ اپنے وزن کی خاطر روز میٹھے سے نظر چراتے ہیں تو اب آپ کی مشکل ہوئی آسان ۔۔۔ **کینڈرل** کے ساتھ

STARCREST

جلد 5 شمارہ 2 | مارچ 2017ء | جمادی الاخریٰ ــ رجب 1438ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ماہنامہ

قلندر شعور کراچی

Neutral Thinking

(اردو ــ انگریزی)

سرپرست اعلیٰ

حضور قلندر بابا اولیاء رحمۃ اللہ علیہ

چیف ایڈیٹر

خواجہ شمس الدین عظیمی

ایڈیٹر

حکیم سلام عارف

سرکولیشن منیجر

محمد ایاز

بااہتمام عظیمی یونیورسٹی پریس ــ پبلشر شاہ عالم عظیمی نے ابن حسن آفسیٹ پرنٹنگ پریس،
ہاکی اسٹیڈیم، کراچی سے چھپوا کر شائع کیا۔

فی شمارہ 60 روپے...... سالانہ ہدیہ 820 روپے رجسٹرڈ ڈاک کے ساتھ ، بیرونِ پاکستان 60 امریکی ڈالر سالانہ

خط و کتابت کا پتا:

B-54، عظیمی محلّہ، سیکٹر C-4 سرجانی ٹاؤن کراچی، پاکستان۔ فون نمبر: 6912020 (0)213 92+

۳۴ مضامین کا گُل دان

حمد باری تعالیٰ	سید کفایت علی کافی، مراد آبادی	10
نعتِ رسول مقبول ﷺ	مظفر وارثی	11
رباعیات	ابدالِ حق حضور قلندر بابا اولیاؒ	12
آج کی بات	مدیر مسئول	14
فقیر کی ڈاک	ادارہ	23
زیرِ زمین خوش گوار موسم	(نیویارک) ناصر الدین	27
دولت پرست ــــ قارون	(MBA) سید اسد علی	33
وسائل میڈیم ہیں	گلِ نسرین	41
پانی میں تصویریں	(B.SE.-Software Eng.) عاصم بیگ	47
بابا عبید اللہ خاں درانیؒ	نور جہاں	53
بلیک اینڈ وائٹ دنیا | سراب	(Ph.D.) ڈاکٹر نعیم ظفر	59
نامے میرے نام	خانوادہ سلسلہ عظیمیہ	65
مشکلیں مجھ پر پڑیں اتنی کہ آساں ہو گئیں	آمنہ بیگم	69
سمندر میں میوزیم	(M.Sc-Botany) خالدہ زبیر	75
نیم ــــ اور قبر	مشرف احمد	81
رنگ پردہ ــــ پردہ رنگ ہے	(M.A-Economics) محمد علی ضیا	87

دسمبر 2016ء کے سرورق کی تشریح — قارئین 92
حضرت زکریا علیہ السلام — ماخوذ 95
اقتباسات — قارئین 100
مرشد کی باتیں — (M.A-Mass Comm.) عائشہ خان 101
Ph.D. مقالہ کی تلخیص | سیاہ مٹی — (Ph.D.) ڈاکٹر تنویر حسین 109
باولی کھچڑی — قارئین 113
مغزیات کا بادشاہ — کوکب شاہ عالم 115
پرتیاہار — (M.Sc-Applied Physics) محمد عدنان خان 117
چھوٹے بڑے دونوں بچے پڑھیں | نئی مخلوق ۔۔۔؟ — اظہر حسین 123
اللہ میاں کے باغ کے پھول ۔۔۔ | بوڑھی ماں گلہری — ندا حامد 129
گوبھی کا پھول اور کوّا — (M.A-Mass Comm.) سارہ خان 132
آپ کے خواب اور ان کی تعبیر — عظیمی خواجہ شمس الدین 135
149 Nasser Abbas (UK) — The Autobiography of the Devil (Iblees)
154 Dr. Naeem Zafar (UAE) — The Death and Birth of Oceans
159 Muhammad Zeeshan — Peaceful Soul
164 Extracted — Prophet Jonah (PBUH)
168 T. S. Arthur — Who are the Happiest?
172 K. S. Azeemi — Message of the Day

سید کفایت علی کافی، مرادآبادی

حمد باری تعالیٰ

جو حقِ ثنائے خدائے جہاں
زبان و دہاں میں وہ طاقت کہاں

لکھوں وصف کیا اپنے منعم خدا کا
کیے اس نے انعام و احسان کیا کیا

عدم سے کیا اس نے موجود ہم کو
دیا خلعت زندگانی عدم کو

عطا کرکے علم و خرد، فہم و بینش
بشر کو کیا زیورِ آفرینش

کہاں تک کرے کوئی نعمت شماری
کہاں تک کرے کوئی اوصافِ باری

کرے کوئی تشریح و تفصیل کیا کیا
کہ عاجز ہے یاں عقل تشریح پیرا

بھلا کس کو مقدورِ حمد خدا ہے
تحیر تحیر کی جا ہے

مظفر وارثی

نعت رسول مقبول ﷺ

قدرت نے میرے دل میں بھرے مصطفیٰ ؐ کے رنگ
بہتے ہیں میری آنکھ سے صلِّ علیٰ کے رنگ
یوں آنسوؤں میں خاکِ قدم ہے رسول ؐ کی
پانی میں جس طرح کوئی رکھ دے ملا کے رنگ
رونے سے کہکشائیں سی مجھ میں بکھر گئیں
بارش کے بعد دیکھ رہا ہوں گھٹا کے رنگ
بخشے ہمیں ہمارے رسالت مآب ؐ نے
انصاف کے، یقین کے، صدق و صفا کے رنگ
یہ سارا معجزہ ہے درود و سلام کا
دیکھی ہے میں نے لفظ کی خوش بو، صدا کے رنگ
کھلتے ہیں پھول کی طرح، شاخ و شجر بغیر
دستِ دعا کی روشنیوں میں دعا کے رنگ
لوٹی ہے خوب بندگیوں کی بہار بھی
خوش بو چنی رکوع میں، سجدہ میں جا کے رنگ
ہر چند موت کوئی مصور نہیں مگر
آئے گی میرے پاس وہ لے کر بقا کے رنگ
احرامِ زرد صرف مظفرؔ کو چاہیے
اچھے لگے نہ سادگیوں کو قبا کے رنگ

ازل سے رشتہ

تو آج خدارا کل کے بارے میں نہ سوچ
آئے گی اجل، اجل کے بارے میں نہ سوچ
رشتہ تو ہمارا ہے ازل سے لیکن
پی اور پلا، ازل کے بارے میں نہ سوچ

قرآن کریم

''(اے نبیؐ) کہہ دو کہ وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو وہ ضرور تمہیں آکر رہے گی اور پھر تم غیب اور ظاہر کے جاننے والے کی طرف لوٹائے جاؤ گے سو وہ تمہیں تمہارے عملوں سے آگاہ کر دے گا۔'' (الجمعۃ:۸)

یہ کون نہیں جانتا کہ آج نہیں تو کل ہمیں مرجانا ہے۔ زندگی صرف آج کا نام ہے۔ پھر تو کیوں آنے والی کل کے بارے میں پریشان ہے؟ کبھی تو نے سوچا ہے کہ مرنا کیا ہے؟

ہمارا رشتہ قدرت کے ساتھ اسی وقت سے قائم ہے جب سے خود قدرت موجود ہے۔ قدرت نہیں چاہتی کہ ہم اس سے جدا ہوں۔ قدرت ہمیں اس دنیا سے اُس دنیا میں اس لئے الٹ پلٹ کر رہی ہے کہ ہمارا تعلق اس کے ساتھ قائم رہے۔ مرنا جب ہمارا مقدر بن چکا ہے تو پھر معرفت حق کی شراب خود پی اور دوسروں کو بھی پلا کیوں کہ نقد سودا ادھار سے اچھا ہے۔

یہاں ہر سانس شراب کی گھونٹ ہے۔ گہرائی میں سوچا جائے تو ساری دنیا خالص شراب کا ایک گھونٹ نظر آنے لگتی ہے۔ حد اور حدود ایسی ہوں تو مستی و قلندری یا گمراہی کا وجود ناوجود بن جاتا ہے۔ شراب کا یہی گھونٹ زندگی میں پنہاں اسرار کو میرے اوپر منکشف کرتا ہے، چاہے اسے مستی و قلندری میں گزار لیں اور چاہے گم راہی میں ضائع کر دیں۔

زندگی غیب سے آتی ہے اور غیب میں لوٹ جاتی ہے۔ غیب ظاہر غیب دیکھنے کا زاویہ ہے۔ شے کو دیکھنے یا نہ دیکھنے سے شے کا وجود ختم نہیں ہو جاتا۔ آدمی کے پاس وہی لمحہ ہے جس لمحہ وہ غیب کو حاضر دیکھتا ہے۔ زندگی جس لمحہ میں گزر رہی ہے اس میں زندگی کو تلاش کیا جائے تو ماضی، حال اور مستقبل کی حقیقت کھل جاتی ہے۔ کیا ہونا ہے اور کیا ہوگا — ایسے سوالات ہیں جن میں الجھ کر لمحۂ موجود بھی مٹی کی مانند مٹھی سے پھسل جاتا ہے۔

آج کی بات

ابدال حق حضور قلندر بابا اولیاؒ کے عرس پر الشیخ خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب کا خطاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''اور وہ اللہ ہے جو تخلیق کا منصوبہ بنانے والا اور اس کو نافذ کرنے والا اور اس کے مطابق صورت گری کرنے والا ہے۔ اس کے لئے بہترین نام ہیں۔ ہر چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے اس کی تسبیح کر رہی ہے اور وہ زبردست اور حکیم ہے۔'' (الحشر:۲۴)

★ کائنات میں سورج، چاند، ستارے، لاحساب دنیائیں، ارض وسماوات، سماوات و ارض کے اندر مخلوقات پر تفکر کرنے سے نتیجہ یہ مرتب ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے، عالم الغیب ہے اور — ایک نہیں بلکہ لاشمار کائناتیں اللہ کے ارادہ کی مظہر ہیں۔

★ کوئی بھی شے بذات خود قائم نہیں، اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور خالقیت کا نمونہ ہے۔ یہ باتیں بہت زیادہ غور طلب ہیں۔ بظاہر زندگی کے معمولات سے متعلق ہیں لیکن ان میں گہرائی بہت ہے۔ صدیاں گزر جاتی ہیں مگر اس طرف لوگوں کا ذہن یا تو جاتا نہیں اور اگر جاتا ہے تو شکوک و وسوسوں میں چھپ جاتا ہے۔

★ تخلیقات میں کوئی وجود ایسا نہیں ہے جسے دوام ہو، ٹھہراؤ ہو، استقامت ہو یا اس میں تغیر نہ ہو۔ مٹی کے ذرّہ سے لے کر آسمانی بروج تک سب میں تغیر ہے۔ سورج میں تغیر، چاند کا غیب ظاہر، ستاروں کا چھپنا، دن کی روشنی، رات کا اندھیرا، حیات و ممات، خوشی و غم، سکون و اضطراب، شکوک وشبہات، یقین و بے یقینی وغیرہ۔

مخلوق ایک نہیں — ماں باپ، بہن بھائی، خاندان اور برادری ہوتی ہے۔

خوشی نہ ہو تو غم نہ ہوگا ___ غم نہ ہو تو خوشی نہیں ہوگی۔

شے کی بساط پر تفکر کیا جائے تو ہر چیز ظاہر ہو رہی ہے، پروان چڑھ رہی ہے، گھٹ رہی ہے، بڑھ رہی ہے، ظاہر ہو رہی ہے اور غائب ہو رہی ہے۔ بچہ کی عمر دو دن ہوئی تو ایک دن غائب ہو جاتا ہے۔ ایک سال کا بچہ ڈیڑھ سال کا ہوا تو ڈیڑھ سال چھپ جاتا ہے۔ عمر کا چھپنا ظاہر ہونا کبھی آپ نے دیکھا ہے اور کبھی اس کے بارے میں سوچا ہے ___؟

دنیا میں آنے سے پہلے ہم کہاں تھے ___؟ دنیا میں ظاہر ہوئے ۔ پہلا دن پردہ میں چھپا تو دوسرا دن ظاہر ہوگیا۔ تیسرا دن ظاہر ہوا تو دو دن پردہ میں چھپ گئے اور اس طرح چھپی ہوئی شے چھپن چھپائی کے کھیل میں اس قدر چھپ گئی کہ نظروں سے اوجھل ہوگئی۔

ایک شخص کی عمر چالیس سال ہے۔ وہ چالیس سال کا کب ہوا ___؟

حاضرین نے بیک آواز جواب دیا ___ جب چالیس سال غائب ہوگئے۔

کیا چالیس سال ہمیں نظر آتے ہیں ___؟ چالیس سال کی عمر میں بچپن کی تصویر دکھائی جائے تو کیا آپ پہچان سکتے ہیں ___؟

ہر شے غیب ظاہر غیب کے میکانزم پر قائم ہے۔ اسپرم مسلسل غیب ظاہر نہ ہو تو شکل و صورت کیسے بنے گی ___؟ کھانا غائب نہ ہو تو توانائی کہاں سے آتی ہے؟ ہم جو کچھ کھاتے ہیں اس سے توانائی ملتی ہے۔ کھانا کہاں غائب ہو گیا نہیں معلوم۔ انرجی کہاں سے ظاہر ہوئی، کہاں غائب ہوگئی، کیسے بڑھ گئی، کیسے گھٹ گئی، نہیں معلوم۔ کیا آپ کو معلوم ہے ___؟

اب میں جو بات بتانا چاہتا ہوں وہ اجازت لے کر بتا رہا ہوں۔

آدمی اس دنیا میں آنے سے پہلے کہاں تھا___؟

مجلس میں خواتین و حضرات نے جواب دیا، غیب میں۔

پیدا ہوا تو کہاں آیا؟

حاضرین: ظاہر میں آ گیا۔

اور جب دو دن کا ہو گیا تو پہلا دن کہاں گیا___؟ غیب سے آیا غیب میں گیا۔ تیسرا دن غیب سے ظاہر ہوا اور چوتھا دن غیب میں چلا گیا۔ جب وہ اسّی (80) سال کا ہوا تو دنیا سے رخصت ہو گیا۔

کہاں سے آیا تھا؟

حاضرین: غیب سے۔

آپ کیا ہیں؟

حاضرین: غیب ہیں۔

جب آپ غیب کی ایک شق ہیں تو کیا غیب کی شق غیب کو نہیں دیکھ سکتی___؟

پر ہجوم آواز آئی___ دیکھ سکتی ہے۔

کیا کسی نے غیب دیکھا ہے___؟

میری معلومات کے مطابق مجلس میں حاضرین کی تعداد تقریباً آٹھ ہزار ہے۔

یہ خطاب بہت سے ممالک میں سنا اور دیکھا جا رہا ہے۔ دیکھنا اور غائب ہونا، غائب ہونا اور دیکھنا___ یعنی جب غیب و شہود دیکھنا ہے تو ہم کیوں نہیں دیکھ سکتے اور کیوں نہیں دیکھتے___؟ جب کہ بقول مولانا رومؒ:

؎ آدمی دید است ، باقی پوست است
دید آن باشد کہ دید دوست است

مولانا رومؒ فرماتے ہیں کہ آدمی نگاہ ہے، باقی پوست ہے اور نگاہ یہ ہے کہ دوست ـــــ دوست کو دیکھتا ہے۔

اس راز کو اس طرح سمجھئے کہ آپ غیب سے ظاہر ہوئے ـــــ ظاہر غیب میں چلا گیا، غیب پھر ظاہر ہوا اور ظاہر ہو کر غائب ہو گیا۔ بالآخر غیب و شہود کا سلسلہ زینہ بہ زینہ ایسی جگہ جا کر ختم ہوا جہاں دنیاوی اعتبار سے سیڑھی نہیں ہے۔ چالیس (40) سال کی عمر میں کتنے ردوبدل غیب اور مظاہرے میں ہوئے؟ اسّی (80) دفعہ آپ غیب میں گئے اور چالیس (40) مرتبہ ظاہر ہوئے۔ بالآخر غیب سے آئے تھے اور غیب میں جا کر غائب ہو گئے۔

غیب ظاہر غیب

40 40 40

غیب = 80 ظاہر = 40

سوال یہ ہے کہ پھر انسان کی اصل کیا ہوئی ـــــ؟

مجمع نے بلند آواز سے جواب دیا، غیب۔

غیب کیا ہے ـــــ؟ عالم الغیب والشہادۃ ـــــ غیب اللہ ہے۔ جب اللہ کی قدرت اور اللہ کے انوار سے ہماری تخلیق ہوئی تو ہم اللہ کی رحمت و قدرت سے وابستہ ہیں۔ صلبی رشتہ کی نہیں ـــــ بات روح کی ہو رہی ہے۔ روح کیا ہے ـــــ؟ روح اللہ کی صفت ہے۔ میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ دنیا میں آنے سے پہلے ہم اللہ کے حضور حاضر تھے۔ ہر روز دو دفعہ اللہ کے حضور حاضر ہو رہے ہیں، دنیا میں مظاہرہ کرتے ہیں اور بالآخر اللہ کے حضور غیب میں واپس چلے جاتے ہیں۔ اللہ فرماتے ہیں:

''وہی اول ہے اور آخر ہے اور ظاہر ہے اور باطن ہے۔'' (الحدید: ۳)

''اور وہ سب کچھ جانتا ہے جسے تم لوگ چھپاتے ہو اور ظاہر کرتے ہو۔'' (النمل: ۲۵)

خوشی اور غم کیا ہے ــــ؟ جو چیز ذہن کے مطابق ہو، ہمیں پسند ہو، مطلب نکلتا ہو، عزت ملتی ہو وغیرہ ــــ ہمارے لئے خوشی ہے۔ ہماری خوشی بہت سارے پیسوں میں ہے۔ پیسے نہ ہوں تو ناخوشی ہو جائے گی۔ خوشی ناخوشی کے الٹ پھیر میں زندگی کا تجزیہ کریں اور بتائیں کہ کون سا رخ غالب ہے ــــ؟ ایسے لوگوں کی زندگی میں پریشان کرنے والا رخ ہمیشہ غالب رہتا ہے۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ ــــ اللہ کو ماننے والا، اللہ پر یقین کرنے والا ــــ اللہ کا دوست ہوتا ہے اور اللہ کے دوست کی پہچان یہ ہے کہ اسے خوف ہوتا ہے اور نہ وہ غمگین ہوتا ہے ــــ زندگی میں سے خوف و غم نکل جائے تو کیا چیز باقی رہی؟ خوف و غم سے خوشی میسر نہیں آتی۔ ہمیں خوشی زیادہ ہوتی ہے یا غم زیادہ ہوتا ہے ــــ؟

بیک زبان آواز گونجی ــــ غم زیادہ ہوتا ہے۔

غم زیادہ ہوتا ہے تو خوشی کم ہو جاتی ہے، خوشی زیادہ ہوتی ہے تو غم کم ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ سے فرمایا کہ جنت تمہاری میراث ہے۔ شرط یہ ہے کہ یہاں خوش ہو کر کھاؤ پیو جہاں سے دل چاہے لیکن ــــ ایک درخت کے قریب نہیں جانا۔

غور کریں کہ بہت بڑا گھر ہے جس میں آرام و آسائش کی ہر چیز ہے۔ گھر کا مالک کہتا ہے کہ سب تمہارا ہے مگر اس الماری کی طرف گئے تو اس گھر میں نہیں رہو گے۔ عقل مندی کیا ہے ــــ؟ حاضرین نے جواب دیا، الماری کی طرف نہ جائیں۔

اگر الماری کھولی تو وہاں الوژن (فریب نظر) کے علاوہ کچھ نہیں ہے اور آپ گھر

سے بے گھر ہو گئے۔

جنت کی زندگی حاصل کرنے کے لئے آدمی اور انسان کے فرق کو سمجھنا ہوگا۔ آدمی کا تعلق حیوانات سے ہے۔ ساری عادتیں جو حیوانات میں ہیں، نوع آدم میں موجود ہیں۔ کھانا، پینا، سونا، جاگنا، گھر بنانا، بچے پیدا کرنا، بچوں کو پالنا، حفاظت کرنا، دشمن کے خطرہ کو محسوس کرنا، مقابلہ کرنا، گرمی سردی کا احساس ــــ کون سی ایسی چیز ہے جو جانوروں میں ہے اور آدمی میں نہیں ہے ــــ؟ آپ کہتے ہیں کہ آدمی میں عقل ہے۔ کیا آدمی کے سارے بچے عقل مند ہوتے ہیں ــــ؟ قرآن کریم میں جانوروں کی عقل کا تذکرہ ہے، ان کے نام سے سورتیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی امانت ارض و سماوات کو پیش کی۔ سماوات و ارض سے مراد یہ ہے کہ آسمانوں اور زمین میں جتنی مخلوقات ہیں سب کو پیش کی۔ پہاڑوں کو امانت پیش کی۔ سب نے عاجزی سے امانت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا مگر انسان نے قبول کرلیا۔ غور طلب ہے کہ یہاں آدم کا لفظ نہیں ہے، انسان کا لفظ ہے۔

مطلب یہ ہے کہ آدمی اور انسان دو کیٹیگری ہیں۔ انسان اللہ تعالیٰ کی بہترین صناعی ہے، صاحب امانت ہے، اللہ کا نائب ہے اور فرشتوں کا مسجود ہے اور آدمی ــــ آدمی کیچڑ ہے، گارا ہے، سڑاند ہے، بجنی کھنکھناتی مٹی، اسپرم (Sperm) ہے۔ آدم نوع حیوانات میں اور انسان کائنات میں افضل مخلوق ہے۔

ہم سونا، چاندی تلاش کرتے ہیں لیکن کائنات میں ہمارا منصب کیا ہے اس پر غور نہیں کرتے۔ سونا چاندی مٹی ہے، گھاس پھوس مٹی ہے، پھل فروٹ مٹی ہے، ہم خود

بھی مٹی ہیں لیکن ـــــ انسان مٹی نہیں ہے، وہ احسن تقویم ہے۔

کہا جاتا ہے کہ آدمی حیوان ناطق ہے۔ کیا بکری، بلی، کتے، گھوڑے، شیر، ہاتھی گونگے بہرے ہیں، کون سی ایسی مخلوق ہے جو نہیں بولتی ـــــ؟ گھاس پھوس بھی حیوان ناطق ہے۔ ہر شے اللہ کی تسبیح بیان کر رہی ہے۔ صبح سویرے ہم سب سوتے ہیں تو چڑیاں چوں چوں کورس میں حمد پڑھتی ہیں۔

''کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح نہ کر رہی ہو مگر تم ان کی تسبیح سمجھتے نہیں ہو۔'' (بنی اسرآءیل:۴۴)

حیوان اور انسان میں فرق تلاش کریں۔ روحانیت سے متعلق کتابوں میں یہ باتیں وضاحت کے ساتھ بیان کر دی گئی ہیں۔ کتابیں اس لئے لکھی گئی ہیں کہ ان کو پڑھیں، تفکر کریں اور اپنی عادات کو تبدیل کریں۔ اگر کوئی قوم اپنی تبدیلی نہیں چاہتی تو اللہ بھی اس کے اندر تبدیلی پیدا نہیں کرتا۔

''حقیقت یہ ہے اللہ کسی قوم کے حال کو نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے اوصاف کو نہیں بدل دیتی۔'' (الرعد:۱۱)

ہم نے سب کچھ دنیا کو سمجھ لیا ہے اور اللہ کی نعمتوں سے محروم ہو رہے ہیں لیکن دنیا کو نہ سمجھنا بھی نادانی ہے۔ اسلام رہبانیت کی اجازت نہیں دیتا۔ رہبانیت تو بھیڑ بکریوں میں بھی نہیں ہوتی۔ بھیڑ بکریوں کو کبھی غاروں میں بیٹھے دیکھا ہے ـــــ؟ صبح نکلتے ہیں، کھاتے ہیں، پیتے ہیں، کھیلتے ہیں، گھر آجاتے ہیں، ان کے بچے ہوتے ہیں اور وہ اپنے بچوں کو دودھ پلاتے ہیں۔

اسلام یہ ہے کہ آپ اللہ ـــــ اللہ کے رسولؐ کی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے سادہ

زندگی گزاریں۔ اچھا کھائیں، اچھا پہنیں، صاف ستھرے گھر میں رہیں۔ صفائی نصف ایمان ہے۔ صفائی ہوگی تو ایمان بالیقین ہے۔

اللہ کی عنایت، رسول اللہؐ کی رحمت و شفقت سے میرے مرشد کریم نے مجھ عاجز بندہ میں جو روشنی منتقل کر دی ہے میں چاہتا ہوں کہ میرے بچے اس سے واقف ہو جائیں۔ غور و فکر کر کے اس بات کو کسی بھی طرح یقین کے درجہ تک پہنچا دیں کہ جسم لباس ہے ۔۔۔ جسم روح کے تابع ہے۔ روح سے واقف نہیں ہوئے تو جنت میں یہ سڑاند جسم نہیں جائے گا۔

اللہ تعالیٰ مجھے، آپ سب کو سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روحانی فرزند حضور قلندر بابا اولیاؒ کی تعلیمات پر سچے دل سے عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

خلاصہ :

★ کائنات میں کوئی شے بذات خود قائم نہیں ۔۔۔ اللہ کے ارادہ کی مظہر ہے۔

★ تفکر کی عادت نہ ہونے سے خیال شکوک و وسوسوں میں چھپ جاتا ہے۔

★ نظام حیات غیب ظاہر غیب کے میکانزم پر قائم ہے۔ آدمی جب تک غائب نہیں ہو جاتا ۔۔۔ ظاہر نہیں ہوتا۔

★ مخلوق غیب کے علاوہ کچھ نہیں لیکن غیب کیا ہے ۔۔۔ واقف نہیں۔

★ پسند کے مطابق عمل ۔۔۔ خوشی اور ناپسند عمل ہمارے لئے ناخوشی ہے۔ اگر خوشی ہے تو قائم کیوں نہیں رہی اور اگر ناخوشی ہے تو خوشی میں کیوں تبدیل ہوگئی۔ خوشی اور ناخوشی کی ہماری تعریف مفروضہ ہے۔

★ اللہ کے دوستوں کو خوف اور غم نہیں ہوتا۔ ان کا یقین ہے کہ ہر شے اللہ کی طرف سے ہے۔

★ نافرمان زندگی کا نتیجہ الوژن (فریب نظر) کے علاوہ کچھ نہیں۔

★ آدم نوع حیوانات میں اور انسان کائنات میں افضل مخلوق ہے۔

★ تفکر سے حقیقت کا مشاہدہ کر لیں کہ جسم لباس ہے اور روح کے تابع ہے۔

روحانی ورکشاپ

امام سلسلہ عظیمیہ ابدال حق حضور قلندر بابا اولیاؒ کے اڑتیسویں عرس کی تین روزہ تقریبات مرکزی مراقبہ ہال کراچی میں منعقد کی گئیں جس میں پاکستان کے مختلف شہروں اور بیرون ملک سے زائرین کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔ ابدال حق کی تعلیمات کا مقصد بلاتفریق مذہب و ملت لوگوں کو سرورِ کائنات حضرت محمدؐ کی تعلیمات سے روشناس کرانا ہے تاکہ لوگ کائنات میں اللہ کی نشانیوں پر تفکر کریں اور سکون آشنا ہوجائیں۔

تفکر کی نشوونما اور سوچ کو ایک مرکز پر لانے کے لئے ہر سال کی طرح اس سال بھی بین الاقوامی روحانی ورکشاپ کا انعقاد کیا گیا۔ تیئیسویں روحانی ورکشاپ 2017ء کا موضوع تھا ''روحانی ورثہ اور اس کے تقاضے کیا ہیں ــــ؟'' ورکشاپ میں پاکستان، برطانیہ، امریکہ، کینیڈا، روس، سربیا، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات اور آسٹریلیا سے 1025 شرکا نے شرکت کی جن میں 575 خواتین اور حضرات کی تعداد 450 تھی۔ ان خواتین و حضرات میں آٹھ پی ایچ ڈی، 200 ماسٹرز اور ڈبل ماسٹرز، 302 پوسٹ گریجویٹ اور گریجویٹ اور 515 انڈر گریجویٹ تھے۔ ان تمام افراد کا تعلق زندگی کے مختلف شعبوں سے تھا جن میں طالب علم، ڈاکٹرز، بزنس مین، انجینئرز وغیرہ شامل ہیں۔ ورکشاپ میں نونہالوں اور پندرہ سال سے کم عمر بچوں کے لئے بھی نشستوں کا اہتمام کیا گیا اور 150 کے قریب بچوں نے شرکت کی۔

روحانی ورکشاپ میں گفتگو کے معیار کو برقرار رکھنے کے لئے پاکستان کے ممتاز اداروں کے اراکین پر مشتمل آبزرونگ کمیٹی تشکیل دی جاتی ہے۔ ان کی تجاویز کے بعد پہلی، دوسری اور تیسری پوزیشن کا تعین ہوتا ہے۔

عرس کی مرکزی تقریب 27 جنوری 2017ء کو منعقد ہوئی جس میں خانوادہ سلسلہ عظیمیہ الشیخ خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب نے ہزاروں زائرین سے خطاب فرمایا۔ اس تقریب کو لائیو اسٹریمنگ کے ذریعے کئی ممالک میں دیکھا اور سنا گیا۔ تقریب میں عظیمی صاحب کی کتاب ''روحانی نماز'' کے چینی زبان میں ترجمہ کی رونمائی بھی ہوئی۔

روحانی ورکشاپ بعنوان ''روحانی ورثہ اور اس کے تقاضے
کیا ہیں ___؟'' میں 1025 افراد نے شرکت کی۔

27 جنوری 2017ء کو حضور قلندر بابا اولیاؒ کے عرس کی تقریب

فقیر کی ڈاک

اسرار و رموز سے واقفیت کی کنہ غور و فکر ہے۔ غور و فکر سے ذہن میں سوالات ابھرتے ہیں۔ سوال — جواب تک رسائی ہے۔ ''فقیر کی ڈاک'' روحانی علوم کی آبیاری کی ایک کڑی ہے جس میں مرشد کریم حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب کی جانب سے علمی سوالات کے جوابات دیے جاتے ہیں۔ قارئین نے اس سلسلہ کو سراہا ہے اور سوالات پوچھے ہیں۔ ایسا ہی ایک خط پیشِ خدمت ہے۔ (ادارہ)

محترم و مکرم خانوادہ سلسلہ عظیمیہ،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

سائنس نے اپنے نظریات کو عملی طور پر پیش کیا۔ جہاز، گاڑی، موٹر سائیکل، موبائل، ٹی وی، فرج، اے سی، کمپیوٹر وغیرہ وہ ایجادات ہیں جو کبھی نظریات تھے، اب عملی شکل میں موجود ہیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ سائنس کی بات کو رد کرنا لوگوں کے لئے ممکن نہیں رہا۔ اس لئے کہ شب و روز ان ایجادات سے استفادہ ہو رہا ہے۔ سوال یہ ہے کہ ہمارے اسلاف نے روحانی نظریات کو عملی مظاہرہ کے طور پر پیش کرنے کے بجائے سینہ بہ سینہ منتقلی پر کیوں فوقیت دی۔ کرامات کیوں چھپائی جاتی ہیں۔ حالاں کہ کرامات کے مظاہرہ کے بعد طالب علم کے اندر ذوق و شوق اور یقین کی قوت بڑھ جاتی ہے؟

بہت شکریہ

عابد محمود

عزیز برخوردار عابد محمود

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

''ہر چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی بات وضاحت کے ساتھ بیان کر دی گئی ہے۔'' (القمر:۵۳)

اگر علم حضوری کے ذہن کے ساتھ تفکر کیا جائے تو کائنات میں ہر شے، ہر تخلیق، ہر بلندی، ہر پستی — غیب و شہود کی بیلٹ پر قائم ہے اس طرح کہ غیب ظاہر — ظاہر غیب — اور پھر غیب۔

دیکھنے کی چار طرزیں معین ہیں۔

۱۔ غیب ۲۔ظاہر ۳۔ غیب میں دیکھنا ۴۔ غیب الغیب

یہ اس طرح ہوا غیب ظاہر غیب ـــ ظاہر غیب ظاہر

Equation یہ بنی کہ غیب ظاہر ہوا، ظاہر غیب ہوا اور غیب پھر ظاہر ہو کر غیب میں چھپ گیا۔ یعنی دو غیب کے درمیان ایک ظہور۔

مثال: ظاہر ـــ اسپرم اسپرم ـــ غیب حاصل ـــ ظاہر

ابتدا غیب، مظاہرہ حاضر، مظاہرہ غیب

ارشاد ہے: ''ہر شے اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ کی طرف لوٹ رہی ہے۔''(البقرۃ:۱۵۶)

ہر شے اللہ کی طرف سے ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا پروگرام ہے۔ ہر حرکت غیب ہے۔ غیب مقداروں کے ساتھ حرکت ہے۔ حرکت غیب ہے۔

Equation:

غیب ـــ مظاہرہ

مظاہرہ ـــ غیب

غیب ـــ غیب الغیب

میں آپ سے پوچھتا ہوں پیاس لگتی ہے۔ سیدھی بات ہے کہ پانی پینے کا تقاضا ایک وجود ہے۔ وجود میں حرکت ہوتی ہے۔ جب ہم پیاس کو ایک وجود تسلیم کرتے ہیں تو وجود ''اندر میں'' کا ایک تقاضا ہے۔ اس تقاضے میں بنیادی بات تشنگی ہے یعنی تشنگی بھی وجود ہے۔ پانی پی لیتے ہیں، خشک آنتیں سیراب ہوتی ہیں اور تقاضا پورا ہو جاتا ہے لیکن تقاضا پورا نہیں ہوتا اس لئے کہ آنتوں کی خشکی دور کرنے کے لئے وقفہ وقفہ سے آنتوں کا سیراب ہونا ضروری ہے۔

موجودہ دور سائنسی ترقی کا دور سمجھا جاتا ہے جب کہ گزرے ہوئے ادوار میں آج کی ترقی کے مقابلہ میں بہت زیادہ ترقی ہو چکی ہے۔ خواتین و حضرات میں کوئی صاحبِ تحقیق و تلاش اسلاف کے ان ہی خطوط پر تحقیق و تلاش میں مصروف ہیں جو عارضی اور فکشن ہیں ـــ عارضی اور فکشن ہیں اور فکشن رہیں گے۔ جس طرح ہزاروں سال پہلے کے سارے تجربات آدمی کی عارضی زندگی کی طرح ریکارڈ ہو چکے ہیں۔

علوم کی طرزیں ہیں۔ دو طرزوں سے بیان کرنا پیشِ نظر ہے۔

۱۔ حصولی علم: اگر ابتدائی کلاس میں طالب علم یہ سوال کردے کہ الف ب کیوں نہیں، ب الف کیوں نہیں تو ہمارے پاس ایسی کوئی دلیل نہیں جو ہم پیش کرسکیں بجز اس کے کہ بزرگوں نے یہی بتایا ہے۔ یہ علمِ حصولی کی تعریف ہے۔ علم حصولی میں تغیر اور تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔

۲۔ علم حضوری: علم حضوری فکشن سے قطع تعلق کرکے سکھاتا ہے۔ علم حضوری فکشن نہیں ہے اس لئے کہ اس علم میں چون وچرا نہیں ہے۔ کوئی اسٹوڈنٹ سوال کرتا ہے کہ رات دن کیوں نہیں اور دن رات کیوں نہیں؟

ہم کتنی ہی دلیلیں دیں وہ ناقص ہوں گی۔ آسمانی کتابوں اور آخری آسمانی کتاب قرآن کریم میں ہے:

''کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔'' (لقمٰن:۲۹)

''ان کے لئے ایک اور نشانی رات ہے، ہم اس کے اوپر سے دن ہٹا دیتے ہیں تو ان پر اندھیرا چھا جاتا ہے۔'' (یٰسٓ:۳۷)

''وہی دن پر رات اور رات پر دن کو لپیٹتا ہے۔'' (الزمر:۵)

''وہ زندہ کو مردہ میں سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ میں سے نکال لاتا ہے۔'' (الروم:۱۹)

علمِ حصولی میں جس ترقی کا ذکر ہے اس ترقی میں تغیر ہوتا ہے لیکن تغیر کے باوجود تسلیم کیا جاتا ہے۔ تجربہ یہ ہے کہ محقق نے جو فارمولے بیان کئے ہیں وہ آنے والے دانش وروں نے مسترد کردیئے ہیں جس کو تسلیم کرنے کے باوجود تحقیق پر دی گئی ڈگری اور سند بدستور قائم ہے۔ جس چیز میں تغیر نہیں ہوتا شعور اسے قبول نہیں کرتا۔ سائنس کی نشوونما مسلسل تغیر ہے۔ آپ سے سوال ہے کہ آپ نے میٹرک کتنے عرصہ میں مکمل کیا؟

میٹرک کرنے میں تقریباً بارہ سال لگتے ہیں۔

ایک سال میں 365 دن ہوتے ہیں۔ اس طرح بارہ سال میں 4380 دن ہوئے۔

طالب علم ہر روز تقریباً بارہ گھنٹے پڑھتا ہے۔ اس طرح ایک سال میں اس نے 4380 گھنٹے اسکول کی تعلیم کو دیئے اور میٹرک کرنے کے لئے 52560 گھنٹے صرف کیے۔ یہ صرف میٹرک تک کی تعلیم کا عرصہ ہے۔

جتنا عرصہ ہم نے میٹرک حاصل کرنے پر صرف کیا، کیا اسی ذوق اور لگن سے علمِ حضوری کو اتنا وقت دیتے ہیں جتنا ہم نے دنیاوی علوم کو دیا ہے؟

دعا گو

خواجہ شمس الدین عظیمی

02 جنوری 2017ء

مرکزی مراقبہ ہال، سرجانی ٹاؤن۔ کراچی

زیرِ سرپرستی

اللہ کے دوست حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی

عظیمیہ روحانی لائبریری برائے خواتین

پنجاب ہاؤسنگ سوسائٹی، لاہور

فری ممبرشِپ

فری مطالعہ

روحانی علوم کے متلاشی خواتین وحضرات، راہِ سلوک کے مسافر اور روحانی سائنس میں دلچسپی رکھنے والے طلبہ وطالبات کے لئے عظیمی صاحب کی تحریر کردہ اور تصوف کی دیگر کتابیں مطالعہ کے لئے موجود ہیں۔

مکان نمبر 65 بلاک A-2، پنجاب ہاؤسنگ سوسائٹی
نزد جوہر ٹاؤن، لاہور۔ فون نمبر: 042-35185142

زیرِ زمین خوش گوار موسم

ڈاکٹر فرینک کا کہنا ہے کہ اگر دنیا ان سب آنکھوں والوں کو اندھا اور عقل کے اندھوں کو آنکھوں والا کہے تو اس میں آنکھوں والوں کا کیا قصور ــــ؟

دنیا بھر سے ایسے لوگوں کی خبریں ذرائع ابلاغ کی زینت بنتی ہیں جنھوں نے اڑن طشتری، اڑنے والے جہاز یا پھر خلائی مخلوق کو دیکھا ہے۔

اس سے قبل سطح زمین پر عجوبۂ روزگار عمارتیں اور ان مقامات کی موجودگی حیران کرتی تھی جن کی تعمیر و تشکیل کو مافوق الفطرت سمجھا گیا ہے۔ اسرار سے پُر اہرامِ مصر ہوں یا بے شمار رازوں کے امین مایا تہذیب کے زیرِ زمین آثار۔ برمودا ٹرائی اینگل ہو یا کھوئے ہوئے براعظم اٹلانٹس کی تلاش۔ ہر جگہ عقل و فہم متقاضی ہے کہ جواب حاصل کیا جاسکے۔

آدمی ہمیشہ سے ان راستوں کی تلاش میں ہے جن سے وہ کائنات کو جاننا چاہتا ہے۔ کبھی آسمان کی طرف دیکھتا ہے، کبھی سمندر کی اتھاہ گہرائیوں میں اور کبھی کرۂ ارض کی کھدائی کے ذریعے اس میں چھپے ان رازوں اور خزانوں کو جاننے کی کوشش کرتا ہے جو تابناک مستقبل کی طرف راہ نمائی کرسکیں۔

نوعِ آدم ہر دور میں نادر، اچھوتے اور مخفی رازوں کی تلاش میں سرگرداں ہے۔

سطح زمین یا بالائے زمین تلاش جاری تھی کہ زیرِ زمین مخلوق کی باتیں کی جانے لگیں۔ زمین جس کو ٹھوس اور سخت مادوں سے بنا سیارہ سمجھا جاتا ہے اب اس کھوکھلی زمین کے اندر ممکنہ انسانی آبادی کو محیر العقول لیکن قابلِ قبول سمجھا جارہا ہے۔ یہ جاننے کی کوشش کی جارہی ہے کہ اگر یہ بات درست ہے تو شواہد کیا ہیں۔ کون سے دلائل اس تاثر کو تقویت دیتے ہیں کہ کوئی عقل مند اور ذہین مخلوق ہماری پڑوسی ہے۔ توثیق کی گئی ہے کہ زیرِ زمین بھی ایک دنیا ہے جو انسانوں سے آباد ہے۔ پہلے ہم بدھ ازم کا جائزہ لیتے ہیں۔

بدھ مت کے مطابق زمین کے اندر آبادی ہے جہاں سے چند افراد جنہیں وہ ''سپر ہیومن'' کہتے ہیں، ہماری دنیا میں آتے جاتے رہے ہیں۔ بالائے زمین آکر وہ جائزہ لیتے ہیں کہ آیا ہر چیز اپنی جگہ پر قائم ہے یا کم عقلی

اور جلد بازی کی وجہ سے اس میں تبدیلیاں کردی گئی ہیں۔ بدھ مت میں اس بات پر مکمل یقین ہے کہ زمین کے اندر انسانی تہذیب بہت بڑی قوم کی حیثیت سے رہتی ہے اور آبادیاں کئی شہروں پر مشتمل ہیں۔ اس تہذیب کا نام اگارتھا اور دارالخلافہ ——شمبالا ہے۔

بدھ عقیدہ کے مطابق اس مملکت کے بادشاہ اکثر دلائی لامہ، جو ان کے نمائندہ سمجھے جاتے ہیں، کو احکامات دیتے رہے ہیں۔ پیغامات خفیہ سگنلز کے ذریعے بھیجے جاتے ہیں۔

مشہور روسی چینل نکولس رورک کے مطابق آنجہانی بزرگ الموریا کا دعویٰ ہے کہ تبت کے دارالخلافہ لہاسہ کا زمین کے اندر واقع ایک طویل سرنگ کے ذریعے اس ان دیکھی دنیا سے رابطہ ہے۔ سرنگ کے دہانہ پر قدیم لاما بزرگوں کا پہرہ رہتا ہے جو اس راز کے امین ہیں اور انہوں نے اس کی حفاظت کا نسل در نسل حلف اٹھایا ہے۔

اس طرز کی ایک سرنگ اہرامِ مصر اور اگارتھا کے درمیان رابطہ کا ذریعہ سمجھی جاتی ہے۔ ہندومت کی دو مشہور کتابوں، بھگوت گیتا اور رامائن میں اس کا تفصیل سے ذکر ہے۔ رامائن کے مطابق رام کو اگارتھا سے بحیثیت پیغام بر بھیجا گیا تھا۔ وہ اوتار تھے جو فلاح کا پیغام لے کر خاص قسم کی اڑنے والی سواری میں جلوہ افروز ہوئے۔ بھگوت گیتا میں کرشنا جی کا ذکر کیا گیا ہے جو فجر کے وقت کسی فضائی سواری سے اتارے گئے تھے۔ یہ محض اتفاق نہیں کہ بدھ مت اور ہندومت، دونوں ایک ہی انداز میں زیرِ زمین قوم اگارتھا کا ذکر کرتے ہیں۔

محققین کے لئے پہلا ثبوت امریکی بحریہ کے ایڈمرل رچرڈ۔ای۔ برڈ کا تجربہ تھا جب اس نے قطب شمالی کی جانب پرواز کیا۔ اس نے بتایا کہ پرواز کرتے ہوئے آگے نکل جانے کے بجائے وہ غیر ارادی طور پر ایک سرنگ کے ذریعے زمین کے اندر داخل ہوگیا۔

وہاں کے مناظر بیان کرنے کے لئے الفاظ نہیں۔ تقریباً 1700 میل زمین کے اندر پہاڑوں، دریاؤں، جھیلوں، مرغزاروں، باغوں اور آنکھوں کو خیرہ کردینے والے انتہائی خوب صورت نظاروں سے لطف اندوز ہوا۔ ان جانوروں کو دیکھا جو دنیا سے نابود ہو چکے ہیں اوران کی نسلیں معدوم ہوچکی ہیں۔ جیسے میموتھ (قدیم عہد کا عظیم الجثہ ہاتھی) اور دیگر لمبے چوڑے لحیم شحیم چوپائے نما جانور جو ہری بھری چراگاہوں میں گھوم پھر رہے تھے۔

ایڈمرل رچرڈ کے بقول نظروں کے سامنے جیتی جاگتی ترقی یافتہ تہذیب کے آثار نمودار ہونا شروع ہوئے، وہ روشن اور آباد شہروں کے اوپر سے گزرا۔ جلد ہی جہاز کا خیر مقدم کرنے، اڑنے والی ایسی مشینیں نظر آئیں جن کی تصاویر اپنی دنیا میں دیکھ چکا تھا۔ وہ اڑن طشتری کی مانند تھیں جیسے لٹو کی طرح گھومنے والی مشین جس کے چاروں طرف سے روشنیاں نکل رہی ہوں۔ خوف زدہ ہونے

کے بجائے محسوس کیا کہ اسے خوش آمدید کہا جا رہا ہے۔

اڑن طشتریاں چاروں طرف اڑ رہی تھیں جیسے جہاز کو کسی خاص سمت میں مڑنے کا اشارہ کر رہی ہوں۔ قصہ مختصر — صاف ستھرے چٹیل میدان پر جہاز اتارا۔ جہاز سے اترتے ہی پر تپاک انداز میں خیر مقدم کیا گیا۔ وہاں کے باشندوں میں سے ایک آگے بڑھا اور رچرڈ کو خوش آمدید کہتے ہوئے ساتھ چلنے کا اشارہ کیا۔

عجیب و غریب طرز کے بنے ہوئے گھر تھے جہاں آرام کے لئے لے جایا گیا۔ لینڈنگ کے وقت مقامی درجہ حرارت پچھتر (75) ڈگری فارن ہائٹ تھا جو دنیا میں خوش گوار موسم تصور کیا جاتا ہے۔ بہرحال کچھ پتہ نہیں کتنے گھنٹے یا دن گزرے۔ اس کے بعد اس مملکت کے شہنشاہ اور ملکہ سے ملاقات کے لئے لے جایا گیا۔ رچرڈ کو بتایا گیا کہ تمہاری پذیرائی اور خیر مقدم اس لئے کیا گیا کہ تم ایمان دار، مخلص، مددگار اور بہترین اخلاق رکھتے ہو۔

ایڈمرل رچرڈ حیران تھا کہ ان کا مواصلاتی نظام اس قدر تیز رفتار اور اعلیٰ ہے کہ جہاز کے لینڈ کرنے سے پہلے اس کے بارے میں معلومات حاصل کر لی گئی تھیں۔ یا پھر یہ لوگ ماورائی علوم جانتے تھے اور اس کی معلومات حاصل کرنے کے بعد جہاز کو پلاننگ کے تحت لایا گیا۔

اسی سوچ میں غلطاں تھا کہ شہنشاہ کی آواز کانوں میں گونجی۔ ''جب سے جاپان پر جوہری حملہ کے ذریعے انسانیت کی تذلیل کی گئی ہے اور انسانیت کو خطرہ میں ڈالا گیا ہے، ہمیں نوعِ آدم کی حفاظت اور بقا کے حوالہ سے فکر ہوگئی ہے۔ ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ باہر کی دنیاؤں سے رابطہ کیا جائے تاکہ اس خوب صورت سیارہ اور وہاں کے مکینوں کو درپیش خطرات سے نمٹا جا سکے۔ ہم تمہاری دنیا کے اکثر نمائندوں سے رابطہ کرتے ہیں اور یہی پیغام پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں کہ دنیا کو تباہ نہ کریں۔ ورنہ نوعِ آدم کی ہلاکت و تباہی کا ذمہ دار خود آدمی ہوگا۔ ہم نے تمہاری دنیا کے بہت سے افراد کو یہ پیغام دیا اور ان کی زندگیاں ہمیشہ کے لئے بدل گئیں، وہ امن و آشتی کے مینارے بن کر اپنے اطراف میں روشنی بکھیرنے لگے۔ تم بھی واپس لوٹ جاؤ اور جہاں تک ہو سکے اس پیغام کو عام کرو کہ دنیا کی حفاظت اور آبیاری کی ذمہ داری خود اس کے باشندوں پر عائد ہوتی ہے''۔

تھوڑی دیر بعد رچرڈ کے جہاز کو باہر کی فضاؤں میں پہنچا دیا گیا جہاں سے وہ بحفاظت اپنے فضائی مستقر پر اتر گیا۔

کچھ عرصہ بعد رچرڈ ای۔ برڈ نے ایک مرتبہ پھر نئی مہم کی ابتدا کی اور قطب شمالی کی جانب پرواز کی۔ کامیابی سے اڑتے ہوئے اسی خلا یا زمینی شگاف کے ذریعے زمین کے سینے میں اتر گیا۔ اس مرتبہ جہاز کے آلات کے مطابق اس نے دو ہزار تین سو (2300) میل کا طویل سفر طے کیا اور دل کش نظاروں سے لطف

اندوز ہوا۔ نہ کسی نے نقصان پہنچایا اور نہ وہاں سے باہر نکالا گیا۔ رچرڈ نے بتایا کہ قطب شمالی اور قطب جنوبی، دونوں دراصل اس زیرِ زمین دنیا کے دروازے ہیں اور زمین کے اندر کی دنیا کا اپنا سورج ہے۔ اس بات کو حیرت انگیز اور نا قابلِ یقین سمجھا گیا۔

ایڈمرل رچرڈ کی آپ بیتی مقامی پریس میں شائع ہوئی۔ ریاست میساچیوسٹس کے اخبار ''دی بوسٹن پوسٹ'' نے بھی چھبیس مئی 1947 بروز پیر، کی ایک اشاعت میں اس کو شہ سرخیوں کے ساتھ شائع کیا لیکن حکام نے اس خبر کو دبا دیا۔

''فلائینگ ساسر'' یعنی اڑن طشتری نامی میگزین کے ایڈیٹر رے پالمر نے ایڈمرل رچرڈ برڈ کی آپ بیتی کو اہمیت دیتے ہوئے تفصیلی رپورٹ شائع کی۔

واضح رہے کہ کسی بھی قسم کے جہاز کو قطب شمالی کے اوپر سے گزرنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ پرواز قطب شمالی کے اطراف سے تو گزر سکتی ہے لیکن اوپر سے نہیں۔ اس کے گواہ ایئر لائینز کے وہ پائلٹس ہیں جن کی سروس ان علاقوں میں ہے۔

قطب جنوبی کے بڑے بڑے آئس برگس سے میٹھا پانی رستا ہے جب کہ قطب شمالی سے بہنے والا پانی شدید نمکین اور کھارا ہے۔

زمین کے کھوکھلے پن سے متعلق ایک اور مصنف ولیم ریڈ کا ذکر بھی ضروری ہے۔ ان کی کتاب ''دی فینٹم آف دی پولز'' (قطبین کے بھوت) میں قطبین کی جانب سفر کرنے والے مہم جوؤں کا ذکر ہے۔ سب نے یہی بتایا کہ زمین اندر سے کھوکھلی ہے۔ کتاب کے مطابق محققین اور مہم جوؤں نے تخمینہ لگایا ہے کہ زمین کے اوپری غلاف، پرت یا کرسٹ کی موٹائی آٹھ سو میل ہے جب کہ زمین کے اندر کھوکھلی فضا کا قطر چھ ہزار چار سو میل ہے۔ ولیم ریڈ کے نظریہ کے اہم نکات یہ ہیں۔

★ زمین کھوکھلی ہے۔

★ شمالی اور جنوبی قطبین میں اندرونی دنیا میں داخلہ کے لئے کشادہ سرنگ کی شکل میں عظیم الشان دروازے ہیں۔

★ زمین کے اندر دنیا میں سمندر، دریا، براعظم اور پہاڑ ہیں۔

★ سبزیاں، مویشی اور دوسری مخلوقات کی موجودگی یہاں انسان دوست صحت مند ماحول کی عکاس ہے۔

★ یہ بھی کہا کہ زمین گول نہیں ہے۔

محقق ڈاکٹر فرینک اسٹرینجیز ماورائی و لاسلکی پیام رسانی اور بین الکہکشانی پیغامات و روابط پر تحقیق میں مصروف ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ جتنا کچھ میں نے جانا ہے اور محققین کے حقائق کی روشنی میں، میں اسے حقیقت سمجھتا ہوں۔ شہادتیں دینے اور تصدیق کرنے والے اعلیٰ عہدوں پر فائز فوجی، اور تحقیق و تلاش سے منسلک شخصیات تھیں جب کہ مختلف سائنسی حلقوں اور قدیم

بائبل کی تعلیمات سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔

ڈاکٹر فرینک کا کہنا ہے کہ قدرت نے زمین کی ساخت اس قسم کی بنائی ہے کہ دونوں قطبین پر اندر جانے کے دروازے ہیں تاکہ اندرونی دنیا میں مخصوص افراد کا آنا جانا ہو سکے۔تاہم بیش تر حلقوں نے اس کی تردید کی۔ ڈاکٹر فرینک کا کہنا ہے کہ اگر دنیا ان سب آنکھوں والوں کو اندھا اور عقل کے اندھوں کو آنکھوں والا کہے تو اس میں آنکھوں والوں کا کیا قصور—؟

قطب شمالی اور جنوبی کا فاصلہ تقریباً سات ہزار نو سو (7900) میل ہے۔ زمین کا کرسٹ (غلاف) تقریباً آٹھ سو میل موٹا ہے۔محقق دعویٰ کرتے ہیں کہ ایسی تصاویر سامنے آچکی ہیں جن میں قطب شمالی اور جنوبی پر وسیع وعریض سرکل نمایاں ہیں۔ یہ اندرونی دنیا کے دروازے تصور کئے جاتے ہیں۔ایک سوراخ کا قطر تقریباً چالیس میل ہے۔

ڈاکٹر ریمونڈ برنارڈ کتاب ''کھوکھلی زمین'' میں لکھتے ہیں کہ اندرونی دنیا میں ایک گروہ ایسا ہے جو شیطانی خواص رکھتا ہے مگر ان کی تعداد بہت کم ہے۔

جرمنی میں بھی کھوکھلی زمین کے حوالہ سے مختلف واقعات زیر بحث آئے۔ ایک قیاس یہ ہے کہ جرمن افواج کی ایک کمپنی اندرونی دنیا کے دروازہ پر تعینات کردی گئی تھی۔ یہاں امریکی اور دوسرے حلیف ممالک (روس، آسٹریلیا، برطانیہ) کی افواج بھیجی گئیں۔ مہم کا نام ''آپریشن ہائی جمپ'' تھا۔اس میں امریکی خطرناک بحری جہاز، گن بوٹس اور چودہ ہزار سے زیادہ میرینز شامل تھے۔ رچرڈ برڈ کہتے ہیں کہ بڑی مشکل سے چند امریکی دستے وہاں سے بچ نکلنے میں کامیاب ہوئے اور انہوں نے بتایا کہ اگر یہ جنگ جرمن یا دنیا کی کسی اور فوج سے ہوتی تو نتائج مختلف ہوتے لیکن اڑن طشتریوں کے حملوں نے ہمیں شکست سے دوچار کیا۔

وہ سمجھتے ہیں کہ یہ قوتیں جرمن فوج کے دفاع میں وہاں آئی تھیں۔سوال یہ ہے کہ اگر زمین کے اندر ہماری طرح آبادی اور سورج ہے تو اس کی کچھ نہ کچھ روشنی سوراخوں سے نظر آنی چاہئے تھی۔

زمین کے اندر کی دنیا کا درجہ حرارت اوپر کے ماحول پر بھی اثر انداز ہو رہا ہے۔محقق اور مہم جو کہتے ہیں کہ جتنا ہم قطبین کی جانب بڑھتے ہیں وہاں کا درجہ حرارت بڑھنے لگتا ہے۔ حتیٰ کہ وہاں کا پانی میٹھا ہے اور ایسی مچھلیاں پائی جاتی ہیں جو افریقہ کے جنگلات، امیزون جیسے علاقوں میں ہوتی ہیں۔

ناروے کے مہم جو ڈاکٹر فرٹجوف نینسن نے 1895 میں قطب شمالی کا سفر کیا لیکن وہاں گزارا ہوا چھ ماہ کا عرصہ یادداشت سے محو ہوگیا۔ دماغ پر بہت زور دینے سے جو باتیں یاد ہیں اس طرح بیان کرتے ہیں—

میں نے ہمیشہ سمجھا تھا کہ قطب شمالی پر ہر شے منجمد ہو

جاتی ہے، پانی انتہائی ٹھنڈا ہوگا لیکن جتنا قریب سے قطب شمالی کو دیکھا، پانی کی ٹھنڈک اتنی ہی کم ہوتی گئی، نہ جانے یہ گرم پانی کہاں سے آرہا تھا۔ گہرائی میں بھی اضافہ ہوتا چلا گیا۔ ایسے جانور دیکھے جنہیں جدید علمِ حیوانات کی روسے وہاں نہیں ہونا چاہئے تھا۔

ویدک اسکالر اور اجرام فلکی کے ماہر، ڈین ڈامنیک ڈی لوسیا کہتے ہیں کہ ویداور بائبل کے مطابق ایک زمانہ میں کرۂ زمین کے چاروں طرف کئی میل موٹا بادلوں کا غلاف تھا جو آدمی کو مضر صحت الٹراوائلٹ شعاعوں سے بچاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آدمی لحیم شحیم تھا۔ دس دس فٹ لمبے اور چار پانچ سو پاؤنڈ کے وزن والے لوگ ''دیو'' لگتے تھے۔ عمریں بھی نوسواور ہزار برس تک تھیں۔ جیسے جیسے بادلوں کا غلاف پتلا اور کہیں سے غائب ہوتا گیا، عمریں کم ہوتی چلی گئیں۔ آج بھی کہیں کہیں بڑے بڑے قدموں والے اور دیو ہیکل لوگ نظر آتے ہیں جو بگ فٹ اور جائینٹس کے نام سے پہچانے جاتے ہیں ان کی اکثریت انٹارکٹیکا اور دوسرے ٹھنڈے علاقوں میں ہی پائی گئی ہے۔

آدمی نے ابھی تک اپنی زمین کے بارے میں پوری طرح معلومات حاصل نہیں کیں جب کہ نظامِ شمسی پر غور کیا جارہا ہے۔ بحیثیت خلیفۃ الارض ہمارا فرض ہے کہ جس کرۂ ارض کو بحیثیت نائب اپنا گھر قرار دیا ہے،

کل عمر گزر گئی زمین پر ناشاد
افلاک نے ہر سانس کیا ہے برباد
شاید کہ وہاں خوشی میسر ہو عظیمؔ
ہے زیرِ زمین بھی اک دنیا آباد
(ابدال حق حضور قلندر بابا اولیاؒ)

اس کے بارے میں پوری معلومات حاصل کرلیں، تحقیق کی سمتیں صحیح جانب مرکوز کریں۔ پھر جس طرح خود کو پہچاننے سے رب کو پہچاننے کا حق ادا ہوتا ہے، ہم اپنی زمین کی حقیقت سے واقف ہوکر کائنات کو مسخر کرنے میں کامیاب ہوجائیں گے۔

محترم عظیمی صاحب ''صدائے جرس'' میں لکھتے ہیں— ''زمین طبقات یا پرت در پرت بنی ہوئی ہے۔ جس طرح پیاز میں بے شمار پرت در پرت ہیں اسی طرح زمین بھی طبقات یا پرت در پرت تخلیق کی گئی ہے۔ زمین کو ادھیڑا جائے تو نظر آتا ہے کہ زمین کا ہر پرت ایک نئی تخلیق ہے۔ کسی پرت کا نام ہم لوہا رکھتے ہیں۔ کسی پرت کا نام ہم کوئلا رکھتے ہیں۔ کسی پرت کا نام ہم تانبا یا پیتل رکھتے ہیں۔ کسی پرت کو ہم یورینیم کے نام سے جانتے ہیں۔ اندر کی آنکھ دیکھتی ہے کہ جو آبادی معلوم دنیا کہلاتی ہے— آبادیاں اس کے علاوہ زیرزمین اور آسمانوں میں بھی ہیں۔''

سید اسد علی

دولت پرست ــــ قارون

★ سات ارب آبادی میں ہر آدمی اوسطاً 500 گرام غذا روزانہ کھاتا ہے یعنی پینتیس لاکھ ٹن غذا روزانہ استعمال ہوتی ہے۔

★ ایک ارب اڑتیس کروڑ ترانوے لاکھ چھبیس ہزار تین سو نوے کلو گرام دودھ اور اسّی کروڑ پینتیس لاکھ اکسٹھ ہزار چھ سو چوالیس کلو گرام گوشت روزانہ استعمال ہوتا ہے۔

★ نوعوں کی تعداد تقریباً ساڑھے گیارہ ہزار ہے۔ 2011ء کے اندازہ کے مطابق نوعوں کی 87 لاکھ سے زائد اقسام ہو سکتی ہیں۔

★ دل ہر روز اوسطاً ایک لاکھ مرتبہ دھڑکتا ہے۔ تقریباً دو ہزار گیلن خون پمپ کرتا ہے۔ ساٹھ سالہ آدمی کا دل زندگی میں دو ارب پچاس کروڑ مرتبہ دھڑکتا ہے اور تقریباً سولہ کروڑ چھیاسٹھ لاکھ لیٹر خون پمپ کرتا ہے۔

★ دو کھرب خون کے سرخ ذرات اور دس ارب خون کے سفید خلیات روزانہ پیدا ہوتے ہیں جب کہ پلیٹی لیٹس کی تعداد چار کھرب ہے۔

—اس کا تعلق معاشرہ کے غریب طبقہ سے تھا۔ کس مپرسی اور غربت نے گھر میں بسیرا کر لیا تھا۔ ایک دن اور کبھی دو دن کا بھی فاقہ ہو جاتا۔ حالات سے تنگ آ کر مایوس ہو گیا۔ سوچتا— دن نہیں بدلیں گے۔

ایک برگزیدہ ہستی کی شہرت سن کر خدمت میں حاضر ہوا اور دعا کی درخواست کی ۔ مبارک ہاتھ آسمان کی طرف اٹھے— اخلاص ومحبت سے دعا کے بعد پرنور ہستی نے نصیحت کی۔

”اللہ کا نام لے کر کوئی چھوٹا کاروبار شروع کرو، وہ سب کو دیتا ہے، تمہیں بھی دے گا اور ہاں! اللہ کی مخلوق کا خیال ضرور رکھنا۔“

جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر شہر میں بیچنے کا کام شروع کیا۔ رحیم وکریم ہستی نے خیر و برکت سے نوازا۔ دن بدلنے لگے۔ افلاس اور غریبی کا اندھیرا ختم اور خوش حالی کا سورج طلوع ہوا۔ رفتہ رفتہ وہ متوسط درجہ کا کاروباری فرد بن گیا اور اس نے ماضی کو فراموش کر دیا۔ ذخیرہ اندوزی شروع کی۔ فصلوں کو پیشگی خرید لیتا، گودام اناج کے ذخیرہ سے بھر جاتے۔ جب بازاروں

میں اجناس کی کمی کی بدولت قیمتیں بڑھتیں تو مہنگے داموں فروخت کرتا۔ اس میں بھی کوشش ہوتی کہ کم تولے اور زیادہ سے زیادہ منافع کمائے۔ آہستہ آہستہ حرص و ہوس کا غلبہ ہوگیا۔ سرمائے میں اضافہ ہوا تو اس نے سودی کاروبار شروع کیا اور زبردست منافع کمایا۔ جو افراد سودی قرضے ادا کرنے میں ناکام ہوتے، انہیں غلام بنالیا جاتا۔ لوگوں پر ظلم و ستم کرنا محبوب مشغلہ بن گیا تھا۔ دولت تجوریوں میں بند تھی لیکن عیش و عشرت کے لئے پیسوں کی فراوانی تھی۔ عمدہ محل بنایا۔ ہر کمرہ میں دیواروں پر مختلف رنگ ہوئے۔ سنگ مرمر اور زبرجد سے فرش بنایا جس پر نیلم اور پکھراج جڑے ہوئے تھے۔ سواری کے لئے گھوڑے اور اونٹ بھی جواہرات سے مزین کیے۔ غلاموں کی فوج تیار کی۔

بزرگ اسے ماضی یاد دلاتے تو وہ منہ پھیر لیتا۔ نصیحت کی جاتی کہ دولت اللہ کی راہ میں خیرات کرو تو وہ کہتا ''میں ایسا کیوں کروں۔ یہ میری دولت ہے جو دن رات کی مشقت سے جمع کی ہے، اس پر میرا حق ہے۔''

ایک روز زبردست زلزلہ آیا۔ پہاڑوں کے درمیان بنا عالی شان محل زمین میں دھنس گیا۔ لوگ آکر دیکھتے تو انہیں گڑھے کے سوا کچھ نظر نہیں آتا تھا — تکبر کا ٹھکانہ، ظلم و ستم کی چکی، منوں ٹنوں سونے کا ڈھیر زمین میں دھنس گیا اور عبرت کا نشان بن گیا۔

کہانی کسی فردِ واحد کی کہانی نہیں بلکہ ایک کردار ہے جو صرف اپنے علم اور زور بازو کی بات کرتا ہے اور ماورائی ہستی کے احسانات کو فراموش کر دیتا ہے۔ یہ دولت کو پوجنے والے بزدلانہ تشخص کا قصہ ہے۔ قرآن کریم نے اس تشخص کا تعارف قارون کے نام سے کیا ہے۔

''بے شک قارون، موسیٰؑ کی قوم سے تھا۔ سو اس نے اس پر زیادتی کی اور ہم نے اس کو اتنے خزانے دیئے تھے کہ اس کی کنجیاں ایک زور آور جماعت پر بھاری ہوتی تھیں۔ جب اس کو اس کی قوم نے کہا اتراؤ نہیں بے شک اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا اور جو تجھے اللہ نے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر طلب کر اور دنیا سے اپنا حصہ نہ بھول اور نیکی کر جیسے اللہ نے تیرے ساتھ نیکی کی اور زمین میں فساد نہ چاہ۔ بے شک اللہ فساد کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔ اس نے کہا کہ یہ تو مجھے میرے علم کی بدولت حاصل ہوا ہے۔'' (القصص: ۷۶-۷۸)

قارون کی فکر قبول کر کے، ذرّیتِ قارون میں شامل ہو جانے والے افراد ہر دور میں موجود رہے ہیں۔ اکثر اوقات آدمی سوچتا ہے کہ کیا فلاں کارنامہ میری کوشش کا نتیجہ ہے —؟ گھر بنانے کے لئے وسائل نہ ہوں، فصل کی پیداوار کے لئے زرخیز زمین اور پانی میسر نہ ہو، صحت مند ماحول اور غور و فکر کے لئے دماغ نہ ہو تو کیا

کوئی چھوٹی سے چھوٹی یا بڑی سے بڑی ایجاد وجود میں آسکتی ہے— ؟ کوئی کام اگر اپنے ارادہ سے بھی کیا جائے تو اس کے لئے قدرت کی عطا سے وسائل ترتیب وتوازن کے ساتھ مسلسل پیدا ہورہے ہیں۔

آیئے ذہنی یک سوئی کے ساتھ تجربہ کرتے ہیں۔ کاپی پنسل لیں، صبح سے شام تک جتنے کام ارادی طور پر سرانجام دیے جاتے ہیں ان کی فہرست بنائیں۔ مثلاً ناشتہ کرنا، کاروبار یا ملازمت پر جانا، لوگوں سے معاملات طے کرنا، گاڑی چلانا، پڑھنا لکھنا، کھانا پکانا، سیر وتفریح کرنا، گھر آنا، سوجانا وغیرہ وغیرہ۔ اس فہرست کا نام کوشش رکھ لیں۔ کچھ دیر میں یہ فہرست ختم ہوجائے گی۔

اب دوسری فہرست بنائیں۔ اس کا نام ''ماورائی ہستی کا احسان'' ہے۔ اس میں وہ تحریکات لکھنا شروع کریں جن میں ارادہ کام نہیں کرتا۔ مثلاً سورج کا مشرق سے نکلنا، چاند کا طلوع ہونا، دل کا دھڑکنا، سانس کا چلنا وغیرہ۔ اگر آپ دلجمعی سے فہرست بنا رہے ہیں تو جلد اندازہ ہوجائے گا کہ آپ چھلنی سے سمندر کو خالی کرنے کی کوشش کررہے ہیں۔ یہ فہرست کبھی ختم نہیں ہوگی۔

پاک اور بلند مرتبہ ہے وہ ذات جس نے ہر شے کو معین مقداروں پر بنایا۔ تمام اشیا نظم وضبط کے ساتھ حرکت میں ہیں۔ سورج اور زمین کا فاصلہ متعین ہے۔

اگر زمین سورج سے نزدیک ہوتی تو حرارت سے آگ کا گولا بن جاتی اور اگر بہت فاصلہ پر ہوتی تو گلیشیئرز اس کو ڈھک دیتے، ہر طرف برف ہوتی اور زندگی کے آثار ختم ہو جاتے۔ زمین اور سورج کے درمیان فاصلہ میں آدمی کی کوشش کا کوئی عمل دخل نہیں ہے اور نہ ایسی ایجاد ہوئی ہے جس کے تحت ستاروں، سیاروں کا فاصلہ تبدیل کیا جاسکے۔ سوچنا یہ ہے کہ یہ نظام کس نے بنایا اور کیسے قائم ہے؟

زمین کے اردگرد ہوا کا ماحول قائم ہے جو جان داروں کو نقصان دہ لہروں (الٹراوائلٹ) سے بچاتا ہے۔ نشوونما کے لئے معاون و مددگار گیسیں ہیں جو مردہ اشیا کے اجزا کو تقسیم کرتی ہیں۔ اگر فضا سے آکسیجن ختم ہوجائے تو زندگی کا تصور محال ہوگا۔ مشاہدہ ہے کہ آکسیجن سیلنڈر استعمال ہونے کے بعد ختم ہوجاتے ہیں۔

تفکر کا مقام ہے کہ زمینی فضا کی آکسیجن اربوں کھربوں مخلوقات ہمہ وقت استعمال کرتی ہیں — ان فضاؤں کو آکسیجن سے کون بھرتا ہے؟

کس ہستی کے بنائے ہوئے نظام سے آکسیجن پیدا ہوتی ہے اور فضا میں توازن قائم رہتا ہے— ؟

مٹی سے نرم ونازک پودے کیسے پیدا ہوتے ہیں— ؟

خوب صورت پھولوں کو نئے نئے رنگوں سے کون سجاتا ہے— ؟

انواع واقسام کے پھل کون پیدا کرتا ہے— ؟

اگر زمین سخت ہوجائے کہ اس پر چلا نہ جاسکے یا اتنی نرم ہو جائے کہ پاؤں دھنس جائیں تو کیا صورت واقع ہوگی— ؟

دنیا کی معلوم آبادی کا تخمینہ 7 ارب لگایا گیا ہے۔

ہر آدمی اوسطاً 500 گرام غذا روزانہ کھاتا ہے۔

اس حساب سے نوع آدم پینتیس لاکھ (3500,000) ٹن غذا روزانہ استعمال کرتی ہے۔

گزشتہ ہزاروں یا لاکھوں سال میں کتنی غذا کھائی گئی ہوگی — یہ حساب کتاب سے باہر ہے۔ وہ کون ہستی ہے جو لاکھوں سالوں سے مخلوقات کی بھوک اور پیاس کی تسکین کے لئے بے حساب غذا پیدا کر رہی ہے —؟

اعداد و شمار کے مطابق نوع آدم روزانہ ایک ارب اڑتیس کروڑ ترانوے لاکھ چھبیس ہزار تین سو نوے (1,389,326,390) کلوگرام دودھ استعمال کرتی ہے۔ گائے، اونٹ، بکری کے تھنوں میں دودھ خشک ہو جائے تو اس قدر کثیر تعداد میں فراہمی کیسے ممکن ہوگی؟

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں،

"ہم پلاتے ہیں تمہیں خالص دودھ اس سے جو گوبر اور خون کے درمیان ان کے پیٹوں میں ہے پینے والوں کے لئے خوش گوار۔" (النحل:٦٦)

اعداد و شمار کے مطابق نوع آدم اسی کروڑ پینتیس لاکھ اکسٹھ ہزار چھ سو چوالیس (803,561,644) کلوگرام گوشت روزانہ کھاتی ہے۔ اگر جانوروں، حیوانات اور مچھلیوں کی نشوونما کے لئے وسائل نہ ہوں اور خشک سالی ہو جائے تو —؟

"بار برداری اور سواری والے چوپائے، تو اس میں سے کھاؤ جو اللہ نے تمہیں دیا ہے اور شیطان کی پیروی نہ کرو۔" (الانعام: ۱۴۲)

نوعوں کی تعداد قریباً ساڑھے گیارہ ہزار 11,500 ہے جب کہ ہر نوع کی بے شمار اقسام ہیں۔ اقسام کس قدر ہیں اس کے متعلق صحیح اعداد و شمار دریافت نہیں ہوئے ہیں۔

2011ء کے اندازہ کے مطابق نوعوں کی 87 لاکھ سے زائد اقسام ہو سکتی ہیں۔ ہر نوع کے بے شمار افراد ہیں۔

چیونٹی کی نوع کے متعلق اندازہ ہے کہ زمین پر چیونٹیوں کی کل تعداد 1000 کھرب ہے۔

ہر نوع کا نظامِ فطرت میں ایک کردار ہے اور وہ اہم پرزے کی حیثیت رکھتی ہے۔

مثلاً مکھیوں کی نوع کا زمین پر سے خاتمہ ہو جائے تو زمین پر جان داروں کی حیات کو شدید خطرات لاحق ہو جائیں گے کیوں کہ مکھیاں پودوں کے عملِ زیرگی میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ ان کے خاتمہ سے پودوں، درختوں کی نشوونما متاثر ہوگی۔ نباتات کے متاثر ہونے سے آکسیجن کی پیدائش پر اثر پڑے گا کیوں کہ نباتات صاف آکسیجن فضا میں منتقل کرتے ہیں — آکسیجن کی کمی سے زمینی حیات خطرات سے دوچار ہو جائے گی۔

نقطۂ فکر یہ ہے کہ ہزاروں انواع، ان کی لاکھوں کروڑوں اقسام اور ہر نوع کے اربوں کھربوں افراد

کے تقاضوں کی تسکین کے لئے لا شمار وسائل پیدا کرنے والا کون ہے—؟ جب کہ وسائل کی نشوونما ہزاروں لاکھوں سال سے توازن اور ترتیب میں مستقل بنیادوں پر ہو رہی ہے۔قرآن کریم میں ہے:

''جلد ہی ہم دکھائیں گے اپنی نشانیاں آفاق میں اور ان کے اپنے اندر۔'' (حٰمٓ السجدۃ:۵۳)

جسمانی نظام میں غور وفکر کیا جائے تو لاشمار تحریکات سامنے آئیں گی جو معین نظام کے تحت ہو رہی ہیں اور قدرت کا انعام ہیں۔

مثال: دل چوبیس گھنٹے دھڑکتا ہے۔ جب تک فرد زندہ ہے، دل کی خدمت جاری ہے حتیٰ کہ سونے یا آرام کی حالت میں بھی دل دھڑکتا ہے۔ چوبیس گھنٹے میں دل اوسطاً ایک لاکھ مرتبہ دھڑکتا ہے۔تقریباً دو ہزار گیلن (7600 لیٹر) خون پمپ کرتا ہے جو چھوٹے پانی کے ٹینک کے برابر ہے۔ یہ بہت محنت اور مشقت طلب کام ہے۔

اگر دل کی دھڑکن آدمی کے ارادہ کے تابع کر دی جائے اور اسے معلوم ہو کہ 24 گھنٹے میں کم از کم ایک لاکھ مرتبہ دل دھڑکانا ہے ورنہ زندگی کو شدید خطرات لاحق ہوں گے تو کیا صورت حال واقع ہوگی—؟

ٹینس کی بال کو زور سے دبائیں اور چھوڑ دیں اور اس کو دل کی ایک دھڑکن مان لیا جائے تو کیا کوئی فرد روزانہ ایک لاکھ مرتبہ ٹینس کی بال کو دبا سکتا ہے—؟

دل کی انتھک کوششوں سے جسم کے 372 کھرب خلیات کو روزانہ غذا ملتی ہے۔ ساٹھ سالہ آدمی کا دل تقریباً زندگی میں 2 ارب 50 کروڑ مرتبہ دھڑکتا ہے اور تقریباً 16 کروڑ 66 لاکھ لیٹر خون پمپ کرتا ہے۔

یہ سب اللہ رحمٰن و رحیم کی عنایات ہیں۔

سانس لینا غیر اختیاری عمل ہے۔ اگر کوئی فرد اختیار اور ارادہ سے سانس لینے کی کوشش کرے تو ہانپنا شروع کر دے گا۔ خون کا نظام بھی آدمی کی کوشش کے بغیر کام کرتا ہے۔خون کے سرخ ذرات آکسیجن اور دیگر غذائی اجزا کو جسم کے دیگر خلیات تک پہنچاتے ہیں۔

بالفاظ دیگر جسم کے کھربوں خلیات کی میزبانی کا شرف خون کے سرخ ذرات کو حاصل ہے۔ خون کے سفید خلیات بیماریوں کے خلاف مدافعتی نظام تشکیل دیتے ہیں۔ دشمن (جراثیم) جسم میں داخل ہوتا ہے تو زبردست لڑائی شروع ہو جاتی ہے۔ اکثر اوقات خون کے سفید خلیات کی فوج جیت جاتی ہے اور جراثیم اور وائرس ہلاک ہو جاتے ہیں۔

اگر جسم میں خون کے سفید خلیات نہ ہوں تو پیدائش کے فوراً بعد جسم میں داخل ہونے والا پہلا جراثیم ہی آدمی کو ہلاک کرسکتا ہے۔خون میں شامل پلیٹی لیٹس خون کو جمنے میں مدد دیتے ہیں ورنہ زخم کی جگہ سے سارا خون نکل جائے گا اور موت واقع ہو جائے گی۔

یہ ساری تحریکات غیر شعوری طور پر جاری و ساری

ہیں جن کا آدمی کو احساس نہیں ہوتا — قدرت کس فیاضی سے مخلوق کی نشوونما کرتی ہے اور اس کی صحت کا خیال رکھتی ہے۔

ایسی کوئی تحقیق سامنے نہیں آئی جس میں دعویٰ کیا گیا ہو کہ خلیہ کے بنیادی اجزا مثلاً نائٹروجن، آکسیجن اور پروٹین وغیرہ کو ملا کر کوئی خلیہ تخلیق کر لیا گیا ہو البتہ قدرت ہر لمحہ لاکھوں کروڑوں خلیات تخلیق کرتی ہے۔

دو کھرب خون کے سرخ ذرّات روزانہ پیدا ہوتے ہیں اور پرانے اپنی عمر گزار کر مر جاتے ہیں۔ دس ارب خون کے سفید خلیات روزانہ پیدا ہوتے ہیں جب کہ پلیٹلیٹس کے پیدا ہونے کی تعداد 4 کھرب ہے۔

یہ ماورائی ہستی کے لاشمار احسانات میں سے چند کا مختصر بیان ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اگر دنیا کے سارے سمندر روشنائی بن جائیں اور سارے درخت قلم بن جائیں اور اللہ کی باتوں کو احاطۂ تحریر میں لانے کی کوشش کی جائے تو روشنائی ختم ہوجائے گی، قلم ختم ہوجائیں گے مگر اللہ تعالیٰ کی باتیں ختم نہیں ہوں گی۔

''اے آدم وحوا کے سپوت! سنبھل، تجزیہ کر اور اپنی حالت دیکھ، پابندیوں کے جال نے تجھے اس طرح جکڑا ہوا ہے کہ اب تیرا باہر نکلنا جوئے شیر لانا ہے۔ تجھ پر مصائب کی ایسی یلغار ہے کہ سانس لینا بھی دشوار ہوگیا ہے۔ مستقبل کا خوف تجھے ہر وقت لرزاں رکھتا ہے۔ تو خوشی اور راحت کی ضمانت چاہتا ہے لیکن کہیں سے نہیں ملتی۔ آدم کے بیٹے تو نے ابدی اور لافانی زندگی کو تہ در تہ پردوں کے پیچھے چھپا لیا ہے اور اسے اپنے اندر دفن بھی کر دیا ہے لیکن میں تجھے جھنجھوڑتا رہوں گا چاہے تو متوجہ ہو یا نہ ہو۔ اے آدم زاد! میری بات پر دھیان دے۔ میں جو تیرا ضمیر ہوں تیرے اندر کی آواز ہوں — تیرے باطن کی پکار ہوں۔ دیکھ میرا گلا نہ گھونٹ، میری طرف متوجہ ہو ورنہ اسی طرح مصائب کے اندھیروں میں بھٹکتا پھرے گا اور اندھوں کی طرح ٹھوکریں کھاتا رہے گا۔ یہ جو تو نے ہزاروں بت سجا رکھے ہیں اور ان کی بندگی میں مصروف ہے کہ کوئی دولت کا خدا ہے، کوئی عزت و شہرت کا تو کوئی جھوٹی خواہشات کا خدا ہے۔ آگے بڑھ اور ابراہیمی گُرز سے انہیں پاش پاش کر دے اور آزادی کا مزہ چکھ لے۔ اس تیرہ و تاریک عالم سے نظریں ہٹا کر اس روشن دنیا کو بھی دیکھ جہاں کی آزاد فضا تیری منتظر ہے۔ تجھے آقائے ازل و ابد نے اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ تو نے کیوں اپنے آپ کو اندھیری کوٹھری میں بند کر لیا ہے۔ اس علم کو حاصل کر جو تیرے شرف کا سبب ہے۔ کھوئے ہوئے مقام کا کھوج لگا — نور کی محفلیں تیری منتظر ہیں۔

LIFE KARO BOOST
لائف کرو
بوسٹ
80 سال سے آزمودہ
شاہی
ہربل ہیلتھ ٹانک
Tayyebi
Shahi
Herbal Health Tonic
IMMUNITY BOOSTER
Rich in Vitamins & Minerals
100%
HERBAL, NATURAL
شاہی قدرتی اجزاء سے تیار کردہ صحت بخش ٹانک، ہر عمر کے مردوں، عورتوں اور بچوں کے لئے یکساں مفید ہے۔
منتخب جڑی بوٹیوں، پھلوں اور شہد سے تیار کردہ شاہی قدرتی وٹامنز اور منرلز سے بھرپور ہے جو نشوونما کو بڑھاتے اور جسم کو توانا بناتے ہیں۔
شاہی میں موجود قدرتی اجزاء
☆ کیلشیم ☆ فولک ایسڈ ☆ فولاد ☆ وٹامنز
طیّبی
طبی دواخانہ (پرائیویٹ) لمیٹڈ، کراچی پاکستان

خواجہ شمس الدین عظیمی ایجوکیشنل سوسائٹی کا منصوبہ برائے فروغ تعلیم

COLLEGE FOR BOYS & GIRLS

شاندار نتائج، اسکالرشپ

روزانہ ٹیسٹ کا نظام

کم فیسوں میں اعلیٰ معیار تعلیم

کامرس گروپ میں بورڈ میں پوزیشن

F.A / B.A / B.Ed / M.A / M.Sc / M.Phil

I.Com / B.Com / M.Com / L.L.B / Ph.D

کوٹلی بہرام، گوہد پور روڈ سیالکوٹ

052-4000100 / 0345-7120100

facebook : edutech sialkot, Email : edutechskt@gmail.com

وسائل میڈیم ہیں

ہم دنیا کو نہیں، ذہن میں موجود دنیا کو دیکھتے ہیں جو حقیقی دنیا سے مختلف ہے۔ زندگی اس لئے مشکل ہو جاتی ہے کہ ہم اپنی بنائی ہوئی دنیا میں رہتے ہیں۔ کوئی آواز دے کر متوجہ کرتا ہے اور وہ دنیا غائب ہو جاتی ہے۔

آدمی کو وہی ملتا ہے جس کی اس نے کوشش کی ہے۔

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زورِ بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

ذہن، ارادہ اور سوچ ـــ تکون کی یہ تین اکائیاں ایک دوسرے سے منسلک ہیں۔ سوچنے کی طرز سے ذہن بنتا ہے اور اسی مناسبت سے ارادہ ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ذہن ہمارا بہترین دوست ہے اور دشمن بھی۔ کہنا یوں چاہئے کہ ہم ذہن کے بہترین دوست ہیں اور دوستی کا متضاد رخ دشمنی ہے۔ ذہن صحت مند ہوتا ہے اور بیمار بھی ـــ امیر ہوتا ہے اور غریب بھی ـــ معروف ہوتا ہے اور غیر معروف بھی۔

ذہن ایسا سمندر ہے جس میں پوری زندگی یعنی زندگی کا ہر رخ موجود ہے۔ جس جانب توجہ ہو، دیر ہو یا سویر ـــ وہ رخ سامنے آجاتا ہے۔

آدمی دنیا کو ذہن کے مطابق دیکھتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ دنیا کو نہیں، اپنے ذہن کو دیکھتا ہے۔

اٹلی میں ایک مجسمہ ساز کو وہاں کے بااثر خاندان نے مجسمہ بنانے کا حکم دیا اور بتایا کہ اسے فلورنس کے بڑے چوک میں نصب کیا جائے گا۔ اس خاندان کی جانب سے حکم اعزاز کی بات سمجھی جاتی تھی اور اثر و رسوخ زیادہ ہونے کی وجہ سے انکار نہیں کیا جاتا تھا۔

مجسمہ ساز دو سال تک ایسے پتھر کی تلاش میں رہا جس سے شاہ کار تخلیق کر سکے۔ ایک روز اس مقام سے گزرا جہاں سے وہ کئی مرتبہ پہلے بھی گزرا تھا۔ مگر اس روز پتھر نظر کا مرکز بنا اور وہ رک گیا۔ ذہن میں موجود تصور، پتھر میں مکمل طور پر نظر آرہا تھا۔

مزدوروں کی مدد سے پتھر اسٹوڈیو تک لایا گیا۔ ہتھوڑے اور چھینی کی مدد سے مجسمہ کی تراش کا کام شروع کیا۔ سخت محنت سے ابتدائی طور پر پتھر پر کچھ لکیریں کھینچیں، اس کام میں دو سال لگے۔ خدوخال ظاہر ہونا شروع ہوئے ۔ پھر اس نے ہتھوڑا اور چھینی ایک طرف رکھ دیے اور مزید دو سال مجسمہ کو چمکانے پر صرف کئے ـــ مجسمہ تیار تھا۔

اٹلی میں خبر پھیل چکی تھی کہ مجسمہ ساز ایک بااثر خاندان کے حکم سے عظیم الشان مجسمہ بنا رہا ہے۔ نقاب کشائی کا وقت قریب آیا تو ملک بھر سے ہزاروں کی تعداد میں لوگ فلورنس کے بڑے چوک میں جمع ہونا شروع ہوگئے۔

مجسمہ پر سے پردہ ہٹا اور لوگ حیران رہ گئے — مجسمہ مکمل اور شان دار تھا۔ مجسمہ ساز کی شہرت دور دور تک پھیل گئی اور وہ پہلے سے زیادہ مقبول ہوگیا۔

جب اس سے پوچھا گیا کہ شان دار مجسمہ کیسے تخلیق کیا تو جواب دیا — میں نے ذہن میں موجود تصور کو پتھر میں دیکھ لیا تھا۔ میرا کام اتنا تھا کہ پتھر میں سے زائد چیزیں نکال دوں جو میرے ذہن میں موجود تصویر میں نہیں تھی۔

پتھر مٹی ہے اور آدمی بھی۔ مجسمہ ساز نے ایک عام پتھر میں جسے کئی مرتبہ نظر انداز کر چکا تھا، تصویر دیکھ لی یعنی پتھر یا مٹی میں تمام صورتیں موجود ہیں — زائد چیزیں ہٹانے کی ضرورت ہے تا کہ وہ خدوخال واضح ہوجائیں جنہیں ہم دیکھنا چاہتے ہیں۔

پتھر بہت ساری صورتوں کا مرکب ہے مگر وہ شکلیں اس لئے نظر نہیں آتیں کیوں کہ ان میں فاصلہ نہیں ہے اس کے باوجود وہ ایک دوسرے سے الگ ہیں۔

نظریۂ رنگ و نور کے مطابق جو شے جتنی ٹھوس نظر آتی ہے، اس میں اتنا خلا ہوتا ہے۔ پتھر میں بھی خلا ہے۔ اوزاروں کی نوک داخل ہوتی ہے اور نقش و نگار اس طرح واضح ہوجاتے ہیں کہ انہیں بقیہ پتھر سے علیحدہ کیا جائے تو وہ شے جسے ہم دیکھنا چاہتے ہیں، اس کی شکل و صورت متاثر نہیں ہوتی۔

دیکھنے کے لئے تصور کا واضح ہونا ضروری ہے۔ وضاحت غور و فکر کے بغیر ممکن نہیں۔ کام بڑا ہو یا چھوٹا — تعین غور و فکر میں گہرائی سے ہوتا ہے۔ بعض اوقات ایسے نکات سامنے آتے ہیں کہ جس بات کو ہم نے معمولی سمجھا — وہ غیر معمولی ہوجاتی ہے۔

پریشان لوگوں کی سوچ چھوٹی ہوتی ہے کیوں کہ وہ سمجھتے ہیں کہ ہم بڑا کام سرانجام نہیں دے سکتے۔ وہ ساری توجہ مقصد کے بجائے پریشانی پر صرف کردیتے ہیں۔ یک سوئی سے ذہن وسیع ہوتا ہے۔ ضرورت اعتدال و توازن کی ہے۔ اعتماد حد سے زیادہ ہوجائے تو برتری اور کم ہوجائے تو احساسِ کم تری ہے۔

مثبت سوچ کی بنسبت ہم منفی سوچ سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ وجہ یقین کی کمی ہے اور یقین اس وقت مستحکم ہوتا ہے جب اللہ اور اپنے تعلق سے واقف ہوں۔ یقین حاصل کرکے بندہ جان لیتا ہے کہ کارساز اللہ ہے — میری حیثیت میڈیم ہے۔

ہر تخلیق کے پسِ پردہ ذہن ہے۔ پہلے ذہن ہے، پھر تخلیق ہے۔ ایسا نہیں ہوتا کہ پہلے تخلیق ہو اور اس کے بعد ذہن ہو۔ تخلیق کا تعلق ذہن سے ہے کیوں کہ تخلیق اس تصویر کا مظاہرہ ہے جو ذہن میں ہے۔

تخلیق گھٹتی بڑھتی ہے اور ایک وقت کے بعد نگاہوں سے اوجھل ہوجاتی ہے لیکن تصویر موجود رہتی ہے۔ نومبر 2016ء کے "آج کی بات" میں ڈائنا سور کی مثال دی گئی ہے۔

"زمانۂ قدیم میں زمین پر ڈائنا سور تھے جو اب نظروں سے اوجھل ہوگئے ہیں لیکن آدمی جب چاہے انہیں تصور میں دیکھ سکتا ہے۔ وہ کہیں پر ہیں اس لئے ان کی تصویر کا نقش دماغ میں بن جاتا ہے۔ ڈائنا سور کا وجود یکسر ختم ہوجائے تو ذہن سے ان کا ریکارڈ حذف ہوجائے گا۔ ہم آگے بڑھ گئے ہیں اور ڈائنا سور ریل کے تختوں کی طرح پیچھے رہ گئے ہیں۔ ان کا پیچھے رہ جانا موت نہیں — ہماری نظروں سے اوجھل ہونا ہے۔"

تفکر کرنے والا ذہن تخلیقی ہوتا ہے۔ غور و فکر آدمی کو حیوانات سے ممتاز کرتا ہے۔ تفکر میں یک سوئی اسے دائرہ میں موجود دیگر نکتوں سے متعارف کرادیتی ہے۔ آدمی بات "الف" سے شروع کرتا ہے اور غور و فکر "الف" سے "ے" تک پہنچادیتا ہے۔

بڑے بڑے کام کرنے والے لوگ آسمانوں کے بارے میں سوچتے ہیں اور غیر جانب دار ہوجاتے ہیں۔ آسمان کو غور سے دیکھیں تو سمجھ میں آتا ہے کہ آسمان کی کوئی سمت نہیں — ہر سو پھیلا ہوا ہے۔ آسمان نظر کی حد ہے اور نظر کی کوئی حد نہیں۔

تہی زندگی سے نہیں یہ فضائیں
یہاں سینکڑوں کارواں اور بھی ہیں
قناعت نہ کر عالمِ رنگ و بو پر
کہ تیرے زمان و مکان اور بھی ہیں

معلوم ہونا چاہئے کہ ہم کیا کرنا چاہتے ہیں؟ مقصد مقررہ وقت پر حاصل ہوتا ہے۔ جس مقصد کی تصویر ذہن میں نہ ہو، وہ غیب میں رہتا ہے۔ کام یابی کے لئے وقت کا بہترین استعمال اہم ہے۔ مقصد حاصل کرنے کے لئے جو وقت استعمال کرتے ہیں، وہ وقت کا بہترین استعمال ہے۔

مقاصد تحریر کریں اور روزانہ بنیادوں پر ڈائری لکھیں۔ ڈائری لکھنے سے جاننے میں مدد ملے گی کہ مقصد کے حصول کے لئے وقت کا کس طرح سے استعمال کیا گیا۔ جس شے کو وقت دیں گے وہ صلاحیت بیدار ہوجائے گی۔ جو لوگ محنت پر یقین رکھتے ہیں ان کا معیارِ تعلیم یا قابلیت خواہ کچھ بھی ہو، وہ ہر مشکل کا سامنا کرلیتے ہیں۔

حقیقت پسندی سے دنیا کا سامنا کرنا خوبی ہے۔ ہماری خواہش کے مطابق کچھ نہیں ہوتا۔ کام یابی خود کو حقیقت سے ہم آہنگ کرنے میں ہے۔ حقیقت ایک

ہے اور نظریات مختلف۔ اگر سب کی خواہشات کے مطابق عمل ہوتو تصادم ہوجائے گا۔ ہم دنیا کو نہیں — ذہن میں موجود دنیا کو دیکھتے ہیں جو حقیقی دنیا سے مختلف ہے۔ زندگی اس لئے مشکل ہوجاتی ہے کہ ہم اپنی بنائی ہوئی دنیا میں رہتے ہیں۔ کوئی آواز دے کر متوجہ کرتا ہے اور وہ دنیا غائب ہوجاتی ہے۔

ایک نوجوان نے کمپنی میں نچلے درجہ سے کام شروع کیا اور اعلیٰ عہدہ پر پہنچا۔ مالک ملازمین سے پہلے دفتر میں آتا اور سب کے جانے کے بعد دفتر سے جاتا تھا۔ نوجوان نے فیصلہ کیا کہ وہ باس سے 15 منٹ پہلے آئے گا اور اس کے جانے کے 15 منٹ بعد دفتر سے جائے گا۔ فیصلہ پر سختی سے عمل کیا اور محنت سے کام کیا۔ محنت کا مطلب یک سوئی ہے۔

باس نے کئی ہفتے اس بارے میں کوئی بات نہیں کی۔ ایک روز ملازم سے کہا کہ تم مجھ سے پہلے آتے ہو اور میرے بعد جاتے ہو۔ اس دوران غیر ضروری گفتگو سے پرہیز کرتے ہو جب کہ تمہارے ساتھی چلے جاتے ہیں۔

نوجوان بولا، کام یابی سخت محنت سے ملتی ہے۔

باس مسکرایا اور چلا گیا۔

کچھ دنوں بعد ملازم کو معمولی نوعیت کا کام دیا گیا، اس نے احسن طریقہ سے انجام دیا۔ ایسی ذمہ داریاں بھی دی گئیں جو اس کے عہدہ سے کم تھیں لیکن نوجوان نے کام پر توجہ دی۔ ایک کے بعد ایک ذمہ داریاں سونپی گئیں اور اگلے سال ترقی ہوگئی۔ نوجوان نے محنت کر کے مہارت میں اضافہ کیا اور چند سالوں میں اعلیٰ عہدہ پر پہنچ گیا۔ اس کے ساتھی وہیں تھے اور وہ کمپنی کا نائب صدر بن گیا۔

اچھی عادت اپنانا مشکل ہے مگر اچھی عادت کے ساتھ زندگی گزارنا آسان ہے۔ اس کے برعکس بری عادت اپنانا آسان ہے لیکن بری عادتوں کے ساتھ زندگی گزارنا بہت مشکل ہے۔ کہاوت ہے کہ سوچ بیج ہے۔ بیج بونے سے عمل اور عمل — عادت بن جاتا ہے۔ عادت سے کردار بنتا ہے اور کردار سے قسمت کا تعین ہوتا ہے۔

کام یاب عادتوں میں سے ایک جلد بیدار ہونا ہے۔ صبح سویرے اٹھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ چرند پرند سمیت دوسری مخلوقات جاگ گئی ہیں، صرف آدمی سو رہا ہے۔

کام کے وقت کام کرنے سے آدمی ہر کام وقت پر کرتا ہے۔ کائنات میں نظام الاوقات معین ہیں۔ کوئی شے ڈگر سے نہیں ہٹتی۔ آفات کا نظام بھی معین ہے۔ زمین میں زلزلہ کی مقداریں مکمل ہوجائیں تو زمین کھل جاتی ہے۔ وقت کی پابندی سے ذہن فطری صلاحیتوں سے واقف ہوتا ہے۔ نظم وضبط کی اہمیت کیا ہے، ابدالِ حق قلندر بابا اولیاؒ فرماتے ہیں کہ

"مراقبہ میں ناغہ نہ کیا کریں، ہمارے پاس وقت نہیں ہوتا، ایک منٹ کے تصرف کے لئے بعض اوقات چھ چھ مہینے انتظار کرنا پڑتا ہے

لیکن جب ہمیں یہ ایک منٹ ملتا ہے اور ہم سالک کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو سالک سو رہا ہوتا ہے یا کھیل کود میں مشغول ہوتا ہے۔ چھ مہینے بعد جو دولت نصیب ہونے والی تھی اس نے وقت کی پابندی سے اسباق اور مراقبہ میں پابندی نہ کر کے نعمت کو ضائع کر دیا۔ اب نہ جانے کب تصرف کا وقت آئے گا۔"

جس صلاحیت کا استعمال مجسمہ ساز نے کیا، وہ ان ہونی نہیں ہے۔ دنیا میں ہر شے اسی قانون کے تحت مظہر بنتی ہے۔ وہ خاص مٹی کی تلاش میں تھا، غور و فکر نے بتایا کہ جس پتھر کو تم نے نظر انداز کیا، تمہارا شاہکار اسی پتھر میں ہے۔

پتے سے درخت کے دیگر اجزا ہٹتے ہیں تو پتا نظر آتا ہے۔ یعنی جن اجزا سے پتا بنتا ہے، وہاں سے اضافی اجزا ایک طرف ہوئے اور پتے کی شکل و صورت سامنے آ گئی۔ جب تک پتے کے خدوخال کی درخت سے الگ لیکن درخت سے منسلک رہ کر شناخت نہیں بنتی، پتا نظر نہیں آتا۔

سوچنے کی بات ہے کہ جن چیزوں کو آدمی مقصد سمجھتا ہے اور محنت کر کے انہیں حاصل بھی کر لیتا ہے وہ گزر جاتی ہیں۔ عمر کے جس دور میں زندگی کا محاسبہ کریں کہ کیا کھویا اور کیا پایا تو جواب ملتا ہے کہ سب کچھ کھو دیا اور کچھ نہیں پایا۔ جو شے ساتھ نہ دے، اس کا ملنا — پانا نہیں ہے۔ اگرچہ زندگی گزارنے کے لئے وہ تمام عوامل ضروری ہیں لیکن وہ زندگی نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرماتے کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جاؤ یا محنت نہ کرو — بلکہ جو کام کرو ذہن کو اللہ کی جانب رکھو۔ یہ اعتراف ہے اس بات کا کہ وسائل میڈیم ہیں — کارساز اللہ ہے۔ اللہ سے ہٹ کر کسی بھی شے کا تصور فتنہ ہے۔

عالمین کی تخلیق اور فرد کے ہر کام میں بنیادی عنصر توانائی ہے جو سب میں مشترک ہے اور توانائی کا خالق اللہ ہے۔

"اللہ سماوات اور ارض کا نور ہے۔" (النور: ۳۵)

"جب وہ کسی شے کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے کہ ہو اور وہ ہو جاتی ہے۔" (یٰسٓ: ۸۲)

ہم میں اور پتھر میں فرق نہیں ہے کیوں کہ پتھر کی تخلیق بھی مٹی سے ہوتی ہے اور ہماری بنیاد بھی مٹی ہے۔ ہر تخلیق کے اندر اس کا جوہر موجود ہے۔ ہمیں وہ منفی اوصاف ہٹانے ہیں جو پرت در پرت خول بن گئے ہیں۔ خول پردہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو صراط مستقیم پر پیدا کیا ہے لیکن وہ اسفل سافلین میں پڑا ہوا ہے۔ اگر ہم اپنے اوپر سے اسفل سافلین کا خول اتار دیں تو "احسن تقویم" مظہر بن جائے گا۔

ماہنامہ

روحانی ڈائجسٹ

کراچی

یہ پرچہ بندہ کو خدا تک لے جاتا ہے
اور بندہ کو خدا سے ملا دیتا ہے

چیف ایڈیٹر: خواجہ شمس الدین عظیمی

مینیجنگ ایڈیٹر: ڈاکٹر حکیم وقار یوسف عظیمی

اللہ آسمان سے پانی برسا کر
زمین پر رزق رسانی کے لئے ـــــ
انواع واقسام کے ثمرات پیدا کرتا ہے۔

روحانی ڈاک میں آپ کے مسائل ومشکلات کا حل پیش کیا جاتا ہے۔

شعور کے پس پردہ لاشعور کی حقیقت کی پردہ کشائی کی جاتی ہے۔

خواتین کی زندگی کو پُرکشش، پرسکون بنانے کے لئے مضامین شائع کئے جاتے ہیں۔

بچوں کے لئے کہانیاں اور بہترین مستقبل کے لئے راہنما اصول بیان کئے جاتے ہیں۔

دین ودنیا کی خوشی حاصل کرنے کے لئے روحانی ڈائجسٹ ہر جگہ دستیاب ہے۔

محمد عاصم بیگ

پانی میں تصویریں

★ شربت کا تذکرہ ہوتا ہے تو یہ بات حتمی ہے کہ شربت پانی اور چینی کا مجموعہ ہے۔

★ چائے کا مطلب ہے کہ اس میں پانچ مختلف اجزا (پانی، پتی، دودھ، شکر اور آگ) شامل ہیں۔

★ ہرا رنگ — دراصل زرد اور نیلے رنگ کے آپس میں جذب ہونے کا نام ہے۔

رات کے دوسرے پہر سیدنا حضور پاکؐ کے گھر کے باہر مسلح نوجوانوں کا پہرہ شروع ہو چکا تھا۔ وہ طے شدہ پروگرام کے مطابق اپنے ناپاک ارادہ پر عمل کرنے کے لئے تیار تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبؐ کو کفار کے ارادہ سے باخبر کر دیا اور یثرب ہجرت کا حکم دیا۔ صادق و امین حضرت محمدؐ کے پاس لوگوں کی امانتیں تھیں۔ آپؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا،

"اے علی، تم میری چادر اوڑھ کر میرے بستر پر سو جاؤ، صبح امانتیں واپس کر کے تم بھی یثرب چلے آنا۔"

رسول اکرمؐ نے ایک مٹھی خاک لی اور یہ آیت تلاوت فرمائی — ترجمہ:

"اور بنائی ہم نے ان کے آگے دیوار اور ان کے پیچھے دیوار، پھر اوپر سے ڈھانک دیا، سو وہ نہیں دیکھتے۔" (یٰسٓ: ۹)

آیت پڑھتے ہوئے خاک کفار مکہ کے شمشیر بدست نوجوانوں کی طرف پھینک دی۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا اور وہ سرور کونینؐ کو نہ دیکھ سکے — سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کفار کی صفوں کے بیچ میں سے نکلتے چلے گئے۔

کفارِ مکہ پروگرام کے مطابق سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھر میں داخل ہوئے تو بستر پر حضرت علیؓ کو دیکھ کر اپنی ناکامی اور نامرادی پر سخت افسوس ہوا۔

قارئین! اس واقعہ میں کئی نکات غور طلب ہیں۔ جیسے کہ دیکھنا کیا ہے — اور وہ کون سے عوامل ہیں جن سے بینائی ہونے کے باوجود نظر نہیں آتا —؟

محقق کہتے ہیں کہ روشنی مصنوعی ہو یا سورج کی، شے سے ٹکراتی ہے اور منعکس ہوتی ہے۔ روشنی جب منعکس ہو کر آنکھ پر پڑتی ہے تو کورنیہ (Cornia) اور لینس روشنی کو آنکھ میں موجود پتلی جھلّی Retina پر فوکس کرتے ہیں۔ Retina کیمرے میں فلم کی مانند ہے۔ اس میں موجود خلیے روشنی کو برقیاتی (الیکٹریکل)

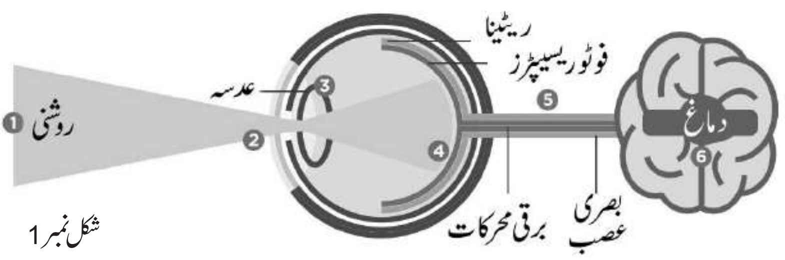

شکل نمبر 1

سگنلز میں تبدیل کرتے ہیں جس کے بعد یہ سگنلز Optic Nerve اور دماغ کو بھیجے جاتے ہیں۔ دماغ شکل نمبر 1 کے مطابق ان سگنلز کو پروسیس کرتا ہے اور وہ تصویر بناتا ہے جو روشنی کی صورت میں آنکھ سے ٹکرائی تھی۔ دماغ میں تصویر بننے کا عمل — دیکھنے کا عمل ہے۔

محققین کہتے ہیں کہ دیکھنے میں اس وقت فرق آجاتا ہے یا آدمی اس وقت دیکھنے سے قاصر ہوتا ہے جب آنکھ میں خرابی پیدا ہوجائے یا پھر دماغ الیکٹریکل سگنلز کو پروسیس نہ کرسکے۔

دوسری طرز براہ راست دیکھنا ہے ۔ اس طرز میں مادی آنکھ کی حیثیت ثانوی ہے۔ مثلاً آنکھیں بند کرکے کسی درخت یا پرندہ کا تصور کیا جائے۔ اس طرح ذہن میں درخت یا پرندہ کی شبیہ بنتی ہے (شکل نمبر 2) اور آنکھیں بند ہونے کے باوجود دیکھنے کا عمل پورا ہوتا ہے۔ قارئین! آنکھیں بند کرکے تجزیہ کریں۔

یہی صورت خواب کی ہے۔ خواب میں آنکھیں بند ہوتی ہیں لیکن ذہن میں مناظر، حالات و واقعات اور مختلف کیفیات فلم کی صورت میں چلتی ہیں۔ جن مناظر کے نقوش زیادہ گہرے ہوتے ہیں وہ یادداشت میں ریکارڈ ہوجاتے ہیں۔

ایک مرحلہ ایسا بھی آتا ہے جب آنکھ صحیح ہوتی ہے اور دماغ بھی کام کرتا ہے — لیکن دیکھنے کا عمل نہیں ہوتا۔ اس مرحلہ کو موت کہتے ہیں۔ جسمانی اعضا سلامت ہونے کے باوجود بے حرکت ہوتے ہیں۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ دیکھنے کے عمل کی بنیاد وہ ایجنسی ہے جو جسم میں زندگی بن رہی ہے۔ اس ایجنسی کو روح کہتے ہیں۔ روح کی غیر موجودگی میں دیکھنا، سننا، بولنا غرض کوئی کام نہیں ہوسکتا۔

باطنی علوم کے ماہر علمائے کرام فرماتے ہیں کہ کائنات میں موجود ہر شے کی حیثیت اطلاع کی ہے اور اطلاعات کا سورس یا بنیاد — روح ہے اور روح امرِ ربی ہے۔

”وہی ہے جس نے تمہیں نفس واحدہ سے پیدا کیا۔“ (الاعراف: ۱۸۹)

”قسم ہے نفس کی اور اسے درست بنانے کی۔

پھر سمجھ دی اس کو بدکاری کی اور بچ کر چلنے کی۔''

(الشّمس: ۷۔۸)

تصوف میں نفس کا مطلب روح لیا جاتا ہے۔روح میں کائنات کی تمام اطلاعات ریکارڈ ہیں۔اطلاعات مختلف مراحل سے گزر کر نوعوں اور افراد کی صورت میں مظاہرہ بنتی ہیں۔جہاں ایک طرف اطلاع فرد کی صورت میں جلوہ گر ہوتی ہے وہیں فرد میں موجود حواس کی تشکیل بھی اطلاعات کے تابع ہے۔چناں چہ دیکھنا، سننا، بولنا، چکھنا، محسوس کرنا اس وقت ممکن ہے جب یہ سب اطلاع بن کر ذہن میں وارد ہوں۔

موت — ایسی کیفیت ہے جس میں اطلاعات کو قبول کرنے کا نظام معطل ہوجاتا ہے یعنی روح جسم سے رشتہ توڑ لیتی ہے ۔ کتاب ''نظریۂ رنگ و نور'' میں براہ راست دیکھنے کے قانون کی تشریح بیان کی گئی ہے۔

''ہر چیز اپنے اندر دوسری چیز کو جذب کر رہی ہے اور جذب کر کے دوسرے کو دکھا رہی ہے۔ کائنات میں وہ افراد جو اپنی ذات میں دیکھتے ہیں، ان کا مشاہدہ ہے کہ ہر چیز خود کچھ نہیں دیکھ رہی بلکہ کسی کے دیکھنے کو دیکھ رہی ہے۔ساری کائنات ایک آئینہ ہے اور یہ آئینہ روشنی ہے جو مختلف روپ بدل کر مختلف صورتوں میں ظاہر ہورہی ہے اور ہر صورت میں روشنی کسی دوسری صورت کو دیکھ لیتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ انسان کے اوپر جب موت وارد ہو جاتی ہے، اس کے باوجود کہ جسم کے تمام حصے آنکھیں، دماغ دوسرے اعضا میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی لیکن وہ کچھ نہیں دیکھ سکتا۔وجہ یہ ہے کہ جو روشنی آئینہ کا کام دے رہی تھی اس نے مادی جسم سے رشتہ منقطع کرلیا ہے۔''

براہ راست دیکھنے کے قانون کو مثال سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

دن کا وقت ہے۔ساحل پر بہت سارے لوگ ہیں، ہر سو دھوپ پھیلی ہوئی ہے، ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چل رہی ہیں، لہریں ساحل پر آرہی ہیں جیسے کسی کی تلاش میں ہوں لیکن واپس سمندر میں جذب ہورہی ہیں۔فراق کا یہ سلسلہ جاری وساری ہے۔ ماحول میں اور دیگر کئی مناظر ہیں جنہیں ہم دیکھ رہے اور محسوس کر رہے ہیں۔

قانون کے مطابق ہم اس وقت تک نہیں دیکھ سکتے جب تک شے ہمیں اپنے اندر جذب کر کے اپنا دیکھنا ہمیں منتقل نہ کر دے۔ یعنی بیک وقت ماحول میں موجود بہت ساری اشیا (سورج، سمندر، لوگ، ہوا وغیرہ) نے ہمیں جذب کیا، اپنا دیکھنا ہمیں منتقل کیا اور ہم نے ان اشیا کے دیکھنے کو دیکھا — یہ صورت ہر لمحہ، مسلسل ، بلا کسی تعطل کے وقوع پذیر ہو رہی ہے۔ یہ

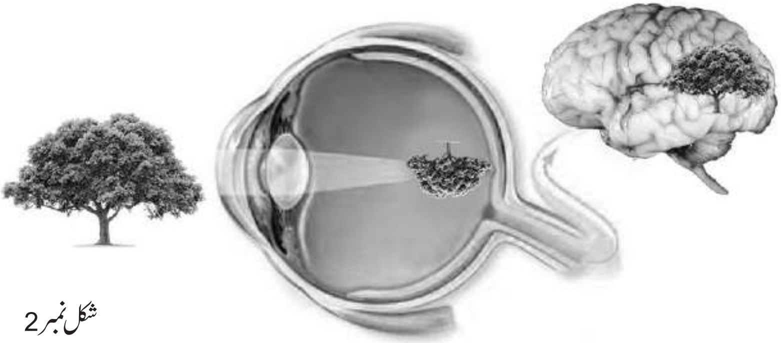

شکل نمبر 2

قانون اس وقت بھی لاگو ہوتا ہے جب کوئی دوسرا ہمیں دیکھ رہا ہو۔

جذب ہونا کیا ہے—؟

آیئے، مثالوں سے سمجھتے ہیں۔

۱۔ ایک گلاس پانی میں چینی ملائیں۔ پانی اور چینی باہم جذب ہو کر شربت بن جائیں گے۔ شربت کا تذکرہ ہوتا ہے تو یہ بات حتمی ہے کہ شربت پانی اور چینی کا مجموعہ ہے۔

۲۔ چائے کا مطلب ہے کہ اس میں پانچ مختلف اجزا (پانی، پتی، دودھ، شکر اور آگ) شامل ہیں۔

۳۔ ہرا رنگ— دراصل زرد اور نیلے رنگ کا آپس میں جذب ہونا ہے۔

جب دو اشیا جذب ہوتی ہیں تو انفرادیت ترک کرکے اجتماعیت میں داخل ہوجاتی ہیں۔ شے اپنی انفرادیت سے دست بردار نہ ہو تو جذب ہونے کا عمل پورا نہیں ہوتا۔

سوال یہ ہے کہ اشیا کا ہم میں جذب ہونا یا ہمارا کسی شے میں جذب ہونا کیا ظاہر میں ہو رہا ہے—؟

ظاہر میں نہیں— باطن میں ہو رہا ہے۔ باطن بنیاد ہے جہاں تمام اشیا اطلاعات کی صورت میں موجود ہیں۔ اشیا کا ایک جگہ موجود ہونا، اس طرح کہ ان میں اجتماعیت ہونے کے باوجود انفرادیت برقرار رہتی ہے، ایک دوسرے کی پہچان کا سبب ہے۔

باطن سے اطلاعات نزول کرتی ہیں تو اشیا الگ الگ ہوجاتی ہیں۔ یہ اطلاعات ذہن کے پردہ سے ٹکراتی ہیں اور پردہ پر مختلف تصویریں بنتی ہیں۔ یعنی ہم نے کسی شے کو نہیں دیکھا بلکہ اس شے کے دیکھنے کو دیکھا۔ شے کا عکس جب ہمارے اندر منتقل ہوا اور منتقلی کو ذہن نے قبول کیا تو وہ شے ہمیں نظر آ گئی۔

سینما میں پروجیکٹر پر فلم لگتی ہے۔ پروجیکٹر چلایا جاتا ہے۔ فلم میں موجود تصویریں لہروں کے دوش پر سفر کرکے اسکرین سے ٹکراتی ہیں۔ سینما ہال میں بیٹھے لوگ تصویروں کو اسکرین پر دیکھتے ہیں۔ جب وہ سر اٹھا کر دیکھتے ہیں تو پروجیکٹر سے آنے والی لہریں نظر آتی

ہیں اور اسکرین سے ٹکرا کر چلتی پھرتی، ہنستی بولتی، روتی اور منہ بسورتی نظر آتی ہیں۔

ہمارا ذہن بھی سنیما کی اسکرین کی مانند ہے جس پر باطن یا روح سے آنے والی اطلاعات پھیلتی ہیں اور مظاہرہ ہوتا ہے۔ اطلاعات کے سورس یا فلم کی ریل میں سے کسی ایک کردار کی تصویر اسکرین سے نہ ٹکرائے تو تصویر نظر نہیں آئے گی۔ اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ تصویر تو اسکرین سے ٹکرا رہی ہو لیکن جس جگہ تصویر ٹکرا رہی ہے اس جگہ اسکرین میلی ہے تو تصویر دھندلی ہو جائے گی۔

نظریۂ رنگ و نور کی کلاس کے دوران مرشد کریم عظیمی صاحب نے تجربہ کروایا۔ تجربہ اس طرح سے تھا کہ — ہم نے پانی سے بھرا ہوا گلاس لیا اور صاف ستھری سفید دیوار منتخب کر کے چھ یا سات فٹ کے فاصلہ سے پانی سفید دیوار پر پھینکا۔ پانی کے پھیلنے سے دیوار پر مختلف تصویریں نظر آئیں۔ غور سے دیکھا — معلوم ہوا کہ کہیں آدمی کی تصویر ہے، کہیں درخت بن گیا ہے، کہیں گائے کھڑی ہے، کہیں سورج اور سورج سے کرنوں کا اخراج نظر آیا۔ جب تک پانی گلاس میں موجود تھا، تصویریں پانی میں مخفی تھیں۔ انہیں پانی کے علاوہ کوئی دوسرا نام نہیں دیا جا سکتا — لیکن جب پانی دیوار (اسکرین) سے ٹکرایا تو پانی میں موجود تصویروں کا مظاہرہ ہو گیا۔

قارئین یہ مشق نہایت فکر طلب ہے۔ آپ بھی کیجئے اور بتائیے کہ دیوار پر کون کون سی تصویریں بنیں۔ غور کرنے سے ذہن میں کائناتی قوانین کا ادراک ہو گا، انشاء اللہ۔ آپ نے جو سمجھا ''ماہنامہ قلندر شعور'' کو لکھ کر بھیج دیجئے۔

ذہن دیوار پر بننے والی کچھ تصویروں کو پہچان لیتا ہے۔ ان کے علاوہ اور بہت سے نقوش بھی دیوار پر ہیں لیکن ذہن ان کو کوئی نام نہیں دیتا۔ یعنی ذہن نے صرف ان اطلاعات کو قبول کیا جن سے واقف ہے۔ وہ اطلاعات جنہیں ذہن کوئی معنی نہ پہنا سکا، معنی پہنانے والے کے لئے غیر اہم ہیں۔ حقیقت پسندانہ طرزِ عمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بے شمار مخلوقات کا تذکرہ فرمایا ہے۔ کیا وجہ ہے کہ

★ فرشتے ہمیں دکھائی نہیں دیتے؟

★ جنات کی دنیا ہماری نگاہوں سے اوجھل ہے؟

★ اللہ تعالیٰ نے آسمان کو بروج سے زینت بخشی ہے لیکن ہماری نگاہیں ان کا مشاہدہ کیوں نہیں کرتیں؟

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام باعثِ تخلیقِ کائنات ہیں — کائنات آپؐ کے لئے مسخر ہے۔ رحمت للعالمینؐ کی حیات طیبہ سے ایک اور واقعہ پیشِ خدمت ہے جس میں اطلاعات پر تصرف کا اظہار ہوتا ہے۔

''ابولہب کی بیوی امِ جمیل جس کا نام اروٰی تھا ابوسفیان کی بیٹی تھی۔ وہ اپنے شوہر کے ساتھ مل کر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانے کی مہم میں پیش پیش تھی۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے راستہ میں اور ان کے دروازہ پر کانٹے ڈال دیا کرتی تھی۔ اس مذموم فعل پر قرآن میں سورۂ لہب نازل ہوئی۔ امِ جمیل کو جب یہ معلوم ہوا کہ اس کی اور اس کے شوہر کی مذمت میں آیات نازل ہوئی ہیں تو وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تلاش کرتی ہوئی خانہ کعبہ پہنچ گئی۔ اس کے ہاتھ میں پتھر تھے جو وہ سنگ باری کے لیے لائی تھی۔ سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ اس وقت حضرت ابو بکر صدیقؓ موجود تھے۔ وہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس آئی اور پوچھا کہ تمہارا ساتھی کہاں ہے؟ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ میری ہجو (بدگوئی) کرتا ہے۔ اگر میں نے اس کو ڈھونڈ لیا تو یہ پتھر اس کے منہ پر دے ماروں گی۔ اس شور شرابے کے بعد وہ چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دریافت کیا کہ کیا وہ آپؐ کو دیکھ نہیں رہی تھی۔ حضور پاکؐ نے فرمایا کہ اللہ نے اس کو وقتی طور پر اندھا کر دیا تھا۔"

(کتاب: محمد رسول اللہؐ جلد اول)

عاشقِ رسولؐ — علامہ اقبالؒ کی شاعری میں دیکھنے کے براہ راست طرز کے حصول کی ترغیب ملتی ہے۔

نگاہ وہ نہیں جو سرخ و زرد پہچانے
نگاہ وہ ہے کہ محتاج مہر و ماہ نہیں
فرنگ سے بہت آگے ہے منزل مومن
قدم اٹھا! یہ مقام انتہائے راہ نہیں

نظریہ رنگ و نور کی کلاس کے دوران مرشد کریم عظیمی صاحب نے تجربہ کروایا۔ تجربہ اس طرح سے تھا کہ ہم نے پانی سے بھرا ہوا گلاس لیا اور صاف ستھری سفید دیوار منتخب کر کے چھ یا سات فٹ کے فاصلہ سے پانی سفید دیوار پر پھینکا۔ پانی کے ٹکرانے سے دیوار پر مختلف تصویریں نظر آئیں۔ تصویروں کو غور سے دیکھا — معلوم ہوا کہ کہیں آدمی کی تصویر ہے، کہیں درخت بن گیا ہے، کہیں گائے کھڑی ہے، کہیں سورج اور سورج سے کرنوں کا اخراج نظر آیا۔ جب تک پانی گلاس میں موجود تھا، تصویریں پانی میں مخفی تھیں۔ انہیں پانی کے علاوہ کوئی دوسرا نام نہیں دیا جا سکتا — پانی میں موجود تصویروں کا مظاہرہ ہوگیا۔ قارئین یہ مشق نہایت فکر طلب ہے۔ آپ بھی کیجئے اور بتائیے کہ دیوار پر کون کون سی تصویریں بنیں۔ غور کرنے سے کائناتی قوانین کا ادراک ہوگا۔ آپ نے جو سمجھا، لکھ کر "ماہنامہ قلندر شعور" کو بھیج دیجئے۔

بابا عبیداللہ خاں درانیؒ

★ قطرہ کا دریا میں ملنا بڑی بات نہیں، سب کو انا للہ وانا الیہ راجعون ہونا ہے۔ بڑی بات بندگی ہے۔

★ بہترین صالح عمل خدمت خلق ہے۔

★ تم لوگوں کو دیکھ کر عبرت پکڑو، ایسا نہ ہو کہ لوگ تمہیں دیکھ کر عبرت پکڑیں۔

★ اصل زندگی موت کے بعد شروع ہوتی ہے۔ بندہ کو یقین ہونا چاہئے کہ اسے خالق سے ملنا ہے۔

صبح کا تعارف کیسے ہو جو اندھیرے کو اجالا کرتی ہے۔ صبح صادق — صدق سے آراستہ ہوتی ہے۔ اجالا مہر و رحمت بن کر پھیلتا ہے اور نقیب سحر بنتا ہے۔

یہی حال ان گدایانِ محبت کا ہے جن کا وجود، ظلمت سے نور میں لانے کا ضامن ہے، جن کی حیات دوسروں کے دکھ درد کا مداوا کرتی ہے اور جن کے لیل ونہار اللہ کی یاد سے وابستہ، اس کی نشانیوں میں غور وفکر کرتے ہوئے اور خدمت خلق میں گزرتے ہیں۔

اللہ والوں کی نگاہِ محبت بیداری کا پیغام دیتی ہے۔ قدرت جب مخلوق کو اپنے کسی دوست سے متعارف کراتی ہے تو ایک مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ اس نعمت کی قدر کریں اور رب کی عنایت پر شکرگزار ہوں۔

مضمون میں تعارف ایسی ہستی کا ہے جو محبت و خلوص اور وفا کی تصویر ہے۔ جس نے خاص ہو کر عوام میں زندگی گزاری ہے۔ ایسے میں ضروری ہے کہ لطیف انسان سے واقف ہونے کے لئے لطافتوں کی دنیا میں داخل ہوں۔

فقیر کا وجود باعث رحمت ومحبت ہوتا ہے۔ کبھی ان کا شفقت سے سر پر ہاتھ رکھ دینا، کبھی آنکھوں سے محبت انڈیل دینا یا تشفی کی بات کہہ دینا بے اثر نہیں ہوتا۔ یہ تمہید دراصل اللہ کے دوستوں کے تعارف کی کوشش ہے۔ ان پاکیزہ نفس ہستیوں میں ایک بابا عبیداللہ درانیؒ ہیں۔

بابا عبیداللہ درانیؒ 1906ء میں مدراس میں پیدا ہوئے۔ سلسلہ نسب براہِ راست احمد شاہ ابدالی سے ملتا ہے۔ دادی اور والدہ، حضرت بندہ نواز گیسو درازؒ کے خاندان سے ہیں۔ والد — خان بہادر محمد حبیب اللہ خاں درانی، بابا تاج الدین ناگپوریؒ کے عقیدت مند تھے۔ اکثر ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔

بابا تاج الدینؒ سے انہیں پگڑی بھی عنایت ہوئی۔

بابا درانیؒ روشن ضمیر ہستی ہیں۔ عالمِ رنگ و بو میں اپنی پیدائش سے متعلق ایک روز والدہ سے پوچھا—

''اماں! یہ کیا بات ہے جب میں پیدا ہو رہا تھا تو گھر کے آنگن کے لانبی پھلیوں والے گل مہر کے درخت پر بیٹھا، خود کو پیدا ہوتے دیکھ رہا تھا۔''

گملے میں صدف کے پودے پر کیڑا بیٹھا تھا۔ بابا درانیؒ نے نظریں کیڑے پر جما دیں اور دیکھا کہ کیڑا کھاتا اور چلتا کیسے ہے۔ کیڑا پتے کی طرح سبز تھا۔ آدھا گھنٹہ انہماک میں گزر گیا۔ درانی باباؒ نے محسوس کیا کہ اب کیڑا سوکھتا جا رہا ہے اور گھنٹہ بھر میں چھوٹی باریک تیلی کی طرح ہو گیا۔ اس کے بعد کھلا— پر نکلے— کیڑے نے پر پھیلائے اور خوب صورت تتلی بن کر اڑ گیا۔ اس منظر سے بابا درانیؒ کے قلب و دماغ پر یہ نقش ہو گیا کہ جسم خول ہے —روح، خول میں خوب صورت تتلی ہے۔ اگر خول ٹوٹ جائے تو ہم آزاد ہو جائیں گے۔

بابا درانیؒ کے اندر کائنات اور اپنی حقیقت کی تلاش کا جذبہ پیدا ہوا۔ وہ دیگر مذاہب کی مجالس میں بھی شریک ہوتے تھے۔

بے قراری و بے چینی میں کیفیت یہ تھی کہ آٹھ آٹھ روز کھانا نہ کھاتے۔ اضطراب بڑھا تو ایک روز سائنس لیبارٹری سے کافی مقدار میں پوٹاشیم سائنائڈ کھالی لیکن زہر نے جسم پر اثر نہیں کیا۔ کچھ عرصہ بعد درانی باباؒ ناگپور تاج الدین باباؒ کے پاس پہنچے تو انہوں نے فرمایا،

''ارے کیا اس دنیا میں اپنی مرضی سے آیا تھا جو سمجھتا ہے کہ اپنی مرضی سے دنیا چھوڑ سکتا ہے۔''

بابا تاج الدین ناگپوریؒ کا فرمان درانی صاحبؒ کے لئے عرفانِ حق کا موجب بن گیا۔ دل کسی صورت مادی مظاہر میں نہیں لگتا تھا۔ دلچسپیاں ختم ہو گئیں۔

ناگپور پہنچنے کا واقعہ اس طرح سے ہے کہ جس وقت بابا درانیؒ ناگپور پہنچے، شام کا وقت تھا۔ بابا تاج الدین ناگپوریؒ گھوڑے پر سوار سیر کرنے نکلے تھے۔ اردگرد خلقت کا ہجوم تھا۔ نظر بابا تاج الدینؒ پڑی تو دل کی آنکھ نے وہ کچھ دیکھا جس کا بیان کرنا شعور سے ماورا ہے۔

حضرت عبیداللہ درانیؒ پر روشن ہوا کہ آئینۂ ذات نے باطنی کیفیت کا مشاہدہ کیا ہے۔ ساتھ ہی واضح ہوا کہ ذاتِ مطلق ایک ہے۔

ناگپور میں دو دن گزرے تھے کہ ایک دن وہ لوگوں کے ہمراہ بابا تاج الدینؒ کی سواری کے پیچھے دوڑنے لگے۔ بابا تاج الدینؒ نے ان کی کمر کو تین مرتبہ تھپکا۔ بابا تاج الدینؒ کے ہاتھوں کی تاثیر سے بابا درانیؒ کی کیفیت بدلنا شروع ہوئی۔ خاموشی اختیار کی اور

جذب طاری ہوگیا۔ کپڑوں کا ہوش رہا نہ کھانے پینے کا۔ مستی، لذتِ حسن، عشق کی تڑپ تھی۔ کیف و سرور میں دو سال گزر گئے۔

والد صاحب بیٹے کو لے کر بابا تاج الدینؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ کہ آپ نے میرے بچے کو کیا کردیا ہے۔

بابا تاج الدینؒ مسکرائے اور فرمایا:

''اچھا کمبل اٹھا دیتے ہیں۔''

درانی باباؒ پر جذب کی کیفیت ختم ہوگئی۔

بابا درانیؒ کو تعلیم کے علاوہ فوٹو گرافی، مصوری اور باغ بانی سے لگاؤ تھا۔ ایک تصویر بنائی جس میں دل کھلا ہوا دکھایا—دل کے اندر شمع روشن تھی۔ پہلو میں غالبؔ کا شعر تحریر تھا۔

اس نو بہارِ ناز کو تاکے ہے پھر نگاہ
چہرہ فروغ مے سے گلستاں کئے ہوئے

باباصاحبؒ ذہین تھے اور مظاہر قدرت میں غور وفکر کی وجہ سے نئی نئی اختراعات کرتے تھے۔ انہوں نے کچھ اختراعات گورنمنٹ آف انڈیا کو پیش کیں، انعام میں وہ اعلیٰ تعلیم کے لئے انگلستان بھیج دیئے گئے جہاں انہوں نے الیکٹریکل انجینیئرنگ کی ڈگری حاصل کی۔

اختراعات میں ایک ڈبا یسا تھا جسے چور کھولنے کی کوشش کرتا تو ہتھکڑی لگ جاتی اور اٹھا کر بھاگنے کی کوشش کرتا تو ڈبے میں سے مرچیں نکل کر آنکھوں کو متاثر کرتیں۔ ایک اور اختراع وہ جادوئی ڈبا تھا جس میں چابی نہ تھی بلکہ وہ مخصوص فرد کی آواز سے کھلتا تھا۔

انگلستان میں قیام کے دوران انہوں نے موٹروں کے سگنل بنائے جس کی بنیاد پر انگلستان کے موجودہ سگنل کا نظام ہے۔

واپس آئے تو شدت سے محسوس کیا کہ علی گڑھ یونی ورسٹی میں انجینیئرنگ کی تعلیم کا مستقل ادارہ شروع کیا جائے۔ تقریباً دو سال کی جدوجہد کے بعد بابا درانیؒ علی گڑھ میں پولی ٹیکنک انسٹی ٹیوٹ بنانے میں کام یاب ہو گئے جو بعد میں انجینیئرنگ کالج بن گیا۔ بابا درانیؒ تن من سے ایک ہی دُھن میں تھے کہ ملک وقوم کی خدمت کی جائے۔ قوموں کے نصب العین کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ،

''منزل اگر سامنے ہو، کس شوق سے قدم اٹھتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ منزل خود بخود چلی آرہی ہے۔ لیکن اگر فرد یا ملت کے پاس نصب العین نہیں تو وہ لوگ بھٹکے ہوئے جانور نظر آتے ہیں اور ان کی زندگی شعور سے عاری ہوتی ہے۔''

ایک دفعہ علی گڑھ یونی ورسٹی نے بابا عبیداللہ درانیؒ کو کلکتہ بھیجا کہ دوسری جنگ عظیم کا بچا ہوا زائد سامان

کالج کے لئے مل سکے۔ واپسی میں ٹرک حادثہ کا شکار ہو گیا۔ ہسپتال میں ڈاکٹروں نے بابا عبیداللہ درانیؒ کو مردہ قرار دے دیا۔ چار پانچ منٹ کے بعد جسم میں زندگی کے آثار نمایاں ہوئے۔ ڈاکٹروں کے لئے یہ انہونی بات تھی۔

یہ وہ زمانہ تھا جب بابا درانیؒ کا تاج الدین باباؒ کے ایک خلیفہ بابا قادر اولیاؒ سے تعلق قائم ہو چکا تھا۔ انہیں بابا قادرؒ کے پاس جاتے ہوئے شرمندگی محسوس ہوتی تھی کہ بیعت میں ہونے کے باوجود مرید روحانی تقاضوں سے لاپرواہ ہے۔ ایک روز ہمت کر کے خدمت میں حاضر ہوئے تو بابا قادر اولیاؒ نے فرمایا:

''کوئل بھولا پرندہ ہے، انڈے کوّے کے گھونسلے میں رکھ دیتی ہے۔ کوّا اپنے انڈے سمجھ کر بچے پالتا ہے۔ جب بچوں کے پر نکل آتے ہیں تو کوئل ایک آواز دیتی ہے اور بچے اڑ کر ماں کے پاس چلے جاتے ہیں۔''

بابا تاج الدینؒ کو عالمِ دنیا سے پردہ کیے ہوئے تیئیس (23) سال گزر چکے تھے۔ درانی باباؒ کو ٹی بی کا عارضہ لاحق ہوا۔ علاج کے لئے وجیا نگر کی بستی قادر نگر میں بابا قادر اولیاؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جسم پر پلاسٹر بندھا ہوا تھا۔ انہیں اسٹریچر پر وہاں لے جایا گیا۔

شام کا وقت تھا۔ بابا قادر اولیاؒ نے درانی باباؒ کو دیکھ کر فرمایا،

''ایک مسافر بڑے شان دار جہاز میں سفر کر رہا تھا۔ اس جہاز کو غروب ہونا تھا— وہ غروب ہو گیا۔ بیمار مسافر ایک تختہ پر بھوکا پیاسا موجوں کے تھپیڑے کھاتا رہا پھر ایک اور جہاز نے آکر اسے اٹھالیا۔''

اس کے بعد وہ براہ راست بابا عبیداللہ درانیؒ سے مخاطب ہوئے،

''انسان اشرف المخلوقات ہے، ٹی بی کے چھوٹے چھوٹے کیڑے اشرف مخلوق کو کیسے کھا سکتے ہیں—؟

مزید فرمایا— ''دیکھو بڑا کیڑا چھوٹے کیڑوں کو کھا جاتا ہے۔ یہ بڑا کیڑا غمِ عشق ہے۔''

یوں عشق کے ذریعے حیاتِ نو کی بشارت دینے کے بعد قادر باباؒ نے پیار سے فرمایا، رات ہو رہی ہے۔ ادھر ہی ستالو، کل دیکھا جائے گا۔

قادر باباؒ ایک کے بعد ایک دن بابا درانیؒ کو روکتے رہے۔ اس دوران ظاہری طور پر کوئی علاج نہیں کیا گیا۔ علاج بس یہی تھا کہ بابا قادر اولیاؒ دربار آتے تو ایک آدھ محبت کی بات کر لیتے یا شفقت کی نگاہ ڈال کر گزر جاتے۔

چھ ماہ گزر گئے تو ایک دن درانی صاحبؒ سے پوچھا،

یہ پلاسٹر سا کیا ہے جی—؟

اور پلاسٹر کٹوا دیا۔ رفتہ رفتہ بٹھانا اور پھر ٹہلانا شروع کیا۔ بابا قادر اولیاؒ پہاڑوں اور جنگل کی سیر کو نکلتے تو درانی باباؒ کو ساتھ لے جاتے تھے۔ اس سفر میں انہیں ادراک کی منازل طے کرائی گئیں۔

بابا عبیداللہ درانیؒ نے اپنی انگریزی کتاب ''Whither Ye Sadhu'' میں لکھا ہے،

''جن خوش قسمتوں کے مقدر میں اس دنیا میں ہی روح کا شعور حاصل ہونا مقرر ہے، ان کو بصیرت حاصل ہونے کے بعد ہی شیخ کے کرم و احسان کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ اس وقت معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح ماں کے پیٹ میں بچہ جسمانی ارتقا کی منازل طے کرتا ہے اسی طرح شیخ کی شفقت میں روحانی ارتقا ممکن ہے۔ ایک دفعہ پیدائشِ روحانی ہو جائے تو اس کے بعد روح کی جوانی کا زمانہ آتا ہے۔ اب محبوب کا ساتھ اور وصال کی لذت سے اس متلاشی حق میں وہ کیف و انبساط پیدا ہوتا ہے اور اسے ایسی خوش بو کا احساس ہوتا ہے کہ دل چاہتا ہے کہ خوش بو کو سارے عالم میں اس طرح عام کر دے کہ سات طبق نیچے اور سات طبق اوپر صدیقوں کی جماعت تک یہ خوش بو پھیل جائے۔ چناں چہ اس خوش بو کو لیے ہوئے وہ قریہ قریہ، کوچہ کوچہ صدیقوں کی تلاش میں پھرتا ہے۔ اس سفر میں سالک میں خدمت خلق کا جذبہ اور حقیقت کو نشر کرنے کی بے تابی ہوتی ہے۔''

اسی کتاب سے ایک اور اقتباس پیشِ خدمت ہے،

''دنیاوی تگ و دو، کوشش اور کامیابی کا راز باطن میں موجود ہے۔ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ— جس نے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا۔ صرف جسم، دماغ اور ظاہر کو منزل سمجھا تو یہ محدودیت ہے۔ اگر فرد نے اپنی حقیقت اور باطن کی طرف رجوع کرلیا تو حقیقت شناسی کی راہ کھلتی جاتی ہے۔ ظاہر، حقیقت کا عکس اور سایہ ہے— باطن حق کا آئینہ ہے۔ حق اور حقیقت وہی ہے جس پر اعتماد ہو، بھروسہ ہو، ایمان ہو۔ ایمان محبوب کی محبت تو ایقان محبوب کے ساتھ اکائی حاصل ہو جانے میں ہے۔ یہ یقین کا مقام ہے جو عشق کی صداقت کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔

درانی باباؒ نے اپنے شیخ بابا قادر اولیاؒ کے حکم سے کچھ عرصہ کراچی میں قیام کیا اور پھر پشاور کی راہ لی۔ پشاور میں قیام کے دوران خدمت خلق میں مصروف ہو گئے۔ انہوں نے 1954ء سے 1970ء تک انجینیئرنگ کالج پشاور میں بحیثیت پرنسپل خدمات بھی انجام دیں۔1990ء میں وصال ہوا۔

حضرت عبیداللہ درانیؒ فرماتے ہیں کہ راز حیات قلب میں چھپا ہوا ہے۔ روحانی طاقت کے طفیل دل کی کلی کھلتی ہے تو زندگی کی مشکلات کا احساس ختم ہو جاتا ہے۔ آدمی دل کے اندر ایسی قوت پاتا ہے جو کیف کے ساتھ بلندی کی طرف لے جاتی ہے۔ حیات کے جوہر سے ہم آہنگ ہو کر آدمی انسان بنتا ہے۔ طالب کے مزاج میں سادگی ہو، پچھلے تصورات دخل اندازی نہ کریں اور وہ خلوص و محبت سے حق کی تلاش میں سرگرداں ہو تو اللہ کے کرم سے کامیابی نصیب ہوتی ہے۔ خلوص، محبت، انہماکِ کار اور جذبۂ ایثار دل کی دنیا کی چند گلیاں ہیں مگر اس کی شاہ راہ کچھ اور ہے۔ فقرا طالبان حق کے دلوں میں یقین پیدا کر کے انہیں بیدار کرتے ہیں۔ پھر حقیقت کے بے پایاں سمندر میں گم کر دیتے ہیں تاکہ حی القیوم سے واقف کرا دیں۔ ھوالحی القیوم — ایمان جوہر حیات ہے۔ جس طرح جسم زیست کا طالب اور پابند ہے اسی طرح زیست بھی حیات کے جوہر کی پابند ہے۔

باباعبیداللہ درانیؒ فرماتے ہیں

★ ''میں'' کی جگہ ''ہم'' کہہ کر دعا کریں۔ قوم کا بیڑا پار ہو تو افراد کا بھی ہو جاتا ہے۔ جمعیت میں برکت ہے۔ جو کام کریں، جمعیت کی خاطر۔ یہی اسلام کی اصل روح ہے۔

★ عقیدہ کہو یا ایمان، جب تک ایک وجود کے مرکز پر قائم نہ ہو — تب تک سب باتیں ہوائی ہیں۔ اللہ سے کس طرح محبت کی جا سکتی ہے — روشنی سے کیسے محبت کریں — ؟ محبت روشنی کے مظہر سے ہو سکتی ہے، چراغ سے ہو سکتی ہے۔

★ ایک راز کی بات مجھ سے سن لو جو میدانِ فقر میں میرے چالیس سال کی جدوجہد کا نچوڑ ہے۔ وہ یہ ہے کہ جو کچھ ہے بس اللہ اللہ میں ہے۔ نہ اس سے آگے کچھ ہے نہ اس سے پیچھے کچھ ہے اور نہ اس کے ماسوا کچھ ہے۔ جس نے اس راز کو پا لیا وہ عارف بن گیا۔

★ راضی ہو جانے میں جو حکمت ہے وہ کسی چیز میں نہیں، یہ بلند ترین مقام ہے۔

★ آدمی کو بہت کچھ مل سکتا ہے مگر اس وقت جب وہ خالی اور صاف جھولی لے کر آئے۔ جب پہلے سے ہی بہت کچھ بھرا ہوا ہو تو اور کیا مل سکتا ہے۔ سب سے بڑی رکاوٹ خود نفس ہے۔

سراب

★ جن لوگوں نے کفر کیا ان کی مثال ایسی ہے جیسے دشت بے آب میں سراب کہ پیاسا اس کو پانی سمجھے ہوئے تھا مگر جب وہاں پہنچا تو کچھ نہ پایا بلکہ اس نے اللہ کو موجود پایا، جس نے اس کا پورا حساب چکا دیا۔ (النور:۳۹)

★ وہ لوگ گمراہی کا شکار ہو جاتے ہیں جو مظاہر فطرت کی عبادت کرتے ہیں۔ (یجروید، ادھیائے ۴۰، منتر ۹)

★ تم کو خدا کی بادشاہی کے بھیدوں کی سمجھ دی گئی ہے مگر اوروں کو تمثیلوں میں سنایا جاتا ہے تاکہ دیکھتے ہوئے نہ دیکھیں اور سنتے ہوئے نہ سمجھیں۔ (انجیل لوقا: باب ۸، آیت ۱۰)

★ یہ جھالر تمہارے لئے ایسی ہو کہ جب تم اسے دیکھو تو خداوند کے سب حکموں کو یاد کر کے ان پر عمل کرو اور اپنے دل اور آنکھوں کی خواہشوں کی پیروی میں نافرمانی نہ کرتے پھرو، جیسا کرتے آئے ہو۔

(توریت: کتاب استثنا، باب ۱۵، آیت ۳۹)

موجودہ دور سائنس و ٹیکنالوجی کا ہے۔ زمینی، فضائی اور سمندری سفر، کاشت کاری، غذا اور حفظانِ صحت، تعلیم و تربیت، تحقیق و جستجو، میڈیا و ذرائع ابلاغ، ملکی دفاع اور نظم و نسق، غرض یہ کہ زندگی کے ہر شعبہ میں صنعت و حرفت اور جدید کمپیوٹر کا دور دورہ ہے۔

گلیلیو کے دور سے ماہرین فلکیات کی خواہش رہی ہے کہ کہکشاؤں کی وسعتوں اور گہرائیوں سے واقف ہوں۔ کمپیوٹر کے صنعتی استعمال سے جہاں دوسری صنعتوں کو ترقی ملی، وہیں علوم فلکیات کے میدان میں دوربینوں کی ایجادات سے صدیوں پر محیط سفر میں تیزی آ گئی۔

بصری نظام جو کبھی فقط آدھ انچ مادی آنکھ تک محدود تھا، وہ (شکل نمبر 5 کے مطابق) کروی آئینہ اور عدسوں سے گزرتا ہوا طاقت ور ہشت پہلو آئینہ کی شکل میں ڈھل گیا اور محققین کے لئے روشنی کی کثیر مقدار اکٹھی (Focus) کر کے کہکشانی نظام کے مفصل نقشے تیار کرنا ممکن ہو گیا۔

شیشہ کی ٹیکنالوجی میں ترقی ہوئی — ساتھ ہی ساتھ کمپیوٹر ٹیکنالوجی کی مدد سے تیار شدہ آئینے اور عدسوں کی سطح کے ہموار پن میں انتہائی حد تک درستی بھی حاصل ہونے لگی۔

دستی دوربین کے دو انچ بڑے عدسے سے لے کر کئی میٹر بڑے آئینوں کا ارضیاتی رصدگاہوں میں استعمال

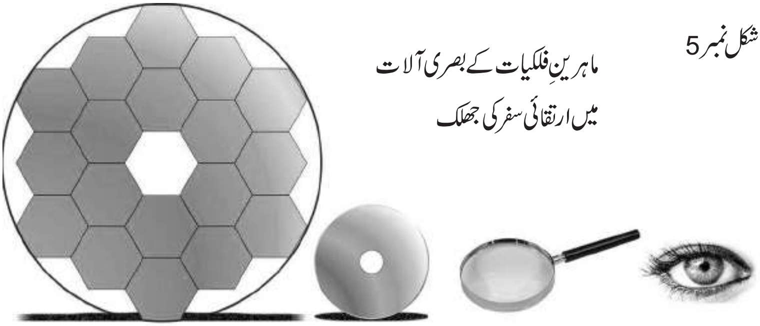

شکل نمبر 5

ماہرینِ فلکیات کے بصری آلات
میں ارتقائی سفر کی جھلک

شروع ہوا۔ کہکشانی وسعتوں میں بلیک ہول اور تاریک مادہ وتوانائی کے شواہد سامنے آئے۔

ماہرین فلکیات نے محسوس کیا کہ مشاہداتی نظام میں کمی ہے۔ یہ وہ دور تھا جب ہبل نامی دوربین کو 1990ء میں سطح زمین سے دور خلاؤں میں نصب کیا گیا۔ بتایا جاتا ہے کہ دیگر ارضی دوربینوں کے برعکس ہبل دوربین زمین کے اطراف، تقریباً شمالاً جنوباً محو گردش ہے۔ ایسا نہیں تھا کہ کرۂ ارض پر دوربینوں کی تنصیبات کو خطرہ لاحق تھا۔ درحقیقت بڑی تعداد میں ایک کے بعد ایک دوربین نے علوم فلکیات کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔

ہبل کی خلا میں تنصیب کا بڑا فائدہ یہ ہوا کہ وہ روشنیاں جو زمین پر نصب شدہ دوربین تک زمین کی فضائی آلودگی کے سبب نہیں پہنچ پاتی تھیں، ہبل سے دکھائی دینے لگیں۔

زمین کی فضا، سطح زمین سے لے کر کئی سو میل تک کثیف ولطیف ذرات پر مشتمل ہے۔ ایک طرف ان ذرات پر مبنی مختلف سطحیں زمین کو مضر خلائی شعاعوں سے محفوظ رکھتی ہیں، وہیں دور دراز ستاروں اور سیاروں سے آنے والی مبہم روشنیوں کو بھی روک لیتی ہیں۔ بالفرض روشنی کی کوئی کرن سطح زمین پر نصب شدہ فلکیاتی آلات تک پہنچ بھی جائے تو شدت میں کمی یا ابہام کی وجہ سے اطلاعات کا اخذ کرنا محال ہے۔

ناسا کے خلائی مشن میں ہبل، طویل دورانیہ کا انتہائی کام یاب پروجیکٹ مانا جاتا ہے۔ ہبل سے لاکھوں تصاویر موصول ہو چکی ہیں جن سے خلائی وسعتوں کے چھپے ہوئے کئی حصے ہمارے سامنے روشن ہوئے ہیں۔ اس کی مدد سے کائنات کی پیدائش، انتہائی درجہ کے ایٹمی ذرات اور خلاؤں میں پھیلی ہوئی تاریک توانائی کے منبع کی وضاحت ہوئی۔

ہبل سے جہاں محققین کے زاویۂ نگاہ میں تبدیلی رونما ہوئی وہیں گزشتہ نظریات کی توثیق میں بھی مدد ملی۔ ہبل سے موصول ہونے والی تصاویر زمینی فضائی آلودگی سے پاک، واضح، شفاف اور انتہائی مفصل ہیں۔ مستقبل کے

فلکیات دانوں کے لئے ہبل کا بے پناہ ڈیٹا بہت سے سربستہ رازوں سے پردہ اٹھانے میں معاون ہوگا۔

کائنات کا صحیح دور پیدائش اور پیدائشی عناصر میں کارفرما جزویات کی تفصیل ہبل سے موصول شدہ تصاویر سے حاصل کی جاسکتی ہیں۔ جہاں پہلے یہ مانا جاتا تھا کہ کائنات کی تاریخ پیدائش قریب 10 سے 20 بلین سال ہے — بے یقینی کا یہ دورانیہ کم ہوکر فقط 13 سے 14 بلین سال رہ گیا ہے۔

بیسویں صدی کے ادوار میں ماہرین فلکیات نے مشاہدہ کیا کہ کائنات پھیل رہی ہے۔ سب کے ذہنوں میں ایک ہی سوال تھا—

آخر اس کا محرک کیا ہے اور اس میں توازن کس بنیاد پر ہے اور کہاں پھیل رہی ہے—؟

توانائی کے ذرائع کا یہ انجان منبع زمینی دوربین سے نظر آنا ممکن نہیں تھا۔ یہ طبقات در طبقات توانائی کے تاریک اور بڑی جسامت والے بادلوں کی صورت میں دور خلائی وسعتوں میں چھپا رہا۔ ہبل نے موجودگی کی نہ صرف تصدیق کی بلکہ بادلوں کے خدوخال اور حدود اربعہ کا بھی شمار فراہم کیا ہے۔

کہکشاؤں کی تخلیق، شمسی نظام کے درجہ بدرجہ نمو، طفلی دور سے لے کر جواں دور میں داخل ہوتے ہوئے ستارے، مرتے ہوئے ستاروں کی عکس بندی— غرض ہبل کی مدد سے بہت سے شواہد سامنے آئے۔ فلکیاتی تحقیق و تلاش کے نظریات مخمصہ کا شکار تھے، اب ان کے تسلی بخش جواب معلوم کیے جاسکتے ہیں۔

ہبل سے فراہم ہونے والی تصاویر پر محققین حیران ہیں کہ کیسے ایک کروی (Curved) سطح کی شکل کے گرد گیس اور خاک (Nebula) کا بادل گھومتا ہے۔ ہبل نے پیدائش کے اس اسٹیج سے اگلے اسٹیج میں فلکی اجرام کو بیضوی انڈے کی شکل میں بالغ ہونے کی تصاویر بھی فراہم کیں۔

خلائی وسعتوں میں جہاں شمسی نظام یا تارے موت کے آخری مراحل میں ہوتے ہیں، وہاں بڑے دھما کے کے ساتھ بکھر جانے والے سنگلاخ ٹکڑے نظر آتے ہیں — ہبل دوربین نے گیما شعاعوں کی بے پناہ طاقت کے منبع کی بھی نشان دہی کی ہے۔

یاد رہے کہ گیما شعاعوں کی موجودگی مرتعش امواج یا Shock Waves کی غماز ہے۔ شاک ویوز میں توانائی کی مقدار زیادہ بھی ہوتی ہے اور کم بھی۔ یہ ہے ہبل دوربین سے حاصل ہونے والی اطلاعات کی ایک ہلکی جھلک!

محققین نے اس خلائی لیبارٹری سے حاصل شدہ ڈیٹا اور تجزیات پر مشتمل دس ہزار سے زائد تحقیقی مضامین شائع کیے ہیں۔ اس دوربین یا خلائی رصدگاہ کی فعالیت سے استفادہ کرنے کے لئے مخصوص پالیسی

بنائی گئی ہے۔ ماہرین فلکیات اسے اپنے اپنے ملک میں بیٹھ کر استعمال کر سکتے ہیں۔ اس پالیسی نے ہبل کی فعالیت کو دو چند کر دیا۔

ماہرین فلکیات کی کوئی بھی ٹیم اپنی تجاویز ہبل دوربین کے ادارہ کو بھیج سکتی ہے۔ ماہرین مشاہدہ کے نتائج پر غور کر کے دوربین کے استعمال کا مخصوص وقت متعلقہ ماہرین فلکیات کو مہیا کرتے ہیں۔

تجربہ مکمل ہوتا ہے تو حاصل ہونے والے مشاہدات سے مفید اور نئے نظریات وضع کرنے کے لئے متعلقہ ماہرین فلکیات ایک سال کی مدت میں تحقیقی مضمون شائع کرتے ہیں اور ڈیٹا بقیہ کمیونٹی کے لئے جاری کر دیا جاتا ہے۔

اس پالیسی سے دوسرے ماہرین حاصل شدہ ڈیٹا کے ایسے گوشوں کو بھی کھنگالتے ہیں جو اصل تجاویز میں شامل نہیں ہوتے ۔ یہاں سے نتائج اور نظریات کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

وہ ڈیٹا جو ایک کمیونٹی تک محدود تھا دنیا بھر کی فلکیاتی ٹیموں اور ارضی رصدگاہوں میں تقسیم ہو جاتا ہے جس پر فلکیات دان، طبیعات دان، کیمیا دان، حساب دان، حیاتیات و جینیات کے محققین وغیرہ اپنے اپنے مطمحِ نظر سے قوانین مرتب کرتے ہیں اور معلومات کا تبادلہ کرتے ہیں۔ اس طرح پیش کردہ نظریات کی تصدیق کی جاتی ہے۔

▲ قارئین جاننا چاہتے ہوں گے کہ آخر ارضی اور فلکی دوربین میں اتنا بڑا فرق کیسے واقع ہو رہا ہے۔ مشہود ایک ہے تو مشاہدہ میں تبدیلی کیوں کر ممکن ہوئی؟

ابتدائی دور کی دوربین کا سب سے بڑا چیلنج خود زمینی فضا تھی — زمینی فضا نے بڑے خول کی شکل میں کرۂ ارض کو ڈھانپ رکھا ہے۔ سورج کے نکلنے، ڈوبنے، موسموں کے تغیر اور ماحولیاتی آلودگی سے، فضائی خول کیفیات یا شفافیت کے تغیرات میں سے گزرتا رہتا ہے اور یہ تغیر یکساں نہیں ہے۔ اگر زمینی خول کو عمودی افقی طور پر تقسیم کیا جائے تو مختلف فضائی قطعات الگ الگ کیفیات وخصوصیات کے حامل ہیں۔ وقت (دن، ہفتہ، مہینے اور سالوں) کے ساتھ ان میں عارضی و مستقل تغیر رونما ہوتا رہتا ہے۔ ▲

مثال: سخت گرمی میں طویل سڑک پر ڈرائیونگ کرتے ہوئے نگاہ سڑک سے ایک فٹ اوپر تک جاتی ہے تو لگتا ہے کہ پانی بکھرا ہوا ہے جب کہ ایسا نہیں ہوتا۔ درحقیقت گرمی کی شدت سے سڑک سے اوپر کی جانب ہوا کے تقریباً ایک انچ موٹے قطعات بن جاتے ہیں۔ ان میں کثافت حدت کی مناسبت سے ہوتی ہے۔ سورج کی روشنی سڑک پر پڑنے سے پہلے ان گرم تہوں سے گزرتی ہے جن میں تپش غیر یکساں ہے۔ اس عمل سے آنکھوں پر منعکس ہونے والی لہروں سے پانی کا احساس ہوتا ہے، اسے سراب یا Mirage

کہتے ہیں۔ ڈرائیونگ کے دوران جوں جوں سراب کی جانب بڑھتے ہیں تو زاویۂ انعکاس بدلنے سے پانی نظر آنے کا احساس بھی بدل جاتا ہے۔

سراب—فریب نظر ہے۔ الہامی کتابوں میں فریبِ نظر کی وضاحت اس طرح بیان ہوئی ہے۔

''جن لوگوں نے کفر کیا ان کی مثال ایسی ہے جیسے دشت بے آب میں سراب کہ پیاسا اس کو پانی سمجھے ہوئے تھا مگر جب وہاں پہنچا تو کچھ نہ پایا بلکہ اس نے اللہ کو موجود پایا، جس نے اس کا پورا حساب چکا دیا۔ یا پھر اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے گہرے سمندر میں اندھیرا کہ اوپر ایک موج چھائی ہوئی ہے اس پر ایک اور موج، اور اس کے اوپر بادل۔ تاریکی پر تاریکی مسلط ہے، آدمی اپنا ہاتھ نکالے تو اسے بھی دیکھ نہ پائے۔ جسے اللہ نور نہ بخشے اس کے لئے پھر کوئی نور نہیں۔'' (النور: ۳۹۔۴۰)

اور تم دیکھتے ہو کہ وہ دیکھ رہے ہیں تمہاری طرف، لیکن وہ نہیں دیکھ رہے۔

(الاعراف: ۱۹۸)

تم پہاڑوں کو جامد دیکھتے ہو لیکن یہ بادلوں کی طرح اڑ رہے ہیں۔ (النمل: ۸۸)

وہ لوگ گم راہی کا شکار ہو جاتے ہیں جو مظاہر فطرت کی عبادت کرتے ہیں۔ (یجر وید، ادھیائے ۴۰، منتر ۹)

تم کو خدا کی بادشاہی کے بھیدوں کی سمجھ دی گئی ہے مگر اوروں کو تمثیلوں میں سنایا جاتا ہے تاکہ دیکھتے ہوئے نہ دیکھیں اور سنتے ہوئے نہ سمجھیں۔ (انجیل لوقا: باب ۸، آیت ۱۰)

یہ جھالر تمہارے لئے ایسی ہو کہ جب تم اسے دیکھو تو خداوند کے سب حکموں کو یاد کر کے ان پر عمل کرو اور اپنے دل اور آنکھوں کی خواہشوں کی پیروی میں نافرمانی نہ کرتے پھرو، جیسا کرتے آئے ہو۔ (توریت: کتاب استثنا، باب ۱۵، آیت ۳۹)

اسی طرح ارضی دوربین کا رخ رات کی تاریکی میں آسمان کی جانب کیا جاتا ہے تو درجہ حرارت اور فضائی کثافت کے مختلف قطعات سراب جیسا تاثر دیتے ہیں۔ یہ دور افتادہ تاروں، سیاروں، کہکشاؤں کے جھرمٹ سے آنے والی روشنی کے باریک نقطوں کو گھنا دیتے ہیں تو کبھی جھلملاہٹ کا تاثر پیدا ہوتا ہے۔

زیادہ تر یہ منتشر دکھائی دے کر کثیر التعداد روشنی کے نقطوں میں بھی بدلنے کا تاثر دیتے ہیں۔ اس طرح اطلاعات کی ماہیت بدل جاتی ہے۔ (قسط نمبر ۵)

PRIME PACK INDUSTRIES

Manufacturer of
Liner & Floating Paper

C-21, S.I.T.E
Hyderabad
Tel: 022-3880627
Fax: 022-3880381

نامے میرے نام

(آنکھ اور ہبل دوربین)

کرم فرما خواتین و حضرات نے ''ماہنامہ قلندر شعور'' کو دل کی گہرائیوں سے نہ صرف پسند کیا ہے بلکہ قبول فرما کر روپ بہروپ کو دلہن کا روپ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قارئین کی خدمت کی توفیق دیں۔ رابطہ کے قدیم و جدید وسائل کے ذریعہ موصول ہونے والے خطوط میں سے منتخب خطوط اور نام شائع کیے جا رہے ہیں۔

ڈاکٹر اعجاز احمد بٹ (حافظ آباد): 22 جنوری 2017ء کو ٹرین کے سفر میں ایک عظیمی خاتون کے پاس ''ماہنامہ قلندر شعور'' دیکھا، درخواست کر کے کچھ کچھ خوشہ چینی کی۔ سرورق اس کی علمی، فکری، تربیتی اور تعلیمی انفرادیت کا غماز ٹھہرا۔ واپس کیا تو بطور تحفہ مل گیا۔ بہت خوشی ہوئی۔ حمد و نعت لا جواب۔ پانچ زبانوں پر مشتمل تحریریں شامل اشاعت، اکتوبر 2016ء کے سرورق کی تشریح سمیت تمام سلسلے روحانی تربیت کو مہمیز کرتے ہیں۔ بچوں کے لئے بھی مضامین اہم تر سوچ کی تکمیل ہے۔ حضرت قلندر بابا اولیاءؒ کی ذات ہم پر احسان ہے۔ ایک پنجابی نعت ارسال ہے شامل کر لیں تو زہے نصیب۔ اکا دکا کمپوزنگ کی غلطی بوجہ پروف ریڈنگ رہ گئی۔ عنوانات کو اگر نمایاں صورت دی جائے اور کمپوزنگ باریک نمبر کی ہو تو مواد زیادہ سمیٹا جا سکتا ہے۔ اجازت ہو تو مزید بہتری کے لئے کچھ عرض کیا جا سکتا ہے۔ خواجہ شمس الدین عظیمی مدظلہ العالی کی سرپرستی میں یہ روحانی تشنگان کے لئے بڑی نعمت ہے۔ روحانی قلبی گہرائیوں سے ادارہ قلندر شعور مع عظیمی سلسلہ کے لئے حقیقی سلامتی اور مسلسل سفر کی دعا ہے۔ اللہ پاک مستجاب فرمائے۔

مرسلین احمد (اسلام آباد): جنوری 2017ء کے شمارہ میں سوال کیا گیا ہے کہ کوڑے سے لال شعلوں کا اور جلنے کا کیا رشتہ ہے، ہے بھی یا نہیں—؟ میں یہ سمجھا ہوں کہ ہر شے بقا سے فنا کی طرف گامزن ہے یا اس کی ماہیت تبدیل ہو جاتی ہے۔ کوڑے کرکٹ کا ظاہر رخ تو کوڑا کرکٹ ہے لیکن ہر شے دو رخوں پر قائم ہے۔ لہٰذا کوڑے کا دوسرا رخ وہ ایندھن ہے جو جل کر آگ کی نشو و نما میں کام آتا ہے۔ کوڑے کو چنگاری لگائی جائے تو اس کا مخفی رخ سامنے آ جاتا ہے اور اس کے اندر کے شعلے ظاہر ہوتے ہیں۔

ریحان ساجد (واہ کینٹ): دسمبر 2016ء کے شمارہ میں ''ہم سب بچوں کے پیارے نبیؐ'' کے عنوان سے جو مضمون شائع ہوا تھا وہ میں نے پڑھا۔ رات میں درود شریف پڑھ کر مراقبہ کیا۔ اللہ کے فضل و کرم سے مجھے

زیارت نصیب ہوئی۔

ناہید اختر (لاہور): قلندر شعور اکیڈمی لاہور کی طالبہ ہوں۔ اگست میں کراچی آئی تھی لیکن آپ سے ملاقات نہ ہوسکی۔ جب کوئی کراچی سے آتا ہے اور ملاقات کا احوال بتاتا ہے تو میرا دکھ سوا ہوجاتا ہے۔ ''ماہنامہ قلندر شعور'' کی مستقل قاری ہوں، ''مرشد کی باتیں'' پڑھ کر خوشی ہوتی ہے۔ دلی آرزو ہے کہ مجھ عاجز بندی کو اللہ کے محبوب حضرت محمدؐ کی زیارت نصیب ہو۔

عبیدالرحمٰن (لاہور): اکثر مضامین میں سائنس کے حوالے دے کر روحانی سائنس سمجھائی جاتی ہے۔ کیا روحانیت کو سمجھانے کے لئے مادی سائنس کی ضرورت ہے؟ ان دونوں کو ایک دوسرے سے ملانا مجھے عجیب لگا کیوں کہ مادی سائنس کے نظریات تبدیل ہوتے رہتے ہیں جب کہ روحانیت نہیں بدلتی۔ انبیائے کرام اور اولیاء اللہ ایک ہی بات کرتے ہیں، ان کی سوچ میں تغیر نہیں ہے۔

★ **عزیز بھائی آپ ''ماہنامہ قلندر شعور'' کے مضامین غور سے پڑھئے۔ ''ماہنامہ قلندر شعور'' کی پالیسی کے مطابق کئی مضامین رسالہ میں شائع ہوتے ہیں جس میں اس عمل کی نشاندہی کی گئی ہے کہ سائنسی علوم شعوری دائرہ میں مظاہرہ کرتے ہیں جب کہ شعور ہمیشہ نا صرف لاشعور کے تابع ہوتا ہے بلکہ لاشعوری مقداروں سے مطابقت بھی نہیں رکھتا۔ لاشعور (روحانی علوم) ایسی حقیقت ہے جس میں تغیر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی کے مطابق اللہ کے علوم میں تبدیلی اور تعطل واقع نہیں ہوتا۔ کسی بھی علم کو سمجھانے کے لئے ضروری ہے کہ ایک علم کے مقابل دوسرا علم ہو جس کی بنیاد تغیر پر ہو جب کہ علم حقیقی میں تغیر نہیں ہے۔ علمائے باطن فرماتے ہیں کہ ہبل دوربین جو کچھ دیکھ رہی ہے وہ لینس سے دیکھ رہی ہے۔ ہبل دوربین کے دیکھنے کو آنکھ نہیں دیکھ رہی۔ آنکھ ہبل دوربین میں لگے ہوئے گلاس کے دیکھنے کو دیکھ رہی ہے۔ یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ شیشہ کا دیکھنا انسان کے دیکھنے کے برابر یا اس سے ماورا ہے۔ جب کہ ہم براہ راست نہیں دیکھ رہے گلاس کے دیکھنے کو دیکھ رہے ہیں۔ رہا یہ سوال کہ روحانی علوم کو سمجھانے کے لئے مادی سائنس کی ضرورت کیوں ہے تو جواب یہ ہے کہ جو چیز ہم نے نہیں دیکھی، اسے سمجھانے کے لئے ایسی چیز سے مدد لیتے ہیں جو ہم نے دیکھی ہے۔ اگرچہ مادی سائنس حقیقت کو سمجھنے کا تقاضا پورا نہیں کرتی لیکن دیکھی ہوئی شے کی مدد سے غیر جانب داری سے تفکر کیا جائے تو حقیقت تک پہنچنا آسان ہوجاتا ہے۔**

بی بی ہاجرہ (کراچی): دل کی گہرائیوں سے دعا گو ہوں۔ ''آج کی بات'' بہت شوق سے پڑھتی ہوں۔ اکثر ایسا

ہوتا ہے کہ بہت مرتبہ پڑھنے کے بعد بھی لفظ ذہن میں نہیں بیٹھتے۔ ''آج کی بات'' کو پڑھنے کا صحیح طریقہ کیا ہے—؟ باقاعدگی سے وقت کی پابندی کے ساتھ مراقبہ کرتی ہوں۔ سبز رنگوں کا سلسلہ خوب صورتی سے جسم میں داخل ہوتا نظر آتا ہے۔ مراقبہ کے دوران ابدال حق قلندر بابا اولیاؒ کا عکس واضح نظر آیا اور پورے مراقبہ میں تصور قائم رہا۔

زینب (کوئٹہ): میں ماہنامہ قلندر شعور کے لئے لکھنا چاہتی ہوں لیکن مضامین پڑھ کر احساس ہوتا ہے کہ لکھنے والوں کا ذہن اعلیٰ ہے۔ یہ سوچ مجھے قلم اٹھانے سے روک دیتی ہے۔

★ آپ مضمون ضرور لکھئے۔ نوک پلک درست کرنے کی ذمہ داری ادارہ کی ہے۔

رانا مقصود (فیصل آباد): اس دنیا میں آنے سے پہلے ہم کہاں تھے—؟ کسی نے بتایا کہ جو کچھ یہاں ہمارے ساتھ ہو رہا ہے وہ اس کا عکس ہے جو اس سے پہلے ہم نے کیا۔ جب کہ مجھے یاد نہیں کہ اس سے پہلے میں کون تھا اور کہاں تھا۔ ایسے میں جن حالات و واقعات سے میں گزرتا ہوں اس میں میرا یا کسی اور کا کیا قصور ہے—؟

★ آپ قد آدم آئینہ کے سامنے کھڑے ہو جایئے اور خود کو غور سے دیکھئے۔ دایاں رخ آئینہ میں Reflect یا منعکس ہو کر الٹ دکھائے گا۔ قصور یہ ہے کہ ہم دیکھنے کی صحیح طرز سے واقف نہیں ہیں جب کہ واقف ہو سکتے ہیں۔

شفق یاسر (لاہور): دوست کی وساطت سے پہلی مرتبہ قلندر شعور سے متعارف ہوئی اور جنوری 2017ء کا شمارہ پڑھا۔ طویل عرصہ سے میرے اندر تشنگی تھی۔ سب کچھ ہونے کے باوجود کمی تھی جیسے کوئی مجھے بلا رہا ہے لیکن یہ معلوم نہیں تھا کہ جانا کہاں ہے۔ ''ماہنامہ قلندر شعور'' پڑھ کر دل پرسکون ہوا اور میں نے جان لیا کہ میرا راستہ روح سے واقف ہونا ہے۔ ''آج کی بات'' بہت خاص ہے۔ اولیاء اللہ کے واقعات، روحانی سائنس، مظاہرات کے پاس پردہ روحانیت، غور و فکر کی ترغیب، مرشد اور مرید کا تعلق، بچوں کی کہانیاں، خواب اور تعبیر — سب بہت پسند آیا۔ شکریہ

عکاشہ سلیمان (کراچی): سفر نامہ دختر آدم و حوا اختتام پذیر ہوا جس کا افسوس ہے۔ کیا خوب لکھا گیا ہے۔ سفر کو حقیقی معنوں میں وسیلۂ ظفر بنا دیا۔ امید ہے کہ دختر آدم و حوا کی مزید تحریریں آئندہ شماروں میں پڑھنے کو ملیں گی۔ ''ماہنامہ قلندر شعور'' کی خصوصیت ہے کہ وہ باطن کی طرف متوجہ کرتا ہے۔

★ بچو! کہانی میں پوچھے گئے سوال کا جواب یہاں پڑھئے۔ علاقہ خرگوشوں کا تھا اور وہاں آنے والی مخلوق آدمی تھی۔

غافل از سود و زیاں شدہ ایم

اردو مفہوم	فارسی کلام
ہم تیرے عشق میں ناتواں ہوگئے ہیں	ما بعشق تو ناتوان شدہ ایم
ہم جسم تھے جان کی طرح ہوگئے ہیں	جسم بودیم ہمچو جان شدہ ایم
جب سے ہم نے تیری آنکھ میں جگہ بنالی ہے	تا بچشمِ تو جائے خود کردیم
ہم دنیا کی آنکھ سے اوجھل ہوگئے ہیں	ما ز چشم جہان نہان شدہ ایم
جب سے اس نے ہمیں اپنے آستاں پر بٹھایا ہے	زان زمان کو برآستان بنشاند
ہم بلندی میں آسمان کی طرح ہوگئے ہیں	در بلندی چو آسمان شدہ ایم
ہم دونوں جہانوں سے بے پروا ہوگئے ہیں	نیست پروائے دو جہان مارا
جب سے ہمیں تیرا وصل نصیب ہوا ہے	تا بوصل تو کامران شدہ ایم
جب سے ہم نے عشق میں تیرا نشان پایا	تا نشان تو بیافتیم بعشق
ہم اس جہاں میں بے نشاں ہوگئے ہیں	ما درین دہر بے نشان شدہ ایم
جب ہم نے دین و دنیا ترک کی تو	ترکِ دنیا و دین چو بنمودیم
نفع و نقصان سے بے نیاز ہوگئے ہیں	غافل از سود و زیاں شدہ ایم
اے شرفؔ دوست کے جلوہ کی خواہش میں	شرفؔ اندر ہوائے جلوۂ دوست
ہم دوزخ اور جنت سے فارغ ہوگئے ہیں	فارغ از دوزخ و جنان شدہ ایم

مشکلیں مجھ پر پڑیں اتنی کہ آساں ہوگئیں

جب بندہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے تو امتحان ہوتے ہیں کہ وہ کتنا ثابت قدم ہے۔ ثابت قدمی ایسی صلاحیت ہے کہ جس کے بعد مشکلیں آسان ہوجاتی ہیں۔ وہ جان لیتا ہے کہ ہر مشکل ہمیں پہلے سے زیادہ مضبوط بنانے کے لئے ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''پس تم میرا ذکر کرو، میں تمہارا ذکر کروں گا۔

اور میرا شکرادا کرو اور ناشکری مت کرو۔''

(البقرۃ:۱۵۲)

ہر عمل کا ردِعمل ہوتا ہے — کائنات اللہ تعالیٰ نے دو رخوں پر تخلیق فرمائی ہے۔ جس طرح ہر نظر آنے والی شے کا باطنی رخ موجود ہے اس طرح کہ باطن بنیاد اور ظاہر مظاہرہ ہے۔ یہی صورت حال عمل اور ردِعمل کی ہے۔

''ہم نے ہر شے کو جوڑے جوڑے بنایا۔''

(الذّٰریٰت :۴۹)

جوڑے جوڑے کے ساتھ اللہ نے جوڑے کے ہر فرد کا باطنی رخ بھی بنایا ہے اور اسے ''اثنین'' یعنی دہرے فرمایا ہے۔ جیسے مذکر کا جوڑا مونث ہے لیکن مونث کے بھی دو رخ ہیں اور مذکر بھی دو رخوں پر قائم ہے۔ مونث کے ظاہر اور باطن رخ مل کر مونث بناتے ہیں۔ یہی قانون مذکر کے لئے بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں اپنے بندوں کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں کہ پس تم میرا ذکر کرو— ظاہر و باطن میں اللہ کو یاد کرو۔

ذکر الٰہی کے بہت سے طریقے ہیں۔

★ زبانی طور سے ذکر الٰہی میں مشغول رہنا۔

★ دل ہی دل میں یاد کرنا اور قلب کا جاری ہوجانا۔

★ مجالس میں اجتماعی طور پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنا۔

★ دنیاوی افعال و اعمال کی ادائیگی میں اللہ تعالیٰ کے فرمان کا احترام اور اس کے مطابق عمل کرنا— اللہ کو یاد کرنا ہے۔

★ اللہ کی راہ میں مال و دولت خرچ کرنا

★ فرض عبادات کا اہتمام

★ قرآن کریم کی آیات پر تفکر کرنا

★ زندگی کے ہر عمل کو اللہ تعالیٰ سے وابستہ کرکے اللہ کے لئے جینا اور اللہ کے لئے مرنا۔

ہر عمل کو اللہ سے جوڑنے سے ہم اللہ تعالیٰ کے قریب ہو جاتے ہیں۔ بندہ جس طریقہ پر اللہ کو یاد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر خصوصی کرم فرماتے ہیں۔

جب بندہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے تو امتحان ہوتے ہیں کہ وہ کتنا ثابت قدم ہے۔ ثابت قدمی ایسی صلاحیت ہے کہ جس کے بعد مشکلیں آسان ہو جاتی ہیں۔ وہ جان لیتا ہے کہ ہر مشکل ہمیں پہلے سے زیادہ مضبوط بنانے کے لئے ہے۔ مشکل کا انعام آسانی ہے اور آسانی کے بعد ایک اور امتحان آتا ہے اور اس طرح زندگی آگے بڑھتی ہے۔ بقول غالبؔ

رنج کا خوگر ہوا انسان تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں مجھ پر پڑیں اتنی کہ آساں ہو گئیں

مشکلات اور آسانیاں دراصل زندگی کی دو طرزیں ہیں۔ جب تک آدمی مشکل کو مشکل اور آسانی کو آسانی سمجھتا ہے — دو طرزوں میں ردوبدل ہوتا رہتا ہے۔ جو اصول اسے دو طرزوں سے آزاد کرتا ہے وہ ہر شے کو من جانب اللہ سمجھ کر زندگی گزارنا ہے۔ قرآن کریم میں ایسے لوگوں کے لئے خوش خبری ہے کہ وہ علیین میں شمار کیے جائیں گے۔

جو لوگ ہر کام کا رخ اللہ کی طرف کر دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو بصیرت عطا فرماتے ہیں، یقین ان کا عمل بن جاتا ہے کہ میں اللہ کی سماعت سے سن رہا ہوں۔ قلب میں نقطہ روشن ہوتا ہے اور وہ اندر کی دنیا سے واقف ہو کر فکشن طرزوں کی نفی کر دیتا ہے۔ حدیث قدسی ہے:

”میں اپنے بندہ کو دوست رکھتا ہوں اور میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔“ (صحیح بخاری)

آیت کے اگلے حصہ میں ہے:

”اور تم میرا شکر ادا کرو اور ناشکری مت کرو۔“

(البقرۃ:۱۵۲)

شکر کیا ہے —؟ ممنونیت کا اظہار، خوشی، سکون۔

حضرت آدمؑ اور اماں حوا جب تک جنت کی فضاؤں میں خوش تھے ان پر خوشی کیف و سرور اور بے خودی کی کیفیت طاری تھی۔ اللہ کی نعمتوں پر ان کا تصرف تھا۔ شکر گزاری کی پر کیف لذت سے آشنا تھے۔ فرماں برداری ایسا وصف ہے جو دلوں کو شاد کرتا ہے لیکن جب ان کی توجہ نافرمانی کی طرف ہوئی، جنت کو چھوڑ کر زمین پر آنا پڑا۔ لاشعوری حواس کے کیف و سرور سے نکل کر شعور کی جکڑ بندیوں میں آ گئے۔ ہر شے محدودیت کے جامہ میں نظر آئی۔ دنیا کی حقیقت کے بارے میں ارشاد ہے:

”یہ دنیا دھوکے کے سوا کچھ نہیں۔“

(آلِ عمران:۱۸۵)

ذہن کا فرماں برداری سے نافرمانی کی طرف جانا

ناشکری ہے۔ جس وقت ذہن ناشکری کی طرف راغب ہو، سمجھ جانا چاہئے کہ یہ نافرمانی کا پیٹرن ہے۔

''اور تم کم ہی لوگوں کو شکرگزار پاؤ گے۔''

(الاعراف: ١٧)

محاسبہ کریں کہ ہم روزانہ اللہ تعالیٰ کا کتنا شکر ادا کرتے ہیں تو اس سے شکرگزاری اور ناشکری کا تناسب واضح ہوگا۔ ضروریات پوری ہوتی ہیں۔ اچھے سے اچھا کھاتے ہیں۔ اچھا پہنتے ہیں اس کے باوجود پریشان کیوں ہیں ___؟

''اے آل داؤد شکر ادا کرو کہ شکر ادا کرنے والے بندے قلیل ہیں۔'' (سبا: ١٣)

ہر سانس کے ساتھ ہم پر شکر واجب ہے۔ سانس لینے کا عمل اس وقت پورا ہوتا ہے جب سانس داخل سے خارج اور خارج سے واپس داخل بن جاتا ہے۔ اگر کسی لمحہ سانس لینے میں دشواری ہو تو احساس ہوگا کہ سانس لینے میں ہمارا کتنا عمل دخل ہے؟ جسم کا ہر عضو بغیر محنت و مشقت کے کام کر رہا ہے لیکن ہماری توجہ اس وقت اعضا کی جانب ہوتی ہے جب تکلیف ہو۔ راحت کے لمحات میں جسم کی طرف ذہن نہیں جاتا۔

جسم کی قیمت کروڑوں اربوں سے زیادہ ہے۔ دل، آنکھ، ناک، کان، گردے، پھیپھڑے ___ محض اعضا نہیں، حرکت انگیز نظام ہمہ وقت ان میں کام کر رہا ہے۔ یہ نظام ان نادیدہ لہروں پر قائم ہے جو ہر مخلوق کو خالق کا تعارف کراتی ہیں اور زندگی کا پیغام دیتی ہیں۔

قرآن کریم میں شکرگزاری کے حوالے سے دو اشخاص کا قصہ بیان ہوا ہے۔ ایک شخص جس نے نعمتوں کا شکر ادا کیا اور اس کو اللہ تعالیٰ کا انعام سمجھا اور دوسرے شخص نے باغ کو اپنی صلاحیتوں کا ثمر جانا۔ جس نے اللہ کا انعام سمجھ کر شکر ادا کیا اس کی نعمتیں بڑھتی رہیں اور جس نے اپنی محنت کا ثمر سمجھا، اس کا سب کچھ برباد ہو گیا۔

''اے نبیؐ، ان کے سامنے ایک مثال پیش کرو، دو شخص تھے ان میں سے ایک کو ہم نے انگور کے دو باغ دیئے۔ اور ان کے گرد کھجور کے درختوں کی باڑ لگائی اور ان کے درمیان کاشت کی زمین رکھی۔ دونوں باغ خوب پھلے پھولے اور بارآور ہونے میں انہوں نے ذرا سی کسر بھی نہ چھوڑی۔ ان باغوں کے اندر ہم نے ایک نہر جاری کر دی اور اسے خوب نفع حاصل ہوا۔ یہ کچھ پا کر ایک دن وہ اپنے ہمسائے سے بات کرتے ہوئے بولا، میں تجھ سے زیادہ مال دار ہوں اور تجھ سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں۔ پھر وہ اپنی جنت میں داخل ہوا اور اپنے نفس کے حق میں ظالم بن کر کہنے لگا، میں نہیں سمجھتا کہ یہ دولت کبھی فنا ہوگی اور مجھے توقع نہیں کہ قیامت کی گھڑی کبھی آئے گی۔ تاہم اگر کبھی مجھے اپنے رب کے حضور پلٹایا بھی گیا تو ضرور اس سے بھی

زیادہ شان دار جگہ پاؤں گا۔ اس کے ہمسائے نے اس سے کہا، کیا تو کفر کرتا ہے اس ذات سے جس نے تجھے مٹی سے اور پھر نطفہ سے پیدا کیا، اور تجھے ایک پورا آدمی بنا کھڑا کیا۔ رہا میں، تو میرا رب وہی اللہ ہے اور میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا اور جب تو اپنی جنت میں داخل ہو رہا تھا تو اس وقت تیری زبان سے یہ کیوں نہ نکلا کہ ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ۔ اگر تو مجھے مال اور اولاد میں اپنے سے کم تر پا رہا ہے تو بعید نہیں میرا رب مجھے تیری جنت سے بہتر عطا فرما دے اور تیری جنت پر آسمان سے کوئی آفت بھیج دے جس سے وہ صاف میدان بن کر رہ جائے یا اس کا پانی زمین میں اتر جائے اور پھر تو اسے کسی طرح نہ نکال سکے۔ آخر ہوا یہ کہ اس کا سارا ثمرہ ختم ہو گیا اور وہ اپنے انگوروں کے باغ کو ٹٹیوں پر الٹا پڑا دیکھ کر اپنی لگائی ہوئی لاگت پر ہاتھ ملتا رہ گیا اور کہنے لگا، کاش! میں نے اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہوتا۔"

(الکھف: ۳۲-۴۲)

اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا ایسی کیفیت ہے جس سے انکساری پیدا ہوتی ہے اور انکساری میں سکون ہے۔

ابدال حق حضور قلندر بابا اولیاؒ فرماتے ہیں:

"چٹنی روٹی کھاؤ تو خوش ہو کر کھاؤ اور مرغ مسلم کھاؤ تو بھی خوش ہو کر کھاؤ۔"

شکر اور خوشی لاشعوری کیفیات ہیں اور مادی شعور کے غلبہ کو مغلوب کرتی ہیں۔ خوشی — ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرنا ہے۔ شکر کرنے سے آدمی صبر کرنا سیکھتا ہے۔ ذکر، شکر اور صبر ایسا عمل ہے جو ذہن کو شکوک و شبہات اور منفی سوچوں سے دور رکھتا ہے۔ ثابت قدمی سے عمل کیا جائے تو یقین کی دنیا روشن ہوتی ہے۔

ذکر — یاد کرنا ہے۔

شکر — اللہ کی عنایتوں کا اعتراف ہے

اور صبر — ایثار اور قربانی کے ساتھ یہ یقین ہے کہ اللہ میرے ساتھ ہے۔

"بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔" (البقرۃ: ۱۵۳)

اقرار سے قربت پیدا ہوتی ہے اور انکار — دوری ہے۔ اللہ سے دوری ایسا عمل ہے کہ اس شخص کے لئے کہیں جائے قرار نہیں۔ کفر کا مطلب — انکار کرنا ہے انکار کس نے کیا تھا — ؟ شیطان نے۔ انکار کی بنا پر وہ لعین ابلیس قرار پایا۔

شکر سے سکون کی لہریں جسم میں دور کرتی ہیں جب کہ ناشکری کی وائبریشن آدمی کو بے چین و بے سکون کر دیتی ہے۔ شکر گزاری میں لطافت ہے اور ناشکری سے اسپیس غالب ہو جاتی ہے۔

HOPE FOR INFERTILE COUPLES
AUSTRALIAN CONCEPT
INFERTILITY MEDICAL CENTER
Established Since 1998
THE LEADING IVF INSTITUTE OF PAKISTAN
CONSUMERS CHOICE AWARD 2016
Pearl Continental Hotel, Karachi
IAF
the most Precious gift life has to offer
پاکستان کا 1st ISO 9001:2015 سرٹیفائڈ IVF سینٹر، سب سے بڑے برانچ نیٹ ورک کے ساتھ
IVF خدمات میں 18 سال کا تجربہ اور کامیاب کیسز کی شرح میں مسلسل اضافہ
PGD (پری امپلانٹیشن جینیٹک ڈائیگنوسز) برائے فیملی بیلنسنگ دستیاب ہے
پاکستان کا پہلا کامیاب FET (فروزن ایمریو ٹرانسفر) پروسیجر
ورلڈ ریکارڈ، میل اِن فرٹیلیٹی کا 29 سال بعد کامیاب علاج
ورلڈ کلاس IVF لیب Primo Vision ™Time-Lapse Embryo Monitoring System کے ساتھ
ایک ہی چھت کے نیچے مکمل IVF علاج
Australian Scientists کی جانب سے غیر جانب دار طور پر کوالٹی کی ضمانت
PGD
برائے فیملی بیلنسنگ دستیاب ہے
GET A FREE Consultation
Dr. Syed Sajjad Hussain
3 time Winner of Consumers Choice Award for "Best Infertility Medical Centre" in Pakistan
We constantly strive to achieve better results. We make no compromises when it comes our patients' health and desires.
KARACHI 32-A, Block-5, Rojhan Street, Near Bilawal Chowrangi, Kehkashan, Clifton, Karachi,
LAHORE 116-A, Babar Block, Garden Town, Model Town Link Road, Lahore
ISLAMABAD 3rd Floor, Aklas Plaza, G/10 Main Markaz, Behind Babri Masjid, Sawan Road, Islamabad
HYDERABAD | LARKANA | SUKKUR | QUETTA | FAISALABAD | GUJRANWALA | MULTAN
UAN: 0304-111-2229 (BABY)
facebook.com/australianconcept web: www.acimc.org | email: info@acimc.org

KASHAN ENTERPRISE

ENGINEER,CONSULTANT & ELECTRICAL CONTRACTOR

SERVICES:

• LT Sub Station • Power Distribution • Lighting System • Lightning Protection system • Earthing System • Local and Imported UPS • Solar panels • Fire alarm and Gas Detection System • CCTV and Security System • PABX and Telephone system • Public Addressable System • Maintenance packages • LED lighting • Prepaid Electricity Meters • Data Networking system and I.T solutions.

The service list is a selection of work that we carry out but it is not exhaustive. If the required work is not listed, you may contact us, we would be pleased to give you a quote.

Add: B-40, Sector 4-C, Surjani Town, Karachi, Pakistan.
Kashan Ali: 0321-2154178
Info@Kashan-Enterprise.Net WWW.KASHAN-ENTERPRISE.NET

خالدہ زبیر

سمندر میں میوزیم

دنیا کا سب سے بڑا پہاڑی سلسلہ پانی کے اندر ہے جسے Mid Oceanic Ridge کہتے ہیں۔اس کی طوالت پچاس ہزار میل ہے اور یہ زمین کی کل سطح کا تیئیس فیصد ہے۔

تا حد نگاہ پھیلا ہوا سمندر ظاہر میں جتنا وسیع ہے اس سے دس گنا زیادہ وسعت اس کے اندر ہے۔

''سو وحی بھیجی ہم نے موسیٰؑ کی طرف کہ مارو اپنا عصا سمندر پر۔تو وہ پھٹ گیا اور ہو گیا ہر ٹکڑا ایک بڑے پہاڑ کی مانند۔'' (الشعراء:۶۳)

زمین کی سطح کا تقریباً 70 فیصد حصہ پانی ہے۔ پانی ہر ذی حیات کا لازمی جزو ہے۔مختلف زبانوں میں پانی کا نام مختلف ہے لیکن سب پانی کو پانی دیکھتے ہیں۔کائنات کے تمام رنگ اور عناصر پانی میں موجود ہیں۔شدید نقاہت میں ایک گلاس پانی سے جسم میں توانائی دوڑ جاتی ہے۔

جب حضرت ایوبؑ نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف میں پکارا تو حکم نازل ہوا—

''اپنا پیر زمین پر مار، یہ ہے ٹھنڈا پانی نہانے کے لئے اور پینے کے لئے۔'' (صٓ :۴۲)

زندگی پانی کے بغیر ممکن نہیں اس لئے کہ زندگی پانی ہے۔ بے پناہ وسعت کی بنا پر حیات کا سب سے بڑا ذخیرہ سمندر میں ہے۔سمندر میں 3.5 فیصد نمکیات ہیں جس میں 75 فیصد حصہ سوڈیم کلورائیڈ (عام نمک) کا ہے۔نمک کی زائد مقدار کی وجہ سے سمندری اجسام کے سڑنے کا تصور نہیں ہے۔سرخ سمندر (Red Sea) میں نمک کا تناسب 4.6 فیصد اور بالٹک سمندر (Baltic Sea) میں 1.2 فیصد ہے۔

عام پانی 0°C پر برف بن جاتا ہے جب کہ سمندر کا پانی بہت نمکین ہونے کی وجہ سے 0°C پر نہیں جمتا۔ انٹارکٹیکا کے پانی میں موجود مچھلیوں کے خون میں قدرتی اینٹی فریز موجود ہوتا ہے اس وجہ سے وہ انتہائی سرد ماحول میں بھی جمتی نہیں ہیں۔انٹارکٹیکا برف سے ڈھکا ہوا ہے۔اس کے نیچے انتہائی گہرا سمندر ہے۔ انٹارکٹیکا میں برف کا ایک بڑا تودا (آئس برگ) لاس اینجلس کو پانچ سالوں کے لئے پانی فراہم کرسکتا ہے۔

میرین بیالوجسٹ سمندر کا پانچ فیصد حصہ کسی حد تک

تلاش کر سکے ہیں ۔ سمندر کی تحقیق و تلاش — خلا کی تحقیق سے زیادہ مشکل ہے ۔وجہ دباؤ اور دیگر ماحولیاتی تبدیلیاں ہیں جو اچانک رونما ہوتی ہیں ۔ جیالوجسٹ حیران ہیں کہ گہرے پانیوں کے دباؤ اور ماحول میں تبدیلیاں کس طرح لمحوں میں وقوع پذیر ہوتی ہیں۔

سمندروں میں اب تک دریافت شدہ گہرا ترین مقام Mariana Trench ہے۔2010ء میں یونائیٹڈ اسٹیٹس سینٹر فار کوسٹل اینڈ اوشن میپنگ نے اس کی گہرائی 10,994 میٹر (36,070 فٹ) پیمائش کی ہے۔

سمندر کی دنیا کو سمجھنے کے لئے کئی حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے ۔ ہر زون میں خوراک، آکسیجن، درجہ حرارت، دباؤ، گہرائی، روشنی اور سمندری حیات ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔اسی طرح چوڑائی کے لحاظ سے سمندر کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

(۱) نیرٹک حصہ (Neritic Zone)

(۲) اوشینک حصہ (Oceanic Zone)

نیرٹک حصہ کم گہرا اور سب سے زیادہ پیداوار کا حامل ہے ۔ اس میں سمندر کا فرش 200 میٹر گہرائی کے اندر ہوتا ہے اور روشنی، گیس اور دیگر اجزا کی وافر مقدار میں موجودگی سے پودوں کی نشوونما اچھی ہوتی ہے۔لہٰذا اس حصہ میں پودے ، پودوں کو استعمال کرنے والے چھوٹے بڑے جانور بڑی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔

اوشینک حصہ کو عمودی طور پر درج ذیل حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

i۔ یوفوٹک حصہ: یہ حصہ گہرے سمندر میں سطح سے 200 میٹر گہرائی تک ہوتا ہے۔روشنی پہنچنے کی وجہ سے یہاں پودے غذا خود تیار کرتے ہیں۔

ii۔ ڈس فوٹک حصہ: اس حصہ میں مدھم سی روشنی چھن کر پہنچتی ہے۔ گہرائی 200 میٹر سے 1000 میٹر تک ہے۔دن کے اوقات میں یہ حصہ قدرے روشن ہوتا ہے اس لئے اسے Twilight زون بھی کہتے ہیں۔

iii۔ اے فوٹک حصہ: یہ حصہ 1000 میٹر گہرائی سے سمندر کے فرش تک ہے ۔ سورج کی روشنی کی جو مقدار یہاں پہنچتی ہے وہ ایک فیصد سے بھی کم ہے۔اس حصہ کو مزید تین حصوں بیتھائل، اباَئسل اور ہیڈل میں تقسیم کیا گیا ہے۔

زمین پر بلندترین مقام ماؤنٹ ایورسٹ ہے۔اگر ماؤنٹ ایورسٹ کو بالائی طرف سے سمندر میں ڈالا جائے تو گہرے سمندر کے چھوٹے حصہ میں سما جائے گا۔

محققین کے مطابق جانوروں کی پانچ سے دس لاکھ اقسام گہرے پانی میں رہتی ہیں۔ ان میں زیادہ تر دریافت نہیں ہوسکیں۔اٹھانوے فیصد آبی اقسام سمندری تہ کے اندر یا اوپر رہتی ہیں۔

گہرے سمندر کی مخلوقات میں منفرد خصوصیات ہیں۔ کچھ مچھلیوں کی آنکھیں نہیں ہوتیں۔بعض کی بہت چھوٹی

اور ایسی مچھلیاں بھی ہیں جن کی آنکھیں بہت بڑی ہوتی ہیں ۔ یہاں پر درجہ حرارت ، دباؤ ، کرنٹ ، آکسیجن ، غذائی ذرّات اور دوسرے کیمیکلز سطح سمندر سے یکسر مختلف ہیں۔اس مناسبت سے یہاں موجود جانوروں کی صلاحیتیں، حسیات، غذا کا حصول، حرکت اور عمل تولید کے طریقوں میں فرق ہے۔

گہرے سمندر میں غذا نایاب ہونے سے غذا کے حصول کے میکنزم دل موہ لینے والے ہیں۔

عام طور پر گہرے سمندر کے جانوروں اور حشرات میں روشنی پیدا کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے — وہ گھپ اندھیرے میں جگنو کی طرح چمکتے ہیں ۔ Lantern Fish کے سر پر قدرتی بلب روشن ہے ۔شکار روشنی کو دیکھ کر کھنچتا ہے اور لینٹرن فش کا شکار بن جاتا ہے۔ یہاں موجود مچھلیوں کا منہ اور دانت بڑے ہیں ۔ غذا کے لئے اپنے اندر موجود خصوصی نظام کو استعمال کرتی ہیں ۔بعض مچھلیوں کا منہ اتنا بڑا ہوتا ہے کہ اپنے سے بڑے شکار کو نگل لیتی ہیں۔

سمندر کی تہ سے اوپر میزو پیلجک زون کے جانوروں میں غذا حاصل کرنے کا خاص طریقہ ہے۔ روزانہ لاکھوں لینٹرن مچھلیاں، جھینگوں اور جیلی فش کی اقسام اور دوسرے جانور — رات کے اندھیرے میں ان علاقوں کی طرف ہجرت کرتے ہیں جہاں غذا کا ذخیرہ ہوتا ہے۔شکار کے بعد اپنے علاقوں میں لوٹ آتے ہیں۔ ان میں بہت ساری اقسام ہجرت کے دوران بڑے دباؤ اور تبدیلیوں سے گزرتی ہیں ۔اب تک نامعلوم ہے کہ یہ مخلوقات اتنی بڑی تبدیلیوں کے ساتھ اپنے وجود کو کس طرح برقرار رکھتی ہیں۔

گہرے سمندر کی مچھلیاں طاقت ور اور حجم زیادہ ہوتا ہے۔ماحول سے مقابلہ کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ یہ قدرت کا حیرت انگیز نظام ہے کہ ماحول کا دباؤ اور مشکل حالات انسانوں کے ساتھ ساتھ جانوروں کی بھی قوت مدافعت اور صلاحیتوں میں اضافہ کا باعث ہیں۔ جانوروں میں پیدا ہونے والی ترمیمات ماحول سے مطابقت فراہم کرتی ہیں ۔ اب تک دیکھی گئی سب سے بڑی وہیل 33 میٹر (110 فٹ) طویل ہے یعنی گیارہ منزلہ عمارت کے برابر!

سمندری فرش سے نکلنے والی چٹانوں کی معلوم تعداد 30 ہزار سے ایک لاکھ ہے۔ چٹانوں میں کیڑے مکوڑوں کی اقسام بہت منفرد ہیں ۔ گہرے اور سطح سمندر کے کورل (مرجان) میں تنوع ہے ۔ کورل چھوٹے چھوٹے جانوروں کی کالونیاں ہیں جن میں سوراخ اور چونے کے ڈھانچے والی اقسام رہتی ہیں۔ کورل چٹانیں کیڑوں سے خارج ہونے والے کیلشیم سے بنتی ہیں ۔ان چٹانوں میں رہنے والی دو تہائی

(2/3)اقسام گہرے پانی میں انتہائی ٹھنڈک اور اندھیرے میں رہتی ہیں۔ کچھ کورل چٹانوں کی ساخت انتہائی خوب صورت ہے۔ یہ 35 میٹر سے زیادہ اونچائی تک جاتی ہیں۔ کورل چھوٹی مچھلیوں کی نشوونما، غذا اور عمل تولید کے لئے محفوظ مقام ہے۔ یہ اسفنج اور دیگر کیڑے مکوڑوں کو شکاریوں سے محفوظ رکھتے ہیں۔

سمندری پودے اور حشرات سے حاصل ہونے والے کیمیکلز معاشی لحاظ سے اہم ہیں۔

★ گہرے سمندر کی کورل (مرجان) اور اسفنج بڑی تعداد میں قدرتی پیداوار کا ذریعہ ہیں جو زیادہ توانائی کی ادویات، انزائمز، کاسمیٹکس اور دیگر کمرشل مصنوعات میں استعمال ہوتی ہیں۔

★ گورگونین کورل اینٹی بایوٹکس پیدا کرتے ہیں۔

★ گہرے پانی کے اسفنجز میں اینٹی کینسر ایجنٹ ہیں۔

★ کچھ اقسام میں درد کو ختم کرنے والے مرکبات ہیں۔ دمہ اور امراض قلب کے لئے ان میں بڑی مقدار میں مرکبات پائے جاتے ہیں۔

★ یہ مرکبات ہڈیوں کی مرمت کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔

★ ان میں قدرتی سن اسکرین پیدا ہوتا ہے۔ کیمسٹ حضرات لوگوں کے استعمال میں لانے کی کوشش کررہے ہیں۔

دنیا کا سب سے بڑا پہاڑی سلسلہ پانی کے اندر ہے جسے Mid Oceanic Ridge کہتے ہیں۔

عام پانی 0°C پر برف بن جاتا ہے جب کہ سمندر کا پانی بہت نمکین ہونے کی وجہ سے 0°C پر نہیں جمتا۔ انٹارکٹیکا کے پانی میں موجود مچھلیوں کے خون میں قدرتی اینٹی فریز موجود ہوتا ہے اس وجہ سے وہ انتہائی سرد ماحول میں بھی جمتی نہیں ہیں۔ انٹارکٹیکا برف سے ڈھکا ہوا ہے۔ اس کے نیچے انتہائی گہرا سمندر ہے۔ انٹارکٹیکا میں برف کا ایک بڑا تودا (آئس برگ) لاس اینجلس کو پانچ سالوں کے لئے پانی فراہم کرسکتا ہے۔

اس کی طوالت پچاس ہزار میل ہے اور یہ زمین کی کل سطح کا تیئیس فیصد ہے۔

گہرے سمندر کا ایک اور حیرت انگیز نمونہ گہرے پانی میں دریا، جھیلیں اور آبشاریں ہیں جن کا پانی سمندری پانی سے کئی گنا زیادہ نمکین ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ بڑے بڑے غار اور وادیاں ہیں۔

قدرت کا نظام تعطل اور تبدیلی کے بغیر جاری وساری ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہر شے کا انفرادی تشخص معین مقداروں سے قائم ہے۔

سمندر انتہائی گہرا، ٹھنڈا اور گھپ اندھیروں میں ڈوبا ہوا ہے۔ گہرا سمندر زمین کا سب سے بڑا میوزیم ہے جہاں پر دنیا کے تاریخی شواہد اور بقایا جات محققین کے منتظر ہیں۔

بیالوجسٹ جن حصوں تک پہنچ سکے ہیں، وہاں

حیات اور حالات کا بہت تھوڑا حصہ تلاش کیا جا سکا ہے۔ سمندر کی اصل گہرائی کتنی ہے — صرف وہ ہستیاں جانتی ہیں جن کو اللہ نے معین مقداروں کا علم عطا فرمایا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

”اور وہی تو ہے جس نے دریا کو تمہارے اختیار میں کیا تا کہ اس میں سے تازہ گوشت کھاؤ اور اس سے زیور نکالو جسے تم پہنتے ہو۔ اور تم دیکھتے ہو کہ کشتیاں دریا میں پانی کو چیرتی ہوئی چلی جاتی ہیں اور اس لئے بھی کہ تم اللہ کے فضل سے تلاش کرو اور تا کہ تم شکر کرو۔“ (النحل:۱۴)

یہ کائنات ابھی نا تمام ہے شاید
کہ آ رہی ہے دمادم صدائے کن فیکون

کائنات ایسا معمہ ہے جو مادی ذہن کی صلاحیت سے ماورا ہے۔ مادی ذرائع سے کائنات کا کھوج لگانے والے، خلا میں چہل قدمی کا دعویٰ کرنے والے، سمندر کی گہرائی میں اترنے اور جدید ترین آلات کی ایجادات کے باوجود سائنس ابھی تک طفل مکتب ہے۔

”زمین پر موجود تمام درخت قلم بن جائیں اور سمندر جیسے سات سمندر ان کی روشنائی تو بھی اللہ کی باتیں ختم نہیں ہوں گی۔“ (لقمٰن: ۲۷)

روز بروز نئے نئے انکشافات کے باوجود محقق کائنات کا چند فیصد حصہ بھی دریافت نہیں کر سکے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”زمین و آسمان میں جو کچھ ہے وہ سب کا سب ہم نے تمہارے لئے مسخر کر دیا۔“ (لقمٰن:۲۰)

کائنات کی تسخیر مادی ذہن کے ساتھ ممکن نہیں ہے اس لئے کہ مادیت میں محدودیت ہے اور کائنات لامحدود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نوعِ آدم کو زندگی کے دو کرداروں سے متعارف کروایا ہے۔ ایک انسان اور دوسرا آدمی ہے۔ ایک کو احسن تقویم فرمایا اور دوسرے کا مقام اسفل سافلین ہے۔ آدمی اسفل سافلین کا مکین اور انسان احسن تقویم ہے۔ انسان روح سے واقف ہے اور آدمی جسم کو اصل سمجھتا ہے۔

روح اللہ تعالیٰ کے امر سے مزین وہ جوہر ہے جس کے لئے زمین و آسمان مسخر ہیں۔ سمندر کی اتھاہ گہرائیاں ہوں یا چاند ستاروں اور سیاروں کے راز — کائنات کے ہر گوشے تک اس کی رسائی ہے۔ روح کا عرفان حاصل کرنے کے لئے قرآن کریم میں تفکر ضروری ہے۔

”اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں یہ کتاب ان لوگوں کو روشنی دکھاتی ہے جو اپنے اندر اللہ کے بارے میں ذوق رکھتے ہیں۔ دوسری جگہ ارشاد ہے کہ میں نے انسان کو بجنی مٹی سے بنایا ہے۔

یہاں مٹی کی فطرت بیان کی گئی ہے جو خلا ہے ۔ یہ بات سمجھنا آسان ہے کہ ذوق میں نہ وزن ہوتا ہے نہ ذوق کے لئے فاصلہ کوئی معنی رکھتا ہے، نہ ذوق زمین وآسمان کی حدود کا پابند ہے ۔نہ اسے وقت پابند بناسکتا ہے ۔یہی ذوق چلتا پھرتا ہے۔ یہ بات ضرور ہے کہ انسان اس سے اس وقت تک متعارف نہیں ہوتا جب تک اس سے تعارف حاصل نہ کرلے۔جب تعارف حاصل کرلیتا ہے تو اسے معلوم ہوجاتا ہے کہ یہی ذوق انسان ہے ۔ یہ پوری کائنات میں آزاد ہے،فرشتوں کا سربراہ ہے ۔اللہ کی بہترین صنعت ہے اور کائنات میں اللہ کا نائب ہے۔نہ وہ پیروں سے چلنے اور ہاتھوں سے پکڑنے کا پابند ہے اور نہ وہ آنکھوں سے دیکھنے اور کانوں سے سننے کا محتاج ہے ۔یہ ساری خرافات انسان نے اپنے آپ تخلیق کی ہیں اور آپ ہی ڈھول بجاتا پھرتا ہے کہ ہائے میں تو بالکل مجبور ہوں۔"   (کتاب:کشکول)

علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
اپنی حکمت کے خم و پیچ میں الجھا ایسا
آج تک فیصلۂ نفع وضرر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو تسخیر کیا
زندگی کی شبِ تاریک سحر کر نہ سکا

قرآن کریم کائناتی فارمولوں کی دستاویز ہے جس میں تفکر سے ہم خلا کی تسخیر میں وہ مقام حاصل کرنے میں کامیاب ہوجائیں گے جہاں کھربوں ڈالر خرچ کرکے بھی نہیں پہنچا جاسکتا۔

میرکیٹس (Meerkats) افریقہ کے صحراؤں میں چھوٹی بستیاں بنا کر بھٹوں میں رہتے ہیں۔ گوشت اور حشرات خور ہیں۔سونگھنے کی حس بہت تیز ہے،زمین کے اندر موجود لاروے بھی سونگھ لیتے ہیں۔ ایک گروہ میں 20 سے 50 افراد ہوتے ہیں — سربراہ مادہ ہوتی ہے۔مل جل کر رہنا ان کا خاصہ ہے۔خود کھانے سے پہلے بچوں میں خوراک تقسیم کرتے ہیں۔تنظیم سازی میں ماہر ہیں۔شکار کے وقت ایک مادہ بچوں کے پاس ہوتی ہے اور دوسری کسی اونچی شاخ پر چوکی داری کرتی ہے۔عقاب یا لومڑی آجائے تو ساتھیوں کو خبردار کرتی ہے اور سب فوراً بھٹوں میں غائب ہوجاتے ہیں۔زہریلا بچھو ان کی مرغوب غذا ہے۔

مشرف احمد

نیم ___ اور قبر

میں جب قبرستان میں داخل ہوتا ہوں تو اپنی طویل عمری کے لئے ایسی قبر سے شگون لیتا ہوں جس نے لمبی عمر پائی ہو۔اس طرح میرے اندر اپنی زندگی کے طویل ہونے کی امید پیدا ہوتی ہے۔

میت گاڑی سے اتر کر قبرستان میں داخل ہوئے۔ شام ابھی گہری نہیں ہوئی تھی مگر اطراف میں پہاڑوں کے سائے قبرستان اور اس سے ملحقہ آبادی پر پھیل گئے تھے۔سورج کی چمک معدوم ہورہی تھی۔دن میں خاکی اور سبز نظر آنے والی پہاڑیاں دور سے سیاہی مائل نظر آرہی تھیں۔

وہ میرے ہم راہ تھا۔ہم دونوں میں موت کے بارے میں روایتی کلمات کا تبادلہ نہیں ہوا تھا جو عام طور پر ایسے موقعوں پر جنازہ یا تدفین میں شریک لوگ ایک دوسرے سے کہتے ہیں۔اس نے کہا،

''مسلمانوں کا یہ پہلا قبرستان ہے جس میں نظم وضبط اور ترتیب نظر آرہی ہے۔شاید ہی یہاں کوئی ایسی قبر ہوگی جو پختہ نہ ہو یا جس پر کتبہ نہ ہو۔''

چند ثانیوں کے بعد میں نے کہا کہ ''یہ ایسا قبرستان ہے جو مرنے کے بعد بھی میت اور اس کے لواحقین کا اسٹیٹس سمبل ہے۔''

جواب میں اس نے تائید کی،''تم نے عیسائیوں کے قبرستان دیکھے ہیں جن میں ترتیب ہوتی ہے اور قبروں کے درمیان چھوٹے چھوٹے راستے خوب صورت نظر آتے ہیں۔مگر ایسے قبرستان عبرت کا احساس نہیں دلاتے یا شاید ہر قوم کا اپنا اپنا تصورِ مرگ ہے۔یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کے نزدیک قبرستانوں سے کسی قسم کے خوف کا تصور موجود نہ ہو۔''

میں نے جواب میں کہا___

''کسی کی موت ہوجائے تو ایسے میں کوئی بھی قبرستان کی خوب صورتی سے متاثر نہیں ہوتا۔وہ وہاں بھی اتنا ہی خوف زدہ ہوتا ہے جتنا ایسے قبرستان میں جہاں ترتیب نہ ہو اور لوگ قبروں پر سے گزرتے اور پھلانگتے ہوں۔جب تک میت گھر میں ہوتی ہے، کیا ہم گھر کی زیب وزینت یا مرنے والے کے علاوہ کسی اور کمی کو محسوس کرتے ہیں___؟ اس وقت بھی خوف اور بے چارگی ہم پر مسلط ہوتی ہے۔''

ہم جس شخص کی تدفین کے لئے آئے تھے، گہوارہ خالی قبر کے پاس پہنچ کر زمین پر رکھا جا چکا تھا۔ ہم ایک جانب کھڑے ہو گئے۔

موت احساسِ شکست کا نام ہے جو عمر گھٹنے کے ساتھ بڑھتا جاتا ہے۔ اس بارے میں تمہارا کیا خیال ہے ــــ؟ میں نے پوچھا۔

''تم نے میرے دل کی بات کہہ دی''۔ اس نے جواب دیا۔'' دراصل موت فطرت کے آگے احساس شکست اور خود کو سپرد کرنے کا نام ہے ۔ تمہیں اپنی زندگی کے مختلف ادوار کے بارے میں بتاتا ہوں جب موت اور قبرستان کے بارے میں میرا تصور مختلف اور بدلتا رہا۔

قبروں کے بیچ میں کھڑے ہو کر میں اس کی بات پر ہنس دیا اور کہا،'' دوست! ابھی تمہاری عمر ہی کیا ہے اور زندگی کے ادوار ہی کیا۔''

اس نے کہا کہ میں زندگی کو ادوار میں بانٹنا درست سمجھتا ہوں ۔ زندگی کی چوتھی دہائی ایک آدھ برس میں پوری کر لوں گا۔ جب چھوٹا تھا تو موت کا ذکر مجھ پر اثر انداز نہیں ہوتا تھا۔ اس وقت میرے نزدیک موت کا مطلب دوسرے آدمی کی موت تھا ۔ اس زمانہ میں لوگوں کو کسی کی موت پر حسرت و اندوہ کا اظہار کرتے دیکھتا تو کوئی کیفیت طاری نہیں ہوتی تھی۔

پھر ایک زمانہ ایسا آیا جب پریشان خیالی غالب ہونا شروع ہوئی۔ میں سوچتا تھا، راتوں کو خوف و دہشت سے آنکھ کھل جاتی تھی اور میں دعا مانگتا کہ یا اللہ! میرے ماں باپ اور بہن بھائی زندہ رہیں۔ میں اپنے زندہ رہنے کی کوئی دعا نہیں مانگتا تھا۔ وہی بات کہ موت ابھی دوسروں کے لئے ہے۔ پھر جوانی کے ساتھ موت کا غم زیادہ ستانے لگا۔ میں مرنا نہیں چاہتا تھا۔ اب احساس میں تبدیلی آ گئی تھی۔

عمر کی چوتھی دہائی کے اختتام پر ہوں تو یہ خیال اہم اور شدید معلوم ہوتا ہے کہ میں اب موت کے قریب ہوں ۔ تمنا اور خواہش ہے کہ لمبی عمر پاؤں، مزید زندہ رہوں۔

سوچتا ہوں کہ موت جب آئے گی تو کیسے آئے گی؟ کیا شکست و ریخت کے ساتھ ان تصورات کے مطابق کہ جن کے بارے میں کہا گیا ہے کہ روح بدن سے ایسے نکلتی ہے جیسے ریشمی کپڑا خاردار جھاڑی میں پھنس گیا ہو۔ بہرحال موت جیسی بھی ہو اور جس طرح آئے، سامنا کرنا ہو گا۔

کبھی کبھی دل بہت بوجھل ہو جاتا ہے اور خوف آتا ہے کہ قبر میں کیا ہو گا؟ اور کبھی دوسرا عالم ہوتا ہے۔

سرما کی سہ پہر کو یا گرمیوں کی دوپہر میں سفر میں آتے جاتے ان جانے احساس سے خود کو ہلکا محسوس کرتا ہوں۔ اس وقت میں ہجوم سے الگ تھلگ اپنی دنیا میں گم ہوتا ہوں ۔ لگتا ہے کہ آسودگی اور روشنی کی قبر میں جاؤں گا اور کسی مشکل کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ آسودگی کے احساس کے باوجود دل چاہتا ہے کہ زیادہ

جی لوں — لمبی عمر پا سکوں۔

میت سپرد خاک کی جا چکی تھی۔ سیمنٹ کے سلیب اوپر رکھ کر وہاں موجود لوگ تین تین مٹھی مٹی قبر پر ڈال رہے تھے۔ اس نے گفتگو ختم کی اور ہم دونوں نے بھی چند قدم آگے بڑھ کر مٹی ڈالی۔ مٹی ڈالنے کے بعد وہ ایک پختہ قبر کے کنارے بیٹھ گیا۔

اس نے کہا، ''دوست! قبرستان میں آکر میں ہمیشہ تھک جاتا ہوں۔''

ہاں یہ تو ہے، میں نے جواب میں کہا۔ شاید ہم نفسیاتی طور پر خوف کا شکار ہوتے ہیں اس لئے تھکن کا احساس زیادہ ہو جاتا ہے۔

ہم تھوڑی دیر خاموش رہے۔ اس کے بعد میں نے کہا، میری والدہ اسی قبرستان میں آسودہ خاک ہیں، سوچ رہا ہوں کہ ان کی قبر پر فاتحہ پڑھ لوں۔

کیوں نہیں ضرور پڑھ لو۔ اس نے جواب دیا۔

''مگر میت والے یہ نہ سمجھیں کہ میں ان کے ساتھ قبرستان آیا ہوں اور اپنے کام میں لگ گیا۔''

اس میں سوچنے کی کیا بات ہے۔ یہ بدقسمتی کی بات ہے کہ آدمی قبرستان آئے اور اعزہ و اقربا کی قبر پر حاضری نہ دے۔

قبرستان کی سڑک تپلی تھی۔ اندر آنے جانے والے ٹریفک کے سبب کئی گاڑیوں کو کافی دیر کے لئے رکنا پڑتا تھا۔ ہم باتیں کر رہے تھے کہ ایک آدمی نے اطلاع دی کہ قبر پر رکھے جانے والے سیمنٹ کے سلیب، اوپر ڈالی جانے والی مٹی کے بوجھ تلے ٹوٹ کر قبر میں گر گئے ہیں۔

یہ سن کر ہم دونوں سکتہ میں آگئے۔ ایسے موقع پر معاشرہ میں پھیلی ہوئی بے ایمانی کے بارے میں جس قسم کا اظہار خیال کیا جا سکتا تھا وہ ہم نے کیا۔

قریب جا کر معلوم کیا۔ ایک آدمی کو پختہ سلیب منگوانے کے لئے شہر بھیجا جا رہا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہاں دیر لگے گی اور اندھیرا چھا جائے گا۔

میں نے اس سے کہا، میں اطمینان سے اپنی والدہ کی قبر پر فاتحہ پڑھنے کے لئے جا سکتا ہوں۔ چلو چل کر قبرستان کے گیٹ پر کچھ پھول اور اگربتیاں خرید لیں۔

گیٹ پر پہنچ کر میں پھول اور اگربتیاں خریدنے میں مصروف ہو گیا اور وہ کتبوں پر لکھی ہوئی عبارتوں کو پڑھنے میں مشغول ہو گیا۔

اگربتیاں اور پھول لے کر اس کے پاس گیا تو وہ ایک کتبہ پر جھکا ہوا تھا جو ابھی قبر پر نہیں لگایا گیا تھا۔ اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھا، وہ چونک کر بولا،

تم نے یہ کتبہ دیکھا!

اس کا گلا رُندھا ہوا تھا۔

میں نے کتبہ پر لکھے ہوئے الفاظ کو باآواز بلند پڑھا۔

''اپنے ابو کی پیاری بیٹی ستارہ کے لئے''

میں خاموش ہوا تو وہ بولا—

''یہ قبر پر تو بعد میں نصب ہوگا لیکن اس سے پہلے یہ کتبہ اور نوحہ اس کے باپ کے دل میں نقش ہو چکا ہوگا۔ ہم اپنی زندگی کے سچے اور پر خلوص جذبات کا اظہار شاید قبرستان میں ہی کرتے ہیں!''

والدہ کی قبر کی جانب چل پڑا۔ ماں کی قبر پر پھولوں کی پتیاں بکھیرنے کے بعد جب میں نے آس پاس کی قبروں پر بھی تھوڑی سی پتیاں ڈالیں تو وہ اس اثنا میں میری والدہ کے لئے فاتحہ پڑھ چکا تھا۔

دوسری قبروں کی جانب اشارہ کر کے بولا،

یہ گویا آپ حقِ ہمسائیگی ادا کر رہے ہیں۔

میں نے جواب دیا— ''اور پیروں کی جانب کی قبر کا تو میں خاص طور پر خیال رکھتا ہوں کیوں کہ مجھے اس قبر پر گورِ غریباں ہونے کا زیادہ گمان گزرتا ہے۔ پختہ قبروں کے اس قبرستان میں بہت کم قبریں کچی ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے۔ اس قبر پر لوحِ مزار بھی نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ یہ بات نہ ہو— مرنے والا یا مرنے والی آسودہ حال ہو، صرف عقیدہ کی بنا پر قبر کچی ہو۔''

دونوں باتیں ممکن ہیں۔ اس نے جواب دیا اور قریب کی ایک پختہ قبر کے چبوترے پر بیٹھ گیا۔

واپس پہنچے تو نئے سلیب قبر پر رکھے جا چکے تھے اور مٹی کا ڈھیر وہاں ابھر آیا تھا۔ ہم دوسروں سے ذرا دور کھڑے ہوئے تھے۔

وہ ایک بار پھر مخاطب ہوا—

''یہ قبرستان ہے۔ یہاں موت کا تذکرہ بھی اصل میں زندگی کے تذکرہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ میں نے تمہیں موت کے بارے میں اپنے احساسات بتائے۔ تم شاید میری توہم پرستی پر ہنسو گے مگر یہ حقیقت ہے۔ میں جب کبھی قبرستان آتا ہوں تو وہم کا شکار ہو جاتا ہوں لیکن یہ بھی تمہیں بتا دوں کہ میں قبرستان عبرت کے لئے نہیں آتا۔ عبرت کے لئے اب شکستہ حال اور ادھڑی ہوئی قبریں قبرستانوں میں رہ بھی کہاں گئی ہیں!

میں جب قبرستان میں داخل ہوتا ہوں تو اپنی طویل عمری کے لئے ایسی قبر سے شگون لیتا ہوں جس نے لمبی عمر پائی ہو۔ اس طرح میرے اندر اپنی زندگی کے طویل ہونے کی امید پیدا ہوتی ہے۔

میں اس کی توہم پرستی پر ہنس دیا۔ میرے چپ ہو جانے کے بعد اس نے گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا،

''آج میں دو قبروں کے پاس بیٹھا تھا۔ ان میں سے ایک کی عمر 97 برس تھی اور دوسرے نے اس دنیا میں 80 سال گزارے۔''

''بہر حال عمرِ خضر بھی نصیب ہو تو آدمی کا مقدر فنا ہے۔'' میں نے کہا۔

''وہ تو میں مانتا ہوں۔'' اس نے میری بات سن کر کہا

اور پھر بات کا رخ دوسری طرف موڑتے ہوئے بولا،

''یہ قبرستان شاید نیا بنا ہے۔ ایسے قبرستان جن سے آدمی کو عبرت حاصل ہو وہ تو صدیوں میں جا کر بنتے ہیں ۔ اس قبرستان میں تو ساری قبریں صحیح سلامت ہیں اور ان کے کتبے اور لوح مزار عبرت کے بجائے نمائش زیادہ لگتے ہیں۔''

اس کی بات جاری تھی—

''اس قبرستان میں شاید نیم کا ایک درخت بھی بوڑھا اور اداس نہیں ہے ۔ سارے نیم کے درخت جوان اور ان کے پتوں کا رنگ گہرا اور چمک دار ہے۔ نہ ایسی جھاڑیاں ہیں جو بے ترتیبی سے قبروں اور خالی زمین پر پھیل کر قبرستان کو ہیبت ناک اور اداس بناتی ہیں۔ شہر نیا ہے تو اس کے قبرستان بھی نئے ہیں۔

تم نے شاید ایسے قبرستان نہیں دیکھے لیکن میں نے دیکھے ہیں ۔ ملوک شاہ اور نور شاہ بخاری ، ان قبرستانوں کے نام تھے۔ وہاں قبروں اور درختوں کے اوپر عجیب رونگٹے کھڑے کر دینے والی فضا کا احساس ہوتا ہے۔ قبریں اندر دھنسی ہوئی ہیں اور نیم کے پتے گرد آلودہ— شام کے ساتھ ہی آدمی گھٹن اور وحشت کا شکار ہو جاتا ہے۔ مجھے خیال آتا ہے کہ قبر میں آدمی پر پہلی شام کیسی ہوتی ہوگی؟''

لوگ میت گاڑی میں سوار ہونے لگے تو ہم دونوں بھی اٹھے اور گاڑی میں بیٹھ گئے۔

میں نے کتبہ پر لکھے ہوئے الفاظ کو باآواز بلند پڑھا۔

''اپنے ابو کی پیاری بیٹی ستارہ کے لئے''

میں خاموش ہوا تو وہ بولا —

''یہ قبر پر تو بعد میں نصب ہوگا لیکن اس سے پہلے یہ کتبہ اور نوحہ اس کے باپ کے دل میں نقش ہو چکا ہوگا۔ ہم اپنی زندگی کے سچے اور پرخلوص جذبات کا اظہار شاید قبرستان میں کرتے ہیں!''

آج مجھے قبرستان میں شام کے دھندلکے میں اس کی ساری باتیں یاد آ رہی ہیں۔ ابھی ان باتوں کو زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا مگر میں آج اس کی تدفین میں شریک ہونے آیا ہوں جو قبروں پر نصب کتبوں سے طویل العمری کا شگون لیا کرتا تھا۔ ابھی اس کی نعش قبر میں اتاری نہیں گئی ۔ قبر منہ کھولے مہمان کی آمد کی منتظر ہے— مگر اس کے برابر جو پختہ قبر ہے اس پر نصب کتبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پڑوسی نے طویل عمر پائی تھی۔

ہم نے اسے لحد میں اتارا۔ پھر وہ مٹی کے ڈھیر کی صورت میں تبدیل ہوگیا۔

اس ڈھیر کے کنارے ایک نوعمر نیم کھڑا جھوم رہا ہے، یہ قبر اور یہ نوعمر نیم ایک ساتھ ہی بوڑھے اور پرانے ہوں گے۔

ہر چیز اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ کی طرف لوٹ رہی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

PRIME LACE INDUSTRIES
(PVT.) LTD.

Manufacturer of
Embroidery Lace & Fabrics

C-8, S.I.T.E, Hyderabad
Tel: 022-3880107 Fax: 022-3880381

محمد علی ضیا

رنگ پردہ ـــــ پردہ رنگ ہے

اس دنیا میں نہ انار سرخ ہے نہ آسمان نیلا اور نہ درخت ہرے ہیں۔ رنگین اس لئے نظر آتے ہیں کہ ذہن رنگین دکھا رہا ہے۔ یہ کہنا زیادہ درست ہے کہ ہم ذہن کے دیکھنے کو دیکھ رہے ہیں، جس طرح آئینہ میں عکس دیکھتے ہیں۔

کیا آپ نے بے رنگ دنیا کا تصور کیا ہے یا آپ ایسی دنیا میں رہنا چاہیں گے جو بے رنگ ہو—ایسی دنیا جہاں دریا، سمندر، درخت، آسمان، زمین، پہاڑ، چرند، پرند، پھل، پھول، پودے اور تمام لوگ صرف بلیک اینڈ وائٹ ٹی وی کی طرح نظر آتے ہوں—؟

جب بے رنگی کا تذکرہ ہوتا ہے تو عموماً سیاہ اور سفید سے تشبیہ دی جاتی ہے— صرف سیاہ، سفید اور سرمئی رنگ کے شیڈز۔ ذہن میں بلیک اینڈ وائٹ ٹی وی کا خاکہ ابھرتا ہے جب کہ ایسا نہیں ہے اس لئے کہ سفید سیاہ اور سرمئی بھی رنگ ہیں۔

زمین اور آسمان میں رنگ برنگ اشیا اللہ تعالیٰ کی صفتِ مصور کی رونمائی ہے۔ سوالات یہ ہیں کہ زمین پر موجود اشیا رنگین کیوں ہیں، رنگ کیسے تخلیق ہوتے ہیں اور رنگوں میں تناسب اور امتزاج کیسے قائم ہوا؟ کیا سارے رنگ اتفاقی طور پر بگ بینگ کے نتیجہ میں بن گئے؟

بعض افراد قائل ہیں کہ کائنات اتفاقی حادثہ کا نتیجہ ہے لیکن باشعور اور ذی فہم افراد ایسا نہیں سوچتے کہ سارے رنگ اتفاقی یا حادثاتی طور پر مظہر بنے۔ تتلی کے پروں پر نقش و نگار اور خوب صورت پھولوں کو دیکھیں، سب رنگوں کے شاہکار ہیں اور اچانک پیدا نہیں ہوئے۔

آیئے مثال سے سمجھتے ہیں۔ جب ہم کسی فن پارہ (پینٹنگ) کو دیکھتے ہیں جس میں مصور نے کینوس پر خوب صورت باغ کی تصویر بنائی ہے، باغ میں درخت پر پھل ہیں، قطار در قطار پھولوں پر تتلیاں ہیں اور چہچہاتے پرندے بھی اس تصویر میں نمایاں ہیں۔ پینٹنگ میں رنگوں کا امتزاج اور تناسب ہے۔ اگر یہ کہیں کہ زور سے ہوا چلی، رنگوں سے بھری ٹرے گر گئی، رنگ آپس میں مل گئے، بارش کے قطرے شامل ہوئے اور کچھ عرصہ بعد ایک خوب صورت پینٹنگ بن گئی تو کیا یہ بات سنجیدہ سمجھی جائے گی؟

رنگ اشیا کے خواص کے بارے میں مطلع کرتے ہیں۔ اردگرد غور کریں تو معلوم ہوگا کہ ہم رنگوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ ہر شے کا رنگ مخصوص ہے۔ دنیا کے ہر گوشہ میں تربوز کا گودا سرخ ہے۔ برف سفید ملے گی، لیموں زرد اور انار کے دانے سرخ ہیں۔ آم کا رنگ زرد اور دودھ کا رنگ سفید ہے۔

مزید گہرائی میں جائیں تو ظاہر ہوتا ہے کہ دو مخصوص رنگوں کو ملانے سے وہی رنگ حاصل ہوتا ہے جو ان رنگوں کے ملانے سے بننا چاہئے۔ سرخ اور زرد سے نارنجی رنگ بنتا ہے۔ کالے اور سفید کو ملایا جائے تو سرمئی رنگ بنتا ہے۔

مصور اول خالق کائنات نے ایسے ایسے رنگ بھر دیئے ہیں کہ عقل دنگ ہے۔ ارشاد ہے:

''جس نے سات آسمان اوپر تلے بنائے،
تو رحمٰن کی اس صنعت میں کوئی خلل نہ دیکھے گا
تو پھر نگاہ دوڑا، کیا تجھے کوئی شگاف نظر آتا
ہے؟ پھر بار بار نگاہ کر، تیری نگاہ تیری طرف
تھک کر نامراد لوٹ آئے گی۔''

(الملک: ۳۔۴)

اطراف میں نگاہ دوڑائیں، ہر چیز رنگ برنگ ہے۔ کیا آپ نے غور کیا ہے کہ رنگ کیسے بنتے ہیں؟ سائنس رنگوں کے نظر آنے کی توجیہ بیان کرتی ہے کہ رنگ کے بننے اور ظاہر ہونے میں کئی عوامل کارفرما ہیں۔ سب سے پہلے روشنی کا ہونا ضروری ہے۔ سورج اور دیگر ستاروں سے جو روشنی زمین تک پہنچتی ہے اس کی رفتار ایک لاکھ چھیاسی ہزار دو سو بیاسی میل فی سیکنڈ بتائی جاتی ہے۔ سورج کی کرنوں کا سب سے چھوٹا جزو فوٹان زمین پر موجود اشیا سے ٹکراتا ہے تو نگاہ رنگ دیکھنا شروع کرتی ہے۔ تمام اشیا الیکٹران سے مل کر بنی ہیں۔ ٹکراؤ کے نتیجہ میں روشنی جذب نہیں ہوتی بلکہ روشنی کا انعکاس ہوتا ہے۔

روشنی کی لہریں آنکھ میں داخل ہوتی ہیں اور ریٹینا میں عصبی سگنل میں تبدیل ہوجاتی ہیں۔ ریٹینا میں کون (Cone) سیلز رنگوں کو پروسیس کرتے ہیں، ان کا رنگ سبز، نیلا اور سرخ ہے۔ اشیا سے شعاعیں نکل کر کون سیلز پر پڑتی ہیں تو ان تین رنگوں کے ملنے سے بے شمار رنگ بنتے ہیں۔

یہ تاثر دماغ کے ایک مخصوص حصہ میں جو چند سینٹی میٹر کا ہے، پہنچتا ہے اور یہاں ہم رنگوں سے بھرپور دنیا کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ یعنی بصری مرکز میں لہریں برقی سگنل میں تبدیل ہو جاتی ہیں اور ذہن برقی لہروں کو رنگوں کی شکل میں دیکھتا ہے۔

شے میں مخصوص مالیکیول رنگوں کا انعکاس کرتے ہیں انہیں پگمنٹ مالیکیول کہا جاتا ہے۔ پگمنٹ کی وجہ سے یہ مختلف روشنیوں اور شعاعوں کو منعکس کرتے ہیں۔ مثلاً پودوں کا رنگ، ٹہنیوں کا رنگ، پھولوں کا رنگ،

جلد کا رنگ، سیب کا رنگ، انار کا رنگ وغیرہ۔ ہر پگمنٹ مالیکیول کی ایٹمی ساخت منفرد اور ایٹمی نمبر اور ترتیب بھی دوسرے سے الگ ہے۔ روشنی پگمنٹ مالیکیول سے ٹکراتی ہے تو مختلف رنگوں میں مظاہرہ ہوتا ہے۔

رنگ برنگ دنیا سے ہمارا گہرا تعلق ہے۔ شے اور فرد کو رنگ سے جانتے اور پہچانتے ہیں۔ دراصل مخلوق رنگ کے ذریعے دنیا سے واقف ہے۔

تصور کریں کہ رنگ ختم کر دیا جائے تو کیا ہوگا۔ اشیا کے درمیان فرق کر سکتے ہیں نہ حدود کا تعین ہوتا ہے۔ یعنی یہ رنگوں کی دنیا ہے اور چیزوں کا تعارف رنگ ہیں۔

''اور تمہارے واسطے جو چیزیں زمین میں مختلف رنگوں کی پھیلائی ہیں ان میں غور وفکر کرنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔'' (النحل:١٣)

لکڑی کی میز پر نیلے کانچ کی پلیٹ ہے، پلیٹ کے اندر نارنگی، سیب، انار اور انگور ہیں۔ رنگ ختم ہو جائیں تو میز، پلیٹ اور پھلوں کے مابین فرق کیا جا سکتا ہے نہ ان چیزوں کی حدود کا تعین کر سکتے ہیں — ہم ان اشیا کو دیکھ بھی نہیں سکتے اس لئے کہ شناخت رنگوں سے ہے۔

روشنی پرزم سے گزر کر سات رنگوں میں تقسیم ہوتی ہے ہم صرف اس کا مرئی طیف دیکھ پاتے ہیں۔ الٹراوائلٹ اور انفراریڈ رنگ کیوں نہیں دیکھ سکتے؟ اس لئے نہیں دیکھ سکتے کہ مادی شعور صرف مخصوص رینج کی فریکوئنسی کے درمیان رنگ دیکھتا ہے۔ فریکوئنسی کم یا زیادہ ہونے سے شے یا رنگ نظر آنا بند ہو جاتے ہیں۔ اس قانون کو مدنظر رکھتے ہوئے ایسے جنگی طیارے بنا لیے گئے ہیں جو لڑائی کے دوران انفراریڈ شعاعیں خارج کرتے ہیں اور دشمن کی نگاہوں سے اوجھل رہتے ہیں۔ انہیں Stealth Aircraft کہا جاتا ہے۔

پرندے اور حیوانات با صلاحیت ہیں اور کسی حد تک اس قانون سے واقف ہیں۔ وہ غذا کے حصول کے لئے رنگوں سے بھرپور استفادہ کرتے ہیں۔

چڑیا، فاختہ، بلبل، کوئل وغیرہ بچوں کی چونچ کا اندرونی رنگ دیکھ کر اندازہ لگا لیتی ہیں کہ بچوں کو بھوک لگی ہے۔ یہ حیوانات رنگوں کا بھرپور استعمال کر کے شکار تلاش کرتے ہیں اور دشمنوں سے محفوظ رہتے ہیں۔

گھاس پر چہل قدمی کے دوران سبز مینڈک نظر نہیں آتا۔ ہم اس وقت چونک کر پیچھے ہٹ جاتے ہیں جب مینڈک چھلانگ لگا کر فرار ہوتا ہے۔ خزاں کے موسم میں درخت کی شاخ کو دیکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ صرف زرد پتے ہیں۔ اندازہ اس وقت غلط ثابت ہوتا ہے جب نگاہوں کے سامنے پتوں کے رنگ کی تتلی اڑتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔

کیا آپ نے گرگٹ دیکھا ہے جو خود کو اطراف میں موجود رنگوں میں ڈھال لیتا ہے؟ یہ منظر دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ گرگٹ خود کو ماحول میں رنگوں سے

اس طرح ہم آہنگ کر لیتا ہے کہ اسے دیکھنا تقریباً ناممکن ہے۔ اطراف میں نیلا رنگ ہے تو وہ نیلا ہو جاتا ہے۔ جتنی تیزی سے گرگٹ رنگ تبدیل کرتا ہے دوسرا کوئی جانور نہیں۔

اشیا کی حدود کا تعین رنگوں سے ہے۔ شفاف شیشوں کے دروازوں پر سرخ رنگ کا نشان لگایا جاتا ہے تاکہ بے دھیانی میں شیشے سے نہ ٹکرا جائیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا واقعی رنگ جو ہم دیکھ رہے ہیں موجود ہیں—؟

دماغ کا وزن 1400 گرام ہے جو کھوپڑی میں موجود بائیس مختلف ہڈیوں میں محفوظ ہے، ہم اس تاریکی میں رنگ دیکھ رہے ہیں۔ ہو یہ رہا ہے کہ جس کمرے میں ہم بیٹھے ہیں، کتاب پڑھ رہے ہیں، کتاب، ہم اور کمرہ— برقی رو کا تاثر ہے جو دماغ کے نہایت چھوٹے تاریک حصہ میں بن رہا ہے۔ کمرہ، کتاب اور تمام رنگ برنگ اشیا کہیں باہر نہیں ہمارے اندر ہیں۔ ہم دماغ کے اندر برقی رو کے نتیجہ میں بننے والی دنیا دیکھتے ہیں۔ دماغ برقی رو کو اس طرح پروسیس کرتا ہے کہ شے رنگین نظر آتی ہے۔

ریٹینا میں موجود کونز میں خرابی ہو جائے تو آدمی کلر بلائنڈ ہو جاتا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ کچھ افراد نیلے رنگ کو سبز اور سرخ رنگ کو نیلا دیکھتے ہیں۔ بعض کو سارے رنگ سرمئی نظر آتے ہیں جیسے بلیک اینڈ وائٹ ٹیلی وژن۔ مطلب یہ ہے کہ جو رنگ ہم دیکھتے ہیں وہ صرف برقی سگنلز ہیں جنہیں ذہن رنگوں میں تبدیل کرتا ہے۔

اس دنیا میں نہ انار سرخ ہے، نہ آسمان نیلا اور نہ درخت ہرے ہیں۔ رنگین اس لئے نظر آتے ہیں کہ ذہن رنگین دکھا رہا ہے۔ یہ کہنا زیادہ درست ہے کہ ہم ذہن کے دیکھنے کو دیکھ رہے ہیں، جس طرح آئینہ میں عکس دیکھتے ہیں۔

غور طلب ہے کہ اصل اور عکس میں فرق ہے۔ ذہن ہر چیز کو رنگوں کا پردہ پہنا کر دکھا رہا ہے۔ پردہ اتنا محدود ہے کہ ذہن مرئی طیف کے سات رنگوں اور ان کے شیڈز سے باہر نہیں نکلتا۔ شہد کی مکھی الٹرا وائلٹ شعاعیں دیکھ لیتی ہے— مادی آنکھ الٹرا وائلٹ شعاعیں نہیں دیکھتی۔

”اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا۔“

(النور: ۳۵)

زمین و آسمانوں کی بنیاد نور ہے جب کہ موجودہ سائنس روشنی کو مادہ کی بنیاد قرار دیتی ہے۔ نور تو نور علیٰ نور ہے— ہمیں میڈیم کے بغیر الیکٹران کی روشنی بھی نظر نہیں آتی۔

اس کے علاوہ نادیدہ مخلوقات جن کا ذکر قرآن کریم میں ہے جیسا کہ جنات اور فرشتے وغیرہ، بھی نگاہوں سے مخفی ہیں۔ ہمارا شعور صرف ان چیزوں کو دیکھتا ہے جو رنگین ہوں۔ بے رنگی سے مادی شعور واقف نہیں ہے۔

ہم جذبات و احساسات کو رنگوں سے موسوم کر کے

محسوس کرتے، دیکھتے اور سمجھتے ہیں۔ مثلاً باکسنگ کے مقابلوں سے پہلے جب باکسرز کا ٹمپریچر ریکارڈ کیا جاتا ہے تو وہ ایک سو تین سے ایک سو چار ڈگری تک پہنچ جاتا ہے۔زیادہ ٹمپریچر کا مطلب سرخ رنگ کا اضافہ ہے۔یہی صورت حال غصہ کی ہے۔غصہ میں دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی ہے، جسم کا درجہ حرارت اس حد تک بڑھ جاتا ہے کہ غصہ کرنے والے کے چہرہ پر سرخی نمودار ہو جاتی ہے۔

خوف میں چہرہ کا رنگ سفید یا زرد ہو جانا، حیا سے گالوں پر سرخی کا آجانا، پیلیا میں آنکھوں کا پیلا ہونا مشاہدہ میں ہے۔لال بخار میں مریض کا ٹمپریچر ایک سو چار ڈگری تک پہنچ جاتا ہے اور چہرہ بھی سرخ ہو جاتا ہے۔کالے بخار (بلیک فیور) میں رنگ کالا ہو جاتا ہے۔یعنی ہم چند رنگوں کے دائرہ میں محدود رہ کر زندگی گزار دیتے ہیں۔

قابل غور ہے کہ لوگ پانی کو بے رنگ تسلیم کرتے ہیں۔پانی بے رنگ نہیں ورنہ ہم پانی نہیں دیکھ سکتے۔پانی کے رنگ کو نوع آدم اب تک کوئی نام نہیں دے سکی ہے۔

ایک بادشاہ نے نقاشان چین اور مصوران روم جمع کیے اور حکم دیا کہ ایوان شاہی میں ایسی نقاشی کرے جس کی مثال نہ ہو۔دونوں نے ہنرمند ہونے کا دعویٰ کیا۔ آخر یہ فیصلہ ہوا کہ مکان کے اندر ایک دیوار پر چینی کام کریں اور دوسری پر رومی۔دونوں کے درمیان پردہ حائل رہے تاکہ ہنر کا مقابلہ ہو۔

چینیوں نے دیوار پر نہایت شان دار دیدہ زیب گل کاری اور رنگ آمیزی کی۔رومیوں نے دیوار کو مصالحہ دے کر ایسا صاف وشفاف اور صیقل بنا دیا کہ آئینہ ہو گئی۔

پردہ اٹھایا گیا تو دونوں جانب یکساں بہار تھی۔ دونوں فریق اپنے کمال میں یکتا تھے۔ چینیوں نے جس طرح کی حیرت انگیز نقاشی کی تھی وہ بے مثال تھی لیکن رومیوں کی صفائی فوقیت رکھتی تھی کیوں کہ جو رنگ یا گل کاری اس کے مقابل آئے گی، شیشۂ دیوار میں اس کا عکس نظر آئے گا۔نقش و نگار نہ ہوں تو دیوار——دیوار نظر آئے گی۔

خیالات رنگین ہیں۔جس رنگ کا غلبہ ہوتا ہے، ہم اس رنگ کے زیر اثر آجاتے ہیں۔مثبت اور منفی سوچ کا بھی رنگ ہے۔حضور اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے:

''اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔''

(بخاری و مسلم)

منفی سوچ کا حامل بندہ ہر شے کو منفی رنگ میں دیکھتا ہے جب کہ پیغمبرانہ سوچ کے افراد کا ہر عمل اللہ کے لئے ہوتا ہے۔

''اللہ کا رنگ، اور اللہ کے رنگ سے اور کس کا رنگ بہتر ہے۔اور ہم تو اسی کی عبادت کرتے ہیں۔'' (البقرۃ: ۱۳۸)

سرورق کی تشریح

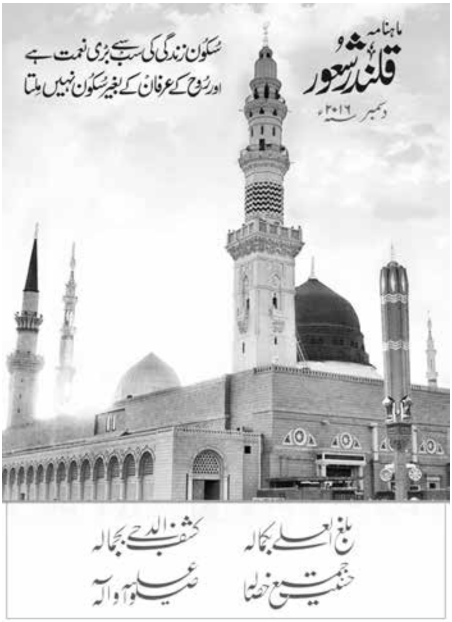

اللہ رب العالمین کی صفات میں سے ایک صفت ـــ صفت رحیم ہے۔ صفت رحیم میں رب کے تمام اوصاف موجود ہیں ۔ رب کے معنی پالنا اور زندہ رہنے کے لئے وسائل فراہم کرنا ہے ۔ وسائل میں زندگی بھی شامل ہے۔ ایک جز کی فراہمی بھی منقطع ہوجائے تو نظام معطل ہوجائے گا۔ اللہ کی سنت میں تبدیلی اور تعطل نہیں ہے۔ ہر لمحہ زندگی کے وسائل غیب سے ظاہر بن رہے ہیں، اس طرح کہ غیب نظروں سے اوجھل ہے اور ظاہر ہو کر پھر غیب بن جاتا ہے۔ کائنات میں رحمت کی تقسیم کے لئے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے حضرت محمدؐ کا نور تخلیق کیا اور انہیں اپنا محبوب قرار دیا۔ اللہ نے خود آپؐ پر درود وسلام بھیجا، فرشتوں کو حکم دیا اور لوگوں کو بھی تاکید کی کہ وہ بھی آپؐ پر درود وسلام بھیجیں۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ (الاحزاب:۵۶)

درود شریف دراصل اللہ سے دعا ہے کہ یا اللہ! ہمارا تعلق اپنے محبوب حضرت محمدؐ سے قائم کردیجئے۔ حضور پاکؐ سے نسبت قائم ہوتی ہے تو اللہ سے تعلق قائم ہوجاتا ہے۔ رب کائنات نے خود درود وسلام بھیج کر آپؐ کا ذکر بلند فرمایا ہے۔

''اور ہم نے آپؐ کا ذکر بلند کیا۔'' (الم نشرح:۴)

اللہ کے محبوبؐ پر کثرت سے درود وسلام بھیجا جائے تو نورِ علیٰ نور ہستی کی وساطت سے ذکر کرنے والے کا مقام بلند

ہو جاتا ہے۔ مقام اس وقت ممکن ہے جب نسبت منتقل ہو، نسبت — ''اطاعت'' ہے۔ جتنا کسی کی پیروی کی جاتی ہے اس کے اوصاف کا عکس منتقل ہوتا ہے۔

''حضور اکرمؐ کے دور میں اور قرون اولیٰ میں لوگوں کو مرتبہ احسان حاصل تھا، ان کے لطائف حضورؐ کی محبت سے رنگین تھے۔ ان کی زیادہ تر توجہ حضورؐ کے متعلق غور و فکر میں صرف ہوتی تھی۔ ان کی روحانی تشنگی حضورؐ کے اقوال پر توجہ صرف کرنے میں پوری ہو جاتی تھی۔''

جس بزرگ سے روحانی تعلق قائم ہو جائے، طرز فکر اس کی طرز فکر کے مطابق ہونا نسبت ہے۔

دسمبر 2016ء کے سرورق پر توصیفی کلمات حضرت شیخ سعدیؒ کے ہیں۔ جب ان پر اشعار وارد ہوئے تو چوتھا مصرعہ جو بھی لکھا، دل مطمئن نہیں ہوا۔ شیخ سعدیؒ اسی سوچ میں گم رہتے کہ کیا لکھا جائے۔

قسمت جاگی — خواب میں محبوب رب العالمین حضرت محمدؐ کی زیارت نصیب ہوئی۔

آپؐ نے فرمایا: پڑھو!

شیخ سعدیؒ نے پڑھا: بلغ العلیٰ بکمالہ — کشف الدجیٰ بجمالہ — حسنت جمیع خصالہ

یہ پڑھ کر رک گئے کیوں کہ چوتھا مصرعہ نہیں آتا تھا۔ دو جگ کے سردار حضرت محمدؐ نے فرمایا: صلوا علیہ وآلہ

ان اشعار کو دربار رسالت میں قبولیت حاصل ہوئی اور یہ عالمین میں مقبول ہو گئے — ہر محفلِ نعت میں جھوم جھوم کر پڑھے اور سنے جاتے ہیں۔ ترجمہ یہ ہے:

بلغ العلیٰ بکمالہ	بلندیوں تک پہنچے کمال کے ساتھ
کشف الدجیٰ بجمالہ	اندھیروں کو اپنے جمال سے روشن کیا
حسنت جمیع خصالہ	آپؐ کے سب اوصاف نہایت حسین اور مبارک ہیں
صلوا علیہ وآلہ	درود و سلام ہو آپؐ پر اور آپؐ کی آل پر

اللہ تعالیٰ رحیم ہے اور اپنے محبوب حضرت محمدؐ کو رحمت للعالمین فرمایا۔ ایک مرتبہ سیدنا حضور پاکؐ سے مشرکین نے کہا ''اگر تم ہمارے لئے کوہِ صفا کو سونے کا بنا دو تو ہم تم پر ایمان لے آئیں گے۔''

''کیا واقعی؟'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا۔ ''ہاں، یقیناً۔'' سب نے یقین دلایا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب دعا کرنے کا ارادہ فرمایا تو جبرئیل امینؑ نازل ہوئے اور عرض کیا۔

''یا رسول اللہؐ! اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اگر آپ کی خواہش ہو تو صفا کی پہاڑی سونا بن جائے گی لیکن اگر اس کے باوجود یہ لوگ ایمان نہ لائے تو پھر ان کے لئے توبہ و رحمت کا دروازہ بند ہو جائے گا اور میں ان کو ایسا

عذاب دوں گا کہ پوری کائنات میں ایسا عذاب کسی کو نہ ملا ہوگا۔'' (مسند احمد، مستدرک حاکم)

حضور پاکؐ قوم کی ہٹ دھرمی سے واقف تھے۔ اس لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا نہیں فرمائی اور جبرئیل امینؑ کو جواب دیا کہ — ''کوہِ صفا بے شک سونا نہ بنے لیکن ان کے لئے توبہ و رحمت کا دروازہ ہمیشہ کھلا رکھا جائے۔''

حق و صداقت کا پیغام لوگوں تک پہنچانے کے لئے آپؐ کو بے حد تکالیف کا سامنا کرنا پڑا لیکن سب کو معاف فرمایا اور ہمیشہ خیر خواہی چاہی۔ ایک دن حضورؐ خانہ کعبہ میں عبادت کر رہے تھے۔ ابوجہل کچھ افراد کے ہم راہ وہاں پہنچ گیا۔ ہاتھ میں اونٹ کی اوجھڑی تھی جس میں خون اور دوسری گندگیاں بھری ہوئی تھیں۔ جزیرۃ العرب میں کسی کو سزائے موت دینے کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ پانی، خون یا دوسری گندگیوں سے بھری ہوئی اونٹ کی اوجھڑی کو سر پر اس طرح چڑھا دیتے تھے کہ سر اور چہرہ اوجھڑی کے اندر پھنس جاتا اور پھر اوجھڑی کے نچلے حصہ کو کسی تھیلے کے منہ کی طرح مضبوطی سے گردن میں باندھ دیا جاتا۔ اس طرح ناک اور منہ مکمل طور پر اوجھڑی کے غبارہ میں بند ہو جاتے تھے اور سانس رک جاتا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام گرد و پیش سے بے خبر اللہ تعالیٰ کے سامنے سربسجود تھے۔ ابوجہل نے اونٹ کی اوجھڑی حضور اکرمؐ کے سر پر رکھ دی اور پھرتی کے ساتھ اوجھڑی کے دوسرے سرے کو تھیلی کی طرح گردن پر باندھ دیا۔ آپؐ کو احساس ہوا کہ کوئی چیز سر پر رکھ دی گئی ہے۔ سانس گھٹنے لگا اور شدید تکلیف ہوئی۔ اوجھڑی کو منہ پر سے ہٹانے کی کوشش کی۔

وہاں موجود لوگوں کو احساس تھا کہ مدد کر کے وہ ابوجہل کی دشمنی مول لیں گے۔ قریش کی ایک عورت کرب ناک منظر کی تاب نہ لاسکی اور حضرت بی بی فاطمہؓ کو اطلاع دی۔ حضرت بی بی فاطمہؓ سراسیمہ حالت میں روتے ہوئے خانہ کعبہ میں پہنچیں۔ ابوجہل اور اس کے ساتھیوں نے بی بی فاطمہؓ کو آتے دیکھا تو پیچھے ہٹ گئے۔ پیاری بیٹی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چہرہ اور سر کو اوجھڑی کی گرفت سے آزاد کیا اور اپنے دامن سے چہرہ کو صاف کیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دم گھٹنے کے باعث ایک گھنٹے تک حرکت کے قابل نہ ہو سکے اور اس کے بعد بیٹی کے سہارے کھڑے ہوئے اور آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔ اگلے دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام گزشتہ روز کے واقعہ سے خوف زدہ ہوئے بغیر دوبارہ خانہ کعبہ میں تشریف لے گئے اور وہاں عبادت میں مشغول ہو گئے۔ آپؐ نے جان لینے کی کوشش کرنے والوں کو معاف فرمایا۔ سیرت طیبہؐ کا ہر پہلو صبر، عفو و درگزر، شکر، رحمت و شفقت اور تمام اعلیٰ اوصاف پر مشتمل ہے جن پر عمل کر کے انسانیت کو معراج ملتی ہے۔

خوش بو تیری دو عالم میں ہے اے گلِ چیدہ — کس منہ سے بیاں ہوں تیرے اوصاف حمیدہ
تجھ سا کوئی آیا ہے نہ آئے گا جہاں میں — دیتا ہے گواہی یہی عالم کا جریدہ

تشریح بھیجنے والوں کے نام یہ ہیں: سید اسد علی، اظہر محمود، نگہت حیات، پروفیسر محمد طاہر، سلمان، ندا، فریحہ۔

حضرت زکریا علیہ السلام

چار ہزار تین سو منٹ تک ان کا ذہن یقین کے ساتھ یہ بات دہراتا رہا کہ میں باپ بننے والا ہوں۔ اس خیال کی تکرار اور عبادت سے آپ کے بوڑھے جسم میں حرارت پیدا ہوگئی اور معطل تولیدی نظام بحال ہوگیا۔

حضرت زکریاؑ، حضرت عیسیٰؑ کی والدہ حضرت مریمؑ کے مربی اور سرپرست ہیں، بیت المقدس کی دیکھ بھال اور وہاں ہونے والی تقریبات کے انتظام و انصرام کے لئے بنی اسرائیل کے قبیلوں میں سے متقی اور راست باز شخصیات کا انتخاب کیا جاتا تھا۔ حضرت زکریاؑ زہد و تقویٰ کی بنا پر معزز اور جلیل القدر شخص تھے۔ حضرت زکریاؑ، اللہ کے فرستادہ نبی تھے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''اور زکریاؑ، اور یحییٰؑ اور عیسیٰؑ اور الیاسؑ یہ سب نیکوکاروں میں سے ہیں۔'' (الانعام: ۸۵)

حضرت زکریاؑ اپنی معاش کے لئے بڑھئی کا کام کرتے تھے۔ والدۂ مریم (حنہ) کے یہاں جب بیٹی پیدا ہوئی تو انہوں نے اپنی منت کے مطابق مریمؑ کو ہیکل کی نذر کردیا۔ اس مقدس لڑکی کی کفالت لینے کے لئے قرعہ اندازی کی گئی تو حضرت زکریاؑ کا نام نکلا اور حضرت زکریاؑ مقدس لڑکی مریمؑ کے کفیل بن گئے۔ حضرت زکریاؑ کی بیوی الیشبع اور حضرت مریمؑ کی والدہ حنہ دونوں حقیقی بہنیں تھیں۔ اس رشتہ سے حضرت زکریاؑ حضرت مریمؑ کے خالو تھے۔

حضرت زکریاؑ کی عمر کم و بیش ایک سو بیس سال ہوچکی تھی۔ لاولد تھے کیوں کہ ان کی زوجہ بانجھ تھیں۔ (حضرت زکریاؑ کی عمر میں اختلاف بیان کیا جاتا ہے۔ ستر، نوے اور ایک سو بیس سال عمر بتائی گئی ہے جب کہ ان کی زوجہ محترمہ کی عمر اٹھانوے (98) سال بتائی جاتی ہے)۔

جب حضرت زکریاؑ نے بی بی مریمؑ کے حجرے میں بے موسم کے پھل دیکھے اور ان کو یہ معلوم ہوا کہ مریمؑ پر خدا کا یہ فضل و انعام ہے تو ان کے دل میں شوق ہوا کہ مجھے بھی اللہ تعالیٰ بیٹا عطا کرے۔

حضرت زکریاؑ نے دعا کی:

''اے اللہ! مجھے پاک باطن اولاد عطا فرما، تو حاجت مند کی دعا ضرور سنتا ہے۔''

ہر باپ کی طرح ان کی بھی خواہش تھی کہ میرے بعد کوئی میری وراثت کا حق پورا کرے اور بنی اسرائیل کی

رشد و ہدایت کے لئے تبلیغ کرے، آپ کی دعا قبول ہوئی، ایک روز آپ ہیکل میں عبادت کررہے تھے کہ ایک فرشتہ ظاہر ہوا اور بشارت دی:

''تمہارے بیٹا پیدا ہوگا اور تم اس کا نام یحیٰی رکھنا۔''

یہ سن کر حضرت زکریاؑ بہت خوش ہوئے اور تعجب کے ساتھ فرشتہ سے پوچھا: ''یہ بشارت کس طرح پوری ہوگی؟''

فرشتہ نے جواب دیا:

''میں یہی بتا سکتا ہوں کہ اللہ آپ کو اولاد نرینہ عطا کرے گا۔ حالات کچھ بھی پیش آئیں، اللہ کے لئے ہر کام آسان ہے، وہ قادر مطلق ہے۔''

حضرت زکریاؑ نے دربار الٰہی میں عرض کیا:

''اے اللہ! ایسا کوئی نشان عطا کر جس سے معلوم ہو کہ بشارت پوری ہوگئی ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''نشانی یہ ہے جب تم تین روز تک بات نہ کرسکو اور صرف اشاروں سے ہی اپنا مطلب ادا کرسکو تو سمجھ لینا کہ بشارت پوری ہوگئی ہے لیکن تم ان دنوں میں اللہ کی تسبیح پڑھتے رہنا۔''

چناں چہ جب وہ وقت آپہنچا تو حضرت زکریاؑ اللہ کی یاد میں اور زیادہ مشغول ہوگئے۔ حضرت زکریاؑ نے اپنی امت کو بھی اشاروں سے یہ حکم دیا کہ وہ زیادہ سے زیادہ اللہ کی عبادت کریں۔ یہ بشارت بنی اسرائیل کے لئے خوشی کا باعث تھی کیوں کہ علم و حکمت اور نبوت کے امین حضرت زکریاؑ کے جانشین اور وارث کا دنیا میں ظہور ہونے والا تھا۔

کٓھٰیٰعٓصٓ ۔ تیرے پروردگار نے اپنے بندے زکریاؑ پر جو مہربانی کی تھی یہ اس کا بیان ہے۔ جب ایسا ہوا تھا کہ زکریاؑ نے چپکے چپکے اپنے پروردگار کو پکارا۔ اس نے عرض کیا، پروردگار! میرا جسم کمزور پڑ گیا ہے، میرے سر کے بال بڑھاپے سے بالکل سفید ہوگئے ہیں، خدایا کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میں نے تیری جناب میں دعا کی ہو اور محروم رہا ہوں، مجھے اپنے مرنے کے بعد اپنے بھائی بندوں سے اندیشہ ہے اور میری بیوی بانجھ ہے، پس تو اپنے خاص فضل سے مجھے ایک وارث بخش دے، ایسا وارث جو میرا بھی وارث ہو اور خاندان یعقوبؑ کا بھی اور پروردگار! اسے ایسا کردیجو کہ پسندیدہ ہو۔

اے زکریاؑ! ہم تجھے ایک لڑکے کی پیدائش کی خوش خبری دیتے ہیں۔ اس کا نام یحیٰیؑ رکھا جائے اس سے پہلے ہم نے یہ نام کسی کا نہیں ٹھہرایا ہے۔ پروردگار! میرے ہاں لڑکا کہاں سے ہوگا، میری بیوی بانجھ ہوچکی ہے اور میرا

بڑھاپا دور تک پہنچ چکا۔ اللہ نے فرمایا، ایسا ہی ہوگا تیرا پروردگار فرماتا ہے کہ ایسا کرنا میرے لئے مشکل نہیں، میں نے اس سے پہلے خود تجھے پیدا کیا، حالاں کہ تیری ہستی کا نام و نشان نہیں تھا۔ اس پر زکریاؑ نے عرض کیا: اے اللہ! آپ ایک نشانی ٹھہرا دیں۔ فرمایا: تیری نشانی یہ ہے کہ صحیح وتن درست ہونے کے باوجود تین دن، رات لوگوں سے بات نہ کرے گا۔ پھر وہ حجرہ سے نکلا اور لوگوں میں آیا اور اس نے ان سے اشارہ سے کہا ''صبح وشام خدا کی پاکی و جلال کی صدائیں بلند کرتے رہو۔'' (مریم: ۱-۱۱)

''اور اسی طرح زکریاؑ کا جب اس نے اپنے پروردگار کو پکارا تھا۔ خدایا! مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تو ہی بہتر وارث ہے۔ تو دیکھ ہم نے اس کی پکار سن لی۔ اسے یحییٰؑ عطا فرمایا اور اس کی بیوی کو اس کے لئے تن درست کر دیا، یہ تمام لوگ نیکی کی راہوں میں سرگرم تھے امید لگائے ہوئے اور ڈرے ہوئے دعائیں مانگتے تھے اور ہمارے آگے عجز و نیاز سے جھکے ہوئے تھے۔'' (الانبیا: ۸۹-۹۰)

''اسی وقت زکریاؑ نے اپنے پروردگار سے دعا کی۔ کہا اے میرے پروردگار! مجھے اپنے فضل سے پاکیزہ اولاد عطا کر، بلاشبہ تو دعا سننے والا ہے، پھر جب زکریاؑ حجرہ کے اندر نماز قائم کئے ہوئے تھا فرشتوں نے اس کو آواز دی کہ اللہ تجھ کو یحییٰؑ کی خوش خبری دیتا ہے، جو شہادت دے گا اللہ کے ایک کلمہ کی اور صاحب مرتبہ ہوگا اور عورت کے پاس تک نہ جائے گا اور نیکوکاروں سے نبی ہوگا۔

پروردگار! میرے ہاں لڑکا کس طرح ہوگا، جب کہ میں بہت بوڑھا ہو چکا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے۔ فرمایا اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، زکریاؑ نے کہا، پروردگار! میرے لئے کوئی نشانی مقرر کیجئے۔ فرمایا یہ نشانی ہے کہ تو تین دن لوگوں سے اشارہ کے سوا بات نہ کرے گا اور اپنے رب کی یاد میں بہت زیادہ رہ اور صبح و شام تسبیح کر۔'' (آلِ عمران: ۳۸-۴۱)

حضرت زکریاؑ اللہ کے حکم کے مطابق اپنی قوم بنی اسرائیل کو راہ حق پر چلنے کی تلقین کرتے رہے، آپ ان کی غلطیوں کی نشان دہی کرتے اور درست اور راست اعمال بتاتے لیکن بنی اسرائیل اپنی بداعمالیوں میں حد

سے تجاوز کر گئے تھے اور ان پر پند و نصائح کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اس کے برعکس وہ حضرت زکریاؑ کی جان کے درپے ہوگئے۔ حضرت زکریاؑ کو ہلاک کرنے کی منصوبہ بندی کرنے لگے۔ بادشاہ ہیرودیس نے حکم دیا کہ آپ کو سنگسار کردیا جائے۔ ایک دن جب آپ بیت المقدس میں تھے، قربان گاہ کے نزدیک بنی اسرائیل نے آپ کو گھیر لیا اور سنگسار کردیا۔

''وہ وقت قریب ہے جب تم پر ان کا وبال پڑنے والا ہے جن کو تم نے زکریاؑ کے زمانہ تک قتل کیا اور جب زکریاؑ کو ہیکل اور قربان گاہ کے درمیان قتل کیا۔'' (انجیل برناباس)

حکمت: بانجھ پن ایک مرض ہے جو مرد و خواتین دونوں میں پایا جاتا ہے۔ بانجھ پن کی دو اقسام ہیں۔

۱۔ پرائمری بانجھ پن

۲۔ سیکنڈری بانجھ پن

پرائمری بانجھ پن پیدائشی ہوتا ہے یعنی تمام تولیدی اعضا موجود ہوں مگر بلوغت نہ ہو۔ تولیدی اعضا کا مکمل نہ ہونے کا مطلب بچہ دانی میں کروموسومز داخل ہونے کا راستہ نہ ہو یا ٹیوب بند ہو۔

سیکنڈری بانجھ پن Tubes میں کسی قسم کا انفیکشن، ورم، تیزابیت، درد کے ساتھ بے قاعدگی، ایام نہ ہونا، زنانہ ہارمونز ایسٹروجن، پروجسٹرون معمول کے مطابق نہ بننا، ذہنی ہیجان، Ova انڈوں کا نہ بننا، سن یاس (عمر رسیدہ ہوجانا) —ہارمونز نہ بننے کی وجہ سے تمام تولیدی اعضا سکڑ جاتے ہیں اور تولید کے قابل نہیں رہتے۔

حضرت زکریاؑ کے قصہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

''پس ہم نے اس کی پکار سن لی۔ اسے یحییٰؑ عطا کیا اور اس کی بیوی کو اس کے لئے تن درست کردیا۔'' (الانبیاء:۹۰)

اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریاؑ کی دعا قبول کرکے حضرت زکریاؑ کی زوجہ کے بانجھ پن کا علاج کردیا۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے، جیسا چاہے کردیتا ہے۔

تصرف کا قانون یہ ہے کہ جب ایک ہی خیال پر توجہ مرکوز ہوجائے اور یقین کی تکمیل ہوجائے تو ''چاہنا'' یا ''ارادہ'' مظاہراتی صورت میں جلوہ گر ہوجاتا ہے۔ فرد میں اگر شک کی بجائے یقین کا رخ غالب ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسی دعاؤں کو ضرور قبول فرماتا ہے۔

انبیائے کرامؑ کی تعریف ہی یہ ہے کہ وہ اللہ پر ہر حال اور قال میں یقین رکھتے ہیں۔ حضرت زکریاؑ نے جب اپنے وارث کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰؑ کی بشارت دی اور فرمایا:

''اس کی نشانی یہ ہے کہ تو تن درست ہونے کے باوجود تین دن تک بول نہیں سکے گا اور تو اللہ کی زیادہ

سے زیادہ تسبیح کر۔" (مریم:۱۰)

جب یہ نشان ظاہر ہوا تو حضرت زکریاؑ نے اور زیادہ عبادت شروع کردی اور اپنے حواریوں سے بھی فرمایا کہ وہ زیادہ سے زیادہ اللہ کی پاکی بیان کریں اور دعائیں مانگیں۔

تین دن، رات یعنی چار ہزار تین سو بیس منٹ تک خاموشی میں حضرت زکریاؑ کا ذہن اس طرف متوجہ رہا کہ اللہ تعالیٰ مجھے بیٹا عطا کریں گے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ چار ہزار تین سو منٹ تک ان کا ذہن یقین کے ساتھ یہ بات دہراتا رہا کہ میں باپ بننے والا ہوں ۔اس خیال کی تکرار اور عبادت سے آپ کے بوڑھے جسم میں حرارت پیدا ہوگئی اور معطل تولیدی نظام بحال ہوگیا۔

ہم جب کوئی کام تسلسل کے ساتھ کرتے ہیں تو ہمیں اس میں کام یابی اس لئے ہوتی ہے کہ یقین بجائے خود ایک بہت بڑی توانائی ہے۔ ہر انسان کے اندر روح کام کرتی ہے، روح نہ ہو تو جسم کی کوئی حیثیت برقرار نہیں رہتی۔ روح اللہ کا امر رب ہے، یقین کی تکمیل کے ساتھ جب ذہن ایک نقطہ پر قائم ہوجاتا ہے تو بندہ کے اندر امر رب حرکت کرتا ہے اور بندہ کے ارادے میں جو کچھ ہوتا ہے اللہ کے قانون کے مطابق اس پر عمل درآمد ہوجاتا ہے۔

وقار دواخانہ

عظیمی دواخانہ، عظیمی لیبارٹریز (کراچی) کی سربمہر ہربل پروڈکٹس (ادویات) اور خالص شہد، رنگ وروشنی سے تیار کردہ شیمپو اور ایمپیول نیز رنگ وروشنی سے پانی تیار کرنے کیلئے رنگین بوتلیں دستیاب ہیں۔

حکیم محمود

C-687 ملت ٹاؤن، فیصل آباد

برائے رابطہ:

0321-6696746

0300-2827867

اقتباسات

کرم فرما خواتین وحضرات قارئین ''ماہنامہ قلندر شعور'' ادارہ کے لئے مشعلِ راہ ہیں۔ ادارہ ان کی پسند و ناپسند کے آئینہ میں جذبات و احساسات کی فلم دیکھ کر رسالہ میں تبدیلیاں کرنے کی خواہش رکھتا ہے۔ قارئین — قرآن کریم، آسمانی کتابوں، ملفوظات، تاریخ، انکشافات اور سائنسی فارمولے لکھ کر بھیج سکتے ہیں۔ تحریر کم وبیش 120 الفاظ پر مشتمل ہو۔

بچہ کو غم یا خوف کیوں نہیں ہوتا؟ بچہ کے ذہن میں یہ بات راسخ ہوتی ہے کہ ماں میری ایک آواز پر دوڑی چلی آئے گی اور کسی لمحہ اکیلا نہیں چھوڑے گی۔ بچہ کی ایک آواز پر ماں فوراً دوڑی چلی آتی ہے۔ بالکل اسی طرح بندہ اور اللہ تعالیٰ کا رشتہ ہے۔ یعنی بندہ اللہ تعالیٰ کا پانچ یا چھ سال کا بچہ بن جائے اور اللہ تعالیٰ کو ماں سمجھے اور اللہ تعالیٰ پر توکل کرے تو وہ خوش ہے۔ اس کا رشتہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ پانچ یا چھ سال کے بچہ کا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اسے پانچ یا چھ سال کا بچہ سمجھ کر پالتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ بندہ اللہ کا بچہ کیسے بنے؟ اللہ فرماتے ہیں: بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ یعنی جب بندہ کو غصہ آئے تو وہ صبر کرلے۔ ہم ہر چیز میں صبر سے کام لیں گے تو اللہ تعالیٰ ہماری راہ نمائی فرمائیں گے اور ہم ماں کی طرح ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کو محسوس کریں گے۔

(دنیا میں خوش رہنے کا فارمولا: عفان عثمان، لاہور)

آکسیجن جسمانی نظام کا لازمی جزو ہے اس لئے مناسب مقدار میں مسلسل ترسیل ضروری ہے۔ جسم میں خلیوں تک آکسیجن کی ترسیل کا کام دورانِ خون کا نظام انجام دیتا ہے۔ رگوں میں آکسیجن کی ضروری مقدار کم ہوتے ہی خون کے بہاؤ میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ یہ نظام رگوں کے جال، خلیوں، شریانوں اور لحمیات پر مشتمل ہے۔ سوال یہ ہے کہ وہ صاحبِ علم وقدرت کون ہے جو آکسیجن کی مقدار کم ہوتے ہی دورانِ خون کے نظام کو خون کے بہاؤ میں اضافہ کا حکم دیتا ہے اور جسم خطرات سے بچ جاتا ہے۔ بعدازاں خون کا بہاؤ معمول پر آجاتا ہے۔ آدمی جسمانی نظام کے مشاہدہ کے بغیر زندگی گزار دیتا ہے۔ غور کریں تو مخلوقات کا نظام اللہ کے امر سے ہے۔ مخلوقات میں فہم وفراست اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی کے سوا کچھ نہیں۔

(خلیہ اک کائنات: صبیحہ، کراچی)

عائشہ خان

مرشد کی باتیں

جب وہ مرشد کو یاد کرتا ہے، اندر باہر — باہر اندر گداز ہوتا ہے۔ آنکھیں شبنم بن جاتی ہیں۔ لگتا ہے آسمان رو رہا ہے یا آسمان پر بادل اظہارِ تمنا کر رہے ہیں کہ مخلوق کے لیے سیرابی ہو۔ تصور میں اس حد تک کھو جاتا ہے کہ بے اختیار اپنے ہاتھ چوم لیتا ہے۔

کمرے میں سسکیاں تھیں جو رونے کی آواز میں بدل گئیں۔ کوئی دبی آواز میں گفتگو کر رہا تھا تو کسی کی زبان پر قرآنی آیات کا ورد تھا۔ روح — روحانی دنیا میں لوٹ چکی تھی اور مٹی کے پتلے کو خاک کے سپرد کرنے کے انتظامات جاری تھے۔ دماغ سن — آوازوں کے باوجود اندر باہر، باہر اندر سناٹا تھا۔ اردگرد سے بے نیاز نظریں ڈیڈ باڈی پر جمائے وہ مرنے والے کو نہیں — خود کو ڈھونڈ رہا تھا۔

جو ادراک پہلے کبھی نہیں ہوا — آج ہوا تھا۔ ایسا لگا کہ اس کے سامنے Mask رکھا ہے۔

کتنی مرتبہ مرشد کریم نے سمجھایا تھا کہ جسم لباس ہے روح اصل ہے — روح اصل ہے جسم لباس ہے — لیکن عقدہ نہیں کھلا۔ خود سے پوچھا جو بات جس وقت بتائی جاتی ہے اس وقت سمجھ میں کیوں نہیں آتی —؟

وہ خاموش اور دل گرفتہ تھا۔ مرشد کریم جب روح اور جسم پر بات کرتے اور کئی بار تفصیل اور مختلف زاویوں سے سمجھانے کے بعد بھی بات سمجھ میں نہیں آتی تو کہتے کہ تم ٹھوٹ ہو ٹھوٹ۔ آج سمجھ میں آیا ٹھوٹ ہونا کسے کہتے ہیں۔

خاموش دیکھ کر اندر میں کسی نے کہا: اللہ کا وعدہ ہے کہ جو مجھ میں جدوجہد کرتا ہے میں اس کے لئے اپنی راہیں کھول دیتا ہوں۔

اس نے دیکھا کہ زندہ اور مرنے والے کے جسم میں کوئی فرق نہیں۔ روح نکل جانے کے بعد ہم جسم کو ڈیڈ باڈی کہتے ہیں۔ جسم مرنے کے بعد ڈیڈ باڈی نہیں ہوتا بلکہ روح کی موجودگی میں بھی ڈیڈ باڈی ہے۔ موت یہی سکھاتی ہے کہ جسے تم نے حرکت میں سمجھا، وہ حرکت کے تابع تھا۔

ذہن بھاری ہو گیا تھا کہ اب تک جو دیکھا کیا دیکھا، جو دیکھ رہا ہے وہ کیا ہے۔ ڈیڈ باڈی دیکھ کر احساس ہوا کہ جسے جانا وہ تھا نہیں — جو تھا اسے جانا

نہیں۔لیکن مرنے والے کے ساتھ وہ تو نہیں مر گیا۔ اپنے اندر کیوں نہیں دیکھتا۔

نظر وجود پر پڑی۔ دیکھا کہ وہ خود بھی سر سے پیر تک ماسک ہے۔ہاتھ اٹھایا کہ دیکھے حرکت کہاں ہے۔پہلی بار اندر میں متوجہ ہوا اور وزن کو محسوس کیا۔ دوسرا ہاتھ اٹھا اور ادراک ہوا کہ ہاتھ نہیں اٹھایا — اندر میں موجود کسی شے نے ہاتھ کو اٹھایا ہے۔ وہ خود مٹی کا پتلا اور روبوٹ ہے۔

ذہن آنکھ کی طرف گیا۔وہ نہیں — آنکھ کے پردوں کے پیچھے کوئی اور دیکھ رہا تھا۔ نہ صرف دیکھ رہا تھا بلکہ اپنی موجودگی کا احساس بھی دلا رہا تھا۔

خود آگہی ایسی کیفیت ہے کہ ظاہر غائب اور غائب ظاہر ہو جاتا ہے۔تجربہ سے دل ہر شے سے اچاٹ ہوگیا۔اردگرد موجود ہر شے اور اپنا آپ دھوکا محسوس ہوا۔بس خاموش رہ کر غور کر رہا تھا کہ

وہ کون ہے

کیا ہے

کہاں سے آیا ہے

اور جسم کو چھوڑ کر کہاں چلا جاتا ہے؟

اندر میں دیکھنا شروع کیا تو احساس ہوا کہ اگر آنکھ کے دیکھنے کو ہی دیکھنا کہتے ہیں تو تصور میں کون دیکھتا ہے اور سو جانے کے بعد آدمی کیا اور کہاں دیکھتا ہے—؟ تصور میں آدمی اندر دیکھتا ہے اور اندر کے میکانزم سے ناواقف ہے۔

تجربہ یہ ہے کہ انگلش میں کوئی واٹر کہتا ہے تو اندر کا آدمی نہ صرف لفظ پانی سنتا ہے بلکہ پانی کی نمی بھی محسوس کرتا ہے۔اگر کان سنتے ہیں تو گہری نیند میں آواز سنائی کیوں نہیں دیتی جب کہ کان موجود ہیں—؟

سوتا ہوا آدمی جب نیند کی دنیا میں سنتا ہے تو اس کے علاوہ کوئی دوسرا کیوں نہیں سنتا—؟ سننا کیا ہے—؟

کوئی فرد ایسا نہیں جسے کبھی محبت نہ ہوئی ہو۔ محبوب سامنے ہو تو لفظ بے معنی ہو جاتے ہیں— ''خاموشی'' بات کرتی ہے۔

جب وہ مرشد کو یاد کرتا ہے، اندر باہر — باہر اندر گداز ہوتا ہے۔آنکھیں شبنم بن جاتی ہیں۔لگتا ہے آسمان رو رہا ہے یا آسمان پر بادل اظہارِ تمنا کر رہے ہیں کہ مخلوق کے لیے سیرابی ہو۔

تصور میں اس حد تک کھو جاتا ہے کہ بے اختیار اپنے ہاتھ چوم لیتا ہے۔محبوب سامنے ہونے کے باوجود زبان نہیں بولتی لیکن سمجھنے والا سمجھ لیتا ہے۔نہ صرف سمجھ لیتا ہے بلکہ حال سے بے حال اور بے حال سے حال میں ملبوس ہو جاتا ہے۔

دل کہتا ہے محبت کا اظہار الفاظ سے نہیں، تعمیلِ حکم سے ہے۔تعمیل کے لیے ضروری ہے کہ نفی ہو جائے — صرف عمل باقی رہے۔وہ جانتا ہے کہ ایسا کہنا بہت آسان ہے لیکن جب انا پر ضرب پڑتی ہے تو پھر تکلیف

ہوتی ہے اور راستہ نظر نہیں آتا۔

راستہ اس لئے نظر نہیں آتا کہ آدمی انا میں گم ہوتا ہے۔ صحیح اور غلط معلوم ہونے کے باوجود حقیقت کو قبول نہیں کرتا۔

بہرحال! جذبات بیان سے باہر ہوں تو مرشد قریب کرتے ہیں۔ کتنی مرتبہ ایسا ہوا کہ انہوں نے چھاتی سے لگایا۔ وہ ایک لمحہ تھا جس پر لمحات در لمحات قربان!

مرشد کیا ہے—؟ سوال یہ ہے کہ مرشد کیا نہیں ہیں—؟ سب کچھ مرشد ہے تو میں کیا ہوں—؟

بات کو اس وقت محسوس کیا جاتا ہے جب اس میں وزن ہو۔ وزن نہ ہو تو بات حواس کی حد میں نہیں آتی۔ وزن دراصل شکل و صورت ہے۔ جتنا وہ اندر میں غور کر رہا تھا— ظاہر وجود غیر محسوس ہو رہا تھا۔

لکھنے بیٹھا تو لکھتا چلا گیا، لفظ در لفظ مالا بن رہی تھی۔ ہاتھوں کو میکانکی انداز میں حرکت کرتے دیکھا۔ ابھی بات ذہن میں آئی نہیں کہ کی بورڈ پر انگلیوں کی حرکت شروع ہوگئی۔

بات ختم نہیں ہوئی۔ جب وہ بات کرتا ہے تو الفاظ کی ترتیب ذہن میں نہیں ہوتی۔ بولنا شروع کرتا ہے اور لفظ خود بخود دماغ کی اسکرین پر پرنٹ ہونے لگتے ہیں جیسے اندر کا ٹیپ ریکارڈر آن ہوگیا ہو۔ لگتا ہے ہم بات نہیں کرتے، ریکارڈ پڑھتے ہیں۔

جب ہم ریکارڈ پڑھتے ہیں تو سوال یہ ہے کہ پڑھتا کون ہے۔ کیا ہم پڑھتے ہیں—؟ اگر ہم پڑھتے ہیں تو حیات جب رشتہ توڑ لیتی ہے تو پڑھ کیوں نہیں سکتے—؟ غور کیجیے سب کے ساتھ یہ ہوتا ہے۔

جس شے کو دیکھو، ہر شے ماسک نظر آتی ہے۔ ظاہر اگر ماسک ہے تو اصل کیا ہے—؟ کیا ایسا نہیں ہے کہ پھل، پھول، پودے، جانور، جمادات، آدمی، آبی مخلوق اور رنگ برنگ کائنات— سب ماسک ہیں جو شعور دیکھتا ہے—؟

کائنات کی تصویر بنتے ہی اندر میں اسپارک ہوا اور احسن الخالقین اللہ تعالیٰ کی صفت ''المصور'' کا مشاہدہ ہوا۔ ''المصور'' کا مطلب تصویر کشی کرنے والا ہے۔

مصور کے بنیادی حروف ''ص و ر— صور'' ہیں۔ قاموس القرآن میں ''صور'' کے معنی شکل و صورت ہیں۔

قرآن کریم میں لفظ ''صور'' کی مدد سے آیات تلاش کیں۔ رب العالمین اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں—

هُوَاللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ؕ

''وہ اللہ ہے جو تخلیق کرنے والا اور اس کو نافذ کرنے والا اور اس کے مطابق صورت گری کرنے والا ہے۔'' (الحشر:۲۴)

خیال نے المصور سے پہلے ''الخالق'' کی طرف متوجہ کیا۔ آیت میں ترتیب بتاتی ہے کہ پہلے تخلیق کیا پھر صورت بنائی۔ تخلیق سے مراد یہاں باطن ہے۔ پہلے

باطن بنایا پھر باطن کو تصویر میں ظاہر کیا۔

اللہ فرماتے ہیں کہ ہم نے آدم کو تخلیق کیا پھر صورت دی اور فرشتوں سے کہا کہ سجدہ کرو، سب نے کیا مگر ابلیس سجدہ کرنے والوں میں سے نہ تھا۔ تفکر طلب یہ ہے کہ صورت دینے کے بعد سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا پہلے نہیں۔

قرآن کریم میں ''یوم ینفخ فی الصور'' کے الفاظ ہیں۔ فی کے معنی '' میں '' ہے۔ اب تک وہ یہی ترجمہ پڑھتا آیا تھا کہ جب صور پھونکا جائے گا جیسے صور کوئی آواز ہے۔

غور کیا تو معلوم ہوا کہ صور نہیں — صور میں پھونکا جائے گا۔ پھر قیامت اور اس کے بعد کا ذکر کرتے ہوئے احکم الحاکمین اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں —

''اور اس روز صور میں پھونکا جائے گا اور وہ سب مر کر گر جائیں گے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں، سوائے ان کے جنہیں اللہ زندہ رکھنا چاہے۔ صور میں پھر پھونکا جائے گا اور یکا یک سب کے سب اٹھ کر دیکھنے لگیں گے۔''

(الزمر:٦٨)

''سوائے ان کے جنہیں اللہ زندہ رکھنا چاہے'' کے الفاظ معرفت سے متعلق ہیں۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے کہ اللہ تصویر کشی کرتا ہے ماں کے رحم میں جس طرح چاہے۔ یعنی کوئی شے پہلے سے موجود ہے جس کی تصویر کشی کی جا رہی ہے۔ ایک کے بعد ایک پیرہن بن رہا ہے۔

یہ بھی ارشاد ہے کہ اللہ معین مقداروں کے ساتھ تخلیق کرتا ہے اور جس صورت میں چاہتا ہے جوڑ دیتا ہے۔

قرآن کریم میں جہاں پیدائش کا بیان ہے وہاں تخلیق کا ذکر پہلے ہے اور صورت کا بعد میں۔ تخلیق سے باطن اور '' صور'' سے ظاہر مراد ہے۔ ظاہر جس کی حیثیت ڈیڈ باڈی ہے اور ڈیڈ باڈی ماسک ہے۔

رب العالمین اللہ تعالیٰ ظاہر اور باطن کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''پھر جس وقت پھونک مارے صور میں، تو نہ ذاتیں ہیں ان میں اس دن اور نہ آپس میں پوچھنا۔'' (المؤمنون:١٠١)

پھونک آواز کے قانون کی طرف متوجہ کرتی ہے۔

وہ سوچ رہا تھا کہ آخر پھونک ہے کیا —؟

خیال نے کہا، جب ہم پھونک مارتے ہیں تو ''ھُو'' کی آواز آتی ہے۔

خود سے سوال کیا کہ ھُو کیا ہے —؟ اور کیا روح کی کوئی شکل و صورت بھی ہے —؟

مرشدِ کریم سے پوچھا، اندر میں غور کرتا ہوں محسوس ہوتا ہے کوئی ہے۔ وجود شدت سے موجودگی کا احساس دلاتا ہے۔ باطن غالب اور ظاہر غائب نظر آتا ہے۔ اندر میں محسوس ہونا کیا ہے — اندر میں کون ہے —؟

فرمایا: آدمی کی اصل تجلی، نور اور روشنی ہے اور اس کے بعد Matter ہے۔ جسم کی حیثیت روبوٹ کی ہے۔ روبوٹ میں اظہار کا ذریعہ چابی ہے۔ دراصل چابی بھی فکشن ہے۔ اب جو چیز فکشن سے دیکھیں گے، فکشن نظر آئے گی۔ اصل کیا ہے —؟

اصل فکشن نہیں ہے۔ چابی سے تشبیہ اس لیے دی جاتی ہے کہ ہمارے پاس الفاظ نہیں۔ اب میں کہوں نورِ مطلق — کیا سمجھ میں آئے گا —؟ نہیں! اس لیے کہ نہیں معلوم نورِ مطلق کیا ہے۔

چہرہ پر پریشانی دیکھ کر انہوں نے ہاتھ پکڑا اور بتایا — یہ جو آپ کا ہاتھ ہے، تین پرتوں کا مجموعہ ہے۔ ابھی نور کی بات نہیں ہو رہی۔ نور ان پرتوں کو فیڈ کرتا ہے۔ دل میں جو نقطہ ہے اس سے واقف ہوں گے تو نور سے واقف ہو جائیں گے۔ نور سے واقف ہوں گے — ہر شے روشن ہو جائے گی۔ دل نے جو دیکھا، جھوٹ نہیں دیکھا۔ روح کا دیکھنا، دل کا دیکھنا ہے۔ روحانیت کا مقصد اللہ سے قربت ہے۔ قربت کے لیے ضابطۂ حیات قرآن کریم ہے۔

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ

کلام مرزا اسد اللہ خان غالبؔ

ہے بسکہ ہر اک ان کے اشارہ میں نشاں اور
کرتے ہیں محبت تو گزرتا ہے گماں اور

یارب وہ نہ سمجھے ہیں، نہ سمجھیں گے مری بات
دے اور دل ان کو، جو نہ دے مجھ کو زباں اور

تم شہر میں ہو تو ہمیں کیا غم، جب اٹھیں گے
لے آئیں گے بازار سے، جا کر دل و جاں اور

مرتا ہوں اس آواز پہ، ہر چند سر اڑ جائے
جلاد کو لیکن وہ کہے جائیں کہ "ہاں اور"

لوگوں کو ہے خورشیدِ جہاں تاب کا دھوکا
ہر روز دکھاتا ہوں میں اک داغِ نہاں اور

لیتا، نہ اگر دل تمہیں دیتا، کوئی دم چین
کرتا، جو نہ مرتا، کوئی دن آہ و فغاں اور

پاتے نہیں جب راہ تو چڑھ جاتے ہیں نالے
رکتی ہے مری طبع تو ہوتی ہے رواں اور

ہیں اور بھی دنیا میں سخنور بہت اچھے
کہتے ہیں کہ غالبؔ کا ہے اندازِ بیاں اور

ہے بسکہ ہر اک ان کے اشارہ میں نشاں اور
کرتے ہیں محبت تو گزرتا ہے گماں اور

خیال میں بے خیال ہوجایئے

مضمون لکھنے بیٹھتے ہیں، کاغذ سامنے ہوتا ہے، قلم ہاتھ میں اور ذہن الفاظ کا انتخاب کرتا ہے۔ ماحول میں بہت سی ایسی باتیں اور آوازیں ہوتی ہیں جو عام حالات میں ہماری توجہ اپنی طرف کھینچ لیتی ہیں لیکن اس وقت ہم اپنا دھیان مضمون کی طرف سے نہیں ہٹاتے اور ہماری فکر اور عمل ایک ہی نقطہ کے گرد گھومتے ہیں۔

اضافی توجہ کی ایک اور مثال سوئی میں دھاگا ڈالنا ہے۔ توجہ سوئی کے ناکے اور دھاگے پر مرکوز کی جاتی ہے اور اس وقت تک قائم رکھی جاتی ہے جب تک دھاگا سوئی کے ناکے میں داخل نہیں ہوجاتا۔

یہی معاملہ ڈرائیونگ کے وقت ہوتا ہے۔ گاڑی چلاتے ہوئے تمام تر دماغی قوتوں کا رخ ٹریفک اور گاڑی کی نقل و حرکت کی طرف موڑ دیتے ہیں۔ نتیجہ میں اعضائے جسمانی گاڑی کو کنٹرول کرتے ہیں۔ ڈرائیونگ کے دوران پوری کوشش ہوتی ہے کہ توجہ راستہ پر رہے۔ اگرچہ ہم برابر بیٹھے ہوئے شخص سے باتیں بھی کرلیتے ہیں اور دیگر کئی باتیں ہمارے ذہن میں آتی ہیں لیکن ارادی توجہ ڈرائیونگ کے عمل سے نہیں ہٹتی۔

کم و بیش یہی کیفیت مراقبہ کرنے والا خود پر ارادی اور اختیاری طور پر طاری کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ دس پندرہ منٹ یا گھنٹے دو گھنٹے اپنا دھیان ایک تصور یا ایک خیال پر قائم رکھتا ہے۔ دوسرے تمام معاملات سے ذہنی رشتہ توڑ لیتا ہے۔ کہا جاسکتا ہے کہ مراقبہ دراصل ایک خیال میں بے خیال ہوجانے کا نام ہے۔

مراقبہ کی مشق میں وہ تمام ذرائع اختیار کئے جاتے ہیں جن سے ذہن خارجی تحریکات سے منقطع ہوکر ایک نقطہ میں جذب ہوجائے۔ جب ماحول کی اطلاعات کا سلسلہ رک جاتا ہے تو خفی تحریکات ظاہر ہونے لگتی ہیں۔ اس طرح آدمی ان صلاحیتوں اور قوتوں کے ذریعے دیکھتا، سنتا، چھوتا، چلتا، پھرتا اور سارے کام کرتا ہے جو روحانی صلاحیتیں کہلاتی ہیں۔ مولانا رومؒ نے اس بات کو اس طرح بیان کیا ہے:

چشم بند و گوش بند و لب بہ بند
گر نہ بینی سرِ حق برمن بہ خند

(کتاب: مراقبہ)

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ

عمرہ سروس

THE FLYING PEOPLE

D.T.S

TRAVEL AGENTS ASSOCIATION OF PAKISTAN TAAP

تجمل ٹریولز

(پرائیویٹ) لمیٹڈ

عمرہ کی رہنمائی اور تمام ائیرلائن کی سستی ترین ٹکٹ دستیاب ہیں

- • بجٹ پیکج
- •• اکانومی پیکج
- ••• سٹار پیکج

ویزہ — ہوٹل / ٹرانسپورٹ

ائیرلائن ٹکٹ — زیارات

طیب طاہر
0336-6333313
0347-7000038

رانا تجمل حسین
0300-6654211
0321-6680266

Gole Bhawana &Aminpur Bazar, Faisalabad.
Email:tajammaltravels1@gmail.com
Ph: 041-2641904

PIA Pakistan International — GULF AIR — QATAR AIRWAYS القطرية — airblue

Emirates — flydubai — العربية للطيران airarabia.com — SHAHEEN AIR

The Secret of a Beautiful Smile

DENTAL innovations Clinic

Dental Implants

Aesthetic Dentistry

Teeth Whitening, Porcelain Crowns, Veneers, Ceramic Restorations

Restorative Dentistry

Crown & Bridge, Root Canal Treatment

Orthodontics

Fixed And Removable Braces, Invisible Braces

General Dentistry

Extractions, Fillings, Dentures

Preventive Dentistry

Pit Fissure Sealants, Scaling, Root Planning

Minor Oral Surgery

Impaction (Wisdom Teeth), Apicectomy

Pediatric Dentistry

Space Maintainers, Steel Crowns

LAHORE

LG 136, Siddiq Trade Center
Main Boulevard Gulberg.
0301 2399991 - 042 2581711
0300 8511747

QUETTA

Balochistan Medical Center
Prince Road / Fatima Jinnah Road,
081 2836448 - 081 2825275
0300 3811747

سیاہ مٹی

آرگینک کمپاؤنڈز کے ابلنے اور پگھلنے کے عمل کا انحصار پولیریٹی اور وزن پر ہے۔ زیادہ تر آرگینک کمپاؤنڈز 300 ڈگری سینٹی گریڈ کے بعد اپنی حالت پر قائم نہیں رہ سکتے۔

حواس دائرہ میں محدود ہیں۔ محسوسات کے دائرہ سے باہر تصورات کا وجود نہیں۔ جو کچھ اس دنیا میں ہے سب تصور میں موجود ہے۔ لہٰذا جب کسی چیز کو تلاش کرنے کے لئے سوچ بچار کیا جاتا ہے تو شے ذہن کی تہ سے، حافظہ کی سطح پر آجاتی ہے۔ ذہن و تصور کی دنیا تک رسائی طویل عرصہ کی ذہنی نشوونما اور ارتقا کا حصہ ہے جس سے علم کی مختلف شاخیں وجود میں آتی ہیں۔

علوم کو جاننے میں کامیابی کے لئے آدابِ ملحوظِ خاطر رکھنا ضروری ہیں۔ تحقیق و تلاش چیزوں کو جاننے کا ذریعہ ہے۔ مقصد فطری علم کے کسی مظہر کو بیان کرنا اور یہ سمجھنے میں مدد دینا ہے کہ یہ کیسے وقوع پذیر ہوا۔

زندگی کی بابت سب سے اہم بات جو محققین نے معلوم کی ہے وہ جینیٹک کوڈ ہیں۔ اس بارے میں جینیات کے ایک بڑے محقق کا کہنا ہے کہ

''ہم نے اپنی جینز کی بابت وہ معلومات سیکھنا کرنا شروع کر دی ہیں جن کے ساتھ اللہ نے زندگی تخلیق کی۔''

جینیٹکس کا علم بتاتا ہے کہ حیات جوہروں اور سالمات کی مربوط اور پیچیدہ تنظیم کے نتیجہ میں وجود میں آتی ہے۔ حیاتی کیمیا کا مطالعہ اس پیچیدگی اور اس میں ہونے والے کیمیائی عوامل کو سمجھنے کی ایک کوشش ہے۔

زندگی کا ظاہری رخ مادہ (Matter) سے جڑا ہوا ہے۔ مادہ کے کیمیائی خواص کو جاننے کے لئے علمِ کیمیا میں بحث کی جاتی ہے۔

کیمیا یونانی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ''سیاہ مٹی'' کے ہیں۔ کسی بھی مادہ کی بناوٹ، جوہری ترکیب اور خواص کا مطالعہ اور تحقیق، علمِ کیمیا کہلاتا ہے۔ اس شعبۂ علم میں خاص طور پر جوہروں کے مجموعات —— مثلاً سالمات اور ان کے تعاملات، قلموں اور دھاتوں سے بحث کی جاتی ہے۔ یہ اشیا کی ساخت، ان کے مرکبات میں تبدیلیوں کا مطالعہ اور تعامل (Interaction) کے بارے میں تحقیق کا علم ہے۔

حیات کی کیمیائی ترکیب کے مطالعہ کو حیاتی کیمیا (Biochemistry) کہتے ہیں۔ یہ شعبۂ علم، حیاتیات اور کیمیا کے درمیان پل یا بندھن کا کام کرتا ہے۔

حیات کی ساخت میں استعمال ہونے والے سالمات کی تعداد کثیر ہے۔جسم سالمات سے بنا ہے — سالمات بذات خود جوہروں سے مل کر بنتے ہیں۔

آسانی کی خاطر ان حیاتی سالمات کی مختلف انداز میں جماعت بندی کی جاتی ہے۔ ایک جماعت بندی کے تحت ان کو دو بڑے گروہوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ یک سالمی (Monomer): ایسے سالمات جو اکائی کے طور پر موجود اور واحد سالمہ ہوں۔ یہ جسامت میں چھوٹے ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر امائنو ایسڈز۔

۲۔ کثیر سالمی (Polymer): ایسے سالمات جو چھوٹے سالمات کی زنجیر سے بنے ہوں۔ یہ بہت بڑے ہوتے ہیں۔مثلاً امائنو ایسڈز کی زنجیر سے بنے ہوئے لحمیات (Protein) کے سالمات۔

کثیر سالمی (Polymer) کا تعلق کیمیا کی ایک اہم شاخ نامیاتی کیمیا (Organic Chemistry) سے ہے۔ یہ لفظ اصل میں زندہ اجسام یعنی (نامیات یا Organisms) سے حاصل ہونے والے مرکبات کی کیمیا کے لیے اختیار کیا جاتا تھا۔

نامیاتی مرکبات میں شمار کیے جانے والے مرکبات چوں کہ ابتدا میں زندہ اجسام یا نامیوں سے حاصل کیے گئے تھے، اس تعلق کی وجہ سے ان کو نامیاتی مرکبات یا OrganicCompounds کہا گیا اور یہ شعبہ نامیاتی کیمیا کہلایا۔ آج کل نامیاتی کیمیا سے مراد کاربن اور کاربن (قدرتی یا مصنوعی) کے مرکبات کی کیمیائی ساخت وتعاملات کے مطالعہ کا علم ہے۔

آرگینک کیمسٹری کو جان داروں کی کیمسٹری بھی کہا جاتا ہے۔ کیوں کہ آرگینک کیمسٹری کی بنیاد کاربن پر ہے جو کھال سے لے کر ڈی این اے تک ہر چیز میں موجود ہے۔ تقریباً دوسو سال قبل کیمیادان یہ خیال کرتے تھے کہ نامیاتی مرکبات تجربہ گاہوں میں تیار نہیں کیے جاسکتے اس لئے کہ ان کو تیار کرنے کے لیے خاص قسم کی قوت درکار ہوتی ہے جو صرف جان داروں میں پائی جاتی ہے۔ اس نظریہ کو وائٹل فورس تھیوری کہا جاتا ہے۔

1828ء میں ایک جرمن کیمیا دان نے امونیم سائینیٹ CH_4N_2O کو گرم کر کے اس سے یوریا بنایا۔ اس تجربہ سے وائٹل فورس تھیوری ختم ہوگئی اور آرگینک کیمسٹری کو ازسرنو جاننے اور سیکھنے کی کوششیں کی جانے لگیں۔ سیکھنے کے عمل اور نئے تجربات سے آرگینک کیمسٹری میں ترقی ہوئی ۔ سب سے پہلے پیٹرول کی دریافت ہوئی۔ کچے تیل کو صاف کر کے پیٹرول کو بنانا شروع کیا گیا، پٹرول کی دریافت سے

پیٹروکیمیائی صنعت آگے بڑھی جس سے پہلی بار نقلی ربر اور گوند بنائی گئی۔ پیٹرول میں ملانے والے محلول بنائے گئے اور کئی طرح کا پلاسٹک بنا۔ اس عمل سے ادویات سازی کی صنعت بھی آگے بڑھی۔ آج آرگینک کیمسٹری کئی چیزیں بنانے کے لئے انتہائی اہم ہے۔ جیسا کہ کیمیکل، کھانے پینے کی اشیا، پلاسٹک، ادویات، پیٹرول اور دیگر اہم چیزیں۔ کئی نامیاتی مرکبات تجربہ گاہوں میں تیار کئے جا چکے ہیں۔

آرگینک کیمسٹری کے علم میں کاربن کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ نامیاتی مرکبات (آرگینک کمپاؤنڈز) وہ ہیں جن میں مرکزی عنصر کاربن ہے۔

کاربن بہت سے عناصر سے بانڈ (Bond) بنانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ یہ خصوصیت کاربن کو ہزاروں نامیاتی مرکبات بنانے میں مدد دیتی ہے۔ اس طریقہ سے کاربن دوسرے کاربن سے بھی جڑ سکتا ہے۔ کاربن کا یہ برتاؤ نامیاتی مرکبات کے اضافہ کا باعث بنتا ہے۔

بہت سے آرگینک کمپاؤنڈز ایک دوسرے سے کافی حد تک مماثلت رکھتے ہیں۔ مماثلت کی وجہ سے انہیں گروہوں میں تقسیم کیا گیا ہے جس میں ایک گروہ سے تعلق رکھنے والے لاکھوں مرکبات دوسرے گروہ کے مرکبات سے ملتے جلتے ہیں۔ آرگینک کمپاؤنڈز عموماً پیچیدہ ہیں جس کی بڑی وجہ ان میں کاربن کی تعداد زیادہ ہونا ہے۔ ایک مثال پروٹین ہے جس کا ایٹمی وزن چند ہزار سے لاکھوں تک ہے۔ آرگینک کمپاؤنڈز کے کیمیائی تعامل کی رفتار خاصی کم ہے۔ سستی کی وجہ کاربن کی مالیکیولر فطرت ہے۔ آرگینک کمپاؤنڈز کے بڑے ذرائع میں کوئلہ، قدرتی گیس اور پیٹرول سرِفہرست ہیں۔

آرگینک کمپاؤنڈز کے ابلنے اور پگھلنے کے عمل کا انحصار پولیریٹی اور وزن پر ہے۔ زیادہ تر آرگینک کمپاؤنڈز 300 ڈگری سینٹی گریڈ کے بعد اپنی حالت پر قائم نہیں رہ سکتے۔ بیش تر آرگینک کمپاؤنڈز پانی میں حل نہیں ہوتے مگر جن آرگینک کمپاؤنڈز میں آئیونائزیبل گروپ، کم وزنی الکحل، امائن یا کاربواوگزائلک تیزاب جن میں ہائیڈروجن کی بانڈنگ ہو، پانی میں حل ہو جاتے ہیں۔ آرگینک کمپاؤنڈ ایٹموں کی لمبی زنجیر (پولیمر) بھی بنا سکتے ہیں۔ زنجیریں نیٹ ورک کی شکل بنا لیتی ہیں۔ ان نیٹ ورکس کو سائنسی طریقہ سے استعمال کر کے نئی اشیا اختراع کی گئیں۔

ایسا ہی ایک آرگینک کمپاؤنڈ Imidazole ہے۔ Imidazole ابتدائی طور پر 1840ء میں دریافت کیا گیا۔ پہلی مرتبہ جرمن برطانوی دواخانہ کی طرف سے 1858ء میں تیار کیا گیا تھا۔

یہ آرگینک کمپاؤنڈ ہے جس کا جنرل فارمولا $C_3H_4N_2$ ہے۔ امائیڈازول ہیٹروسائیکلک آرگینک کمپاؤنڈ ہے جس میں کاربن کے تین اور نائٹروجن

کے دو ایٹم ہوتے ہیں۔ رنگ سفید ہوتا ہے اور یہ پانی میں حل نہیں ہوتا۔ بہت سے اہم بایولوجیکل مالیکیولز میں مشترکہ طور پر پایا جاتا ہے۔امائیڈازول بہت سے قدرتی کمپاؤنڈز خاص طور پر Alkaloid پر مشتمل ہے۔ یہ ہیٹرو سائیکلک رنگ سسٹم بہت سے اہم بایولوجیکل بلڈنگ بلاکس بناتا ہے جیسا کہ Histidineاور متعلقہ ہارمون Histamine وغیرہ۔بہت سی ادویات مثلاً اینٹی فنگل اوراینٹی بائیوٹک میں Imidazole Ring موجود ہوتا ہے۔ ادویات سازی کی صنعت میں اس سے نہایت اہم ادویات بنائی گئی ہیں۔آج فارمیسی میں Imidazole کواینٹی فنگل ،اینٹی بائیوٹک ،اینٹی کینسر،اینٹی ذیابیطس، اینٹی ملیریا اور اینٹی سیپٹک ادویات بنانے میں استعمال کیا جاتا ہے۔ Imidazole اینٹی آکسیڈنٹ اسٹورتیج ہے جو زندہ جان داروں میں حسن برقرار رکھتا ہے اور پھلوں ، سبزیوں کو گلنے سڑنے سے محفوظ رکھتا ہے۔ دھاتی صنعت میں Imidazole بہت اہم ہے۔ یہ بہت سی دھاتوں کو زنگ لگنے سے بچاتا ہے، خاص طور پر تانبے کی Corrosion کی روک تھام کرتا ہے۔تانبے کو زنگ سے بچانا ضروری ہے کیوں کہ زنگ کی وجہ سے اس کی موصلیت (Conductivity) کم ہو جاتی ہے۔اس کے علاوہ یہ فوٹو گرافی اور الیکٹرانکس کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

مسلمان علمِ کیمیا (کیمسٹری) کے موجد ہیں۔لفظ کیمیا اس بات کی شہادت کے لئے کافی ہے۔ بارہویں صدی تک مغرب میں علمِ کیمیا پر ایک کتاب موجود نہ تھی۔ کیمیا پر جابر اور رازی کی عربی کتب کے تراجم کے بعد اہل یورپ اس علم سے متعارف ہوئے۔

علمِ کیمیا میں بہت سی اصطلاحات عربی سے ماخوذ ہیں جیسے نیلا تھوتھا یا طوطیا(Tutty)، زرکون ، اکسیر(Elixir)،الکحل،الکلی ،سوڈا (سویدا)،عطر (Attar)،عنبر(Amber)وغیرہ۔

عربی کے بعض اصطلاحی الفاظ اس قدر مشکل تھے کہ ان کا ترجمہ ناممکن تھا اس لئے ان کو انگریزی میں معمولی تبدیلی کے ساتھ نقل کر دیا گیا۔ جسے انبیق (Alembic)، الکلی (Alkali)، کافور (Camphor)، براق (Borax)،اکسیر (Elixir)،زعفران(Saffron)،جرۃ (Jar)، یاسمین(Jasmine)،قند(Candy)،قہوہ (Coffee)، گلاب (Julep)،طوفان (Typhoon)،تمر ہندی(Tamarind)، شراب(Syrup)،شربت(Sorbet)،حنا (Henna)،شکر(Sugar)، اسفناخ (Spinach)،سم سم(Sesame)،درہم (Gram)،اوقیہ(اونس)،قندیل(Candle)، قیراط(Carot)وغیرہ۔

باولی کھچڑی

قارئین! سدھ بدھ ہونا اچھی بات ہے لیکن سدھ بدھ کا تابع ہونا، داناؤں کے نزدیک — نادانی ہے۔ باولی کھچڑی سے مراد کھو کر پانا ہے۔ دودھ کھویا تو کھویا پایا — عمر کھوئی، تجربہ آیا۔ آنے جانے، کھونے اور پانے میں جو کھچڑی پکتی ہے، وہ زندگی کا حاصل بن جاتی ہے۔ بڑوں کا قول ہے — گھی کہاں گیا کھچڑی میں اور کھچڑی گئی پیاروں کے پیٹ میں۔ آپ بھی اس کھچڑی میں حصہ دار بنئے۔

ایک دفعہ ملا نصرالدین پاجامہ خریدنے بازار گئے۔ وہاں سلے ہوئے کپڑوں کی بہت بڑی دکان تھی۔ دکان دار نے کئی پاجامے انہیں دکھائے اور کہا، کوئی ایک پسند کرلیجیے۔

ملا کافی دیر تک جائزہ لیتے رہے۔ کسی کی سلائی ناپسند کرتے تو کسی کا کپڑا۔ اللہ اللہ کرکے ایک پاجامہ پسند آگیا۔ اب قیمت پر بحث شروع ہوگئی۔ بہت دیر بعد قیمت بھی طے ہوگئی اور ملا نصرالدین نے پاجامہ لے کر دکان دار سے انگرکھے دکھانے کو کہا۔

دکان دار نے جلدی جلدی انگرکھے دکھانے شروع کر دیئے۔ آخر انہوں نے بڑی مشکل سے ایک انگرکھا بھی پسند کرلیا۔ اتفاق سے اس کی قیمت وہی تھی جو پاجامے کی تھی۔

ملا نے پاجامہ تھیلی سے نکال کر دکان دار کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا، بھئی! میں یہ پاجامہ نہیں لوں گا، اس کے بدلے میں انگرکھا لے لیتا ہوں۔ یہ مجھے زیادہ پسند ہے۔

دکان دار ان سے جان چھڑانا چاہتا تھا، اس نے کہا، کوئی بات نہیں۔ جو مرضی آئے، لے لیجیے۔

ملا نے انگرکھا جھولے میں ڈالا اور واپسی کی راہ لی۔ جیسے ہی دکان سے باہر نکلنے لگے کہ دکان دار چونک گیا۔

ملا جی! انگرکھے کی قیمت تو دیتے جائیے۔

ملا نے جواب دیا، کیسی قیمت؟ انگرکھا تو میں نے پاجامہ کے بدلے میں لیا ہے۔

دکان دار بولا، ٹھیک ہے پھر پاجامہ کی قیمت ادا کردیجیے۔

ملا نے جواب دیا۔ واہ بھئی واہ! خوب بے وقوف بناتے ہو۔ جو چیز میں نے خریدی ہی نہیں، اس کی قیمت کیوں دوں —؟ (الماس منیر۔ اسلام آباد)

آپ نے کارٹون میں ڈریگن دیکھا ہے۔۔۔؟

پانی میں سے نکلتا ہے اور منہ سے آگ نکال کر مقابل کو جلا دیتا ہے لیکن کسی کو جلانے سے پہلے اپنے اندر آگ لگاتا ہے۔

یہی کیفیت ہماری غصہ میں ہوتی ہے۔ کچھ لوگ غصہ میں اپنے آپ کو ڈریگن کی طرح طاقت ور سمجھتے ہیں۔ انہیں لگتا ہے کہ اپنی آتشی آنکھوں سے سامنے کھڑے شخص کو خاکستر کر دیں گے۔ ایسے بھی لوگ ہیں جنہیں لگتا ہے کہ جب تک انہیں غصہ نہ آئے ان کی بات نہیں سنی جائے گی یا ان کی بات میں وزن پیدا نہیں ہوگا، اس لئے وہ احتجاجاً غصہ کی کیفیت کو خود پر طاری کر لیتے ہیں۔

ایسا موڈ بنا کر بات کرتے ہیں کہ غصہ کرنے میں زیادہ مشکل پیش نہ آئے۔۔۔ان کی پیشانی کے تین بل سوتے میں بھی نہیں مٹتے۔

غصہ کی اعلیٰ قسم وہ ہے جو بغیر کسی وجہ کے آئے اور۔۔۔ ایک گھنٹے تک طاری رہنے کے بعد یاد ہی نہ رہے کہ کیوں آیا تھا۔

لوگ سکون و خاموشی کی تلاش میں جنگل یا ہرے میدانوں کا رخ کرتے ہیں۔ یقیناً یہ نہیں جانتے کہ غصہ کے استعمال سے ایسی تکلیف کی ضرورت پیش نہیں آئے گی کیوں کہ غصہ کرنے والے کے پاس سے لوگ، نو دو گیارہ ہو جاتے ہیں۔

کچھ لوگ اپنے آپ کو فریب دیتے ہیں کہ ہمیں غصہ آتا ہے۔۔۔درحقیقت غصہ کیفیت ہے جسے اختیاری طور پر طاری کیا جاتا ہے۔ غصہ کی ایک خوبی یہ ہے کہ رتبہ میں چھوٹے شخص پر آئے تو آدمی شیر کی طرح دھاڑتا ہے اور اگر اپنے سے رتبہ میں بڑے کسی شخص پر آئے تو گیدڑ بن جاتا ہے۔

غصہ کے استعمال سے بچوں کا شور تھم جاتا ہے، پڑوسی بھی احتیاط کرتے ہیں اور بیگم فرمائشیں نہیں کرتیں۔۔۔ نسخہ مجرب ہے لیکن بکثرت استعمال سے افادیت نہیں رہتی۔ لہٰذا اس دوائی کو بڑے بچوں کی پہنچ سے دور کسی ٹھنڈی جگہ پر رکھیں۔ حالات زیادہ خراب ہوں تو ڈاکٹری ہدایت کے مطابق تین گھونٹ میں ٹھنڈا پانی پئیں ورنہ نتائج کے ذمہ دار آپ خود ہوں گے۔

(جویریہ اقبال: کراچی)

لمحہ غیب سے آ رہا ہے، ظاہر ہو رہا ہے اور مظاہرہ کرنے کے بعد غیب ہو رہا ہے۔ لمحہ پر موت وارد نہ ہو تو دوسرا لمحہ پیدا نہیں ہوتا۔ گھڑی کی سوئی ایک ہی جگہ کھڑی ٹک ٹک کرے تو کیا بجا ہے، معلوم نہیں ہوگا۔ سوئی کا آگے بڑھنا اگلے لمحہ کی پیدائش اور پچھلے لمحہ کی موت ہے۔ یعنی ہم ہر لمحہ پیدا ہو رہے ہیں اور دوسرے لمحہ موت واقع ہو رہی ہے۔

قارئین! اس بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے بتایئے کہ آپ کی پیدائش کا دن اور وقت کیا ہے۔۔۔؟

کوکب شاہ عالم

مغزیات کا بادشاہ

خشک میوہ جات میں سب سے زیادہ استعمال کیا جانے والا میوہ، مغزیات کا بادشاہ "بادام" ہے۔

بادام کی شکل آنکھ سے ملتی ہے، آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے اس کا عکس دماغ میں بنتا ہے، دماغ کا تعلق دل سے ہے اور دل سے تمام اعضا کو خون کی ترسیل ہوتی ہے۔ ہر عضو کا نظام پورے جسم سے منسلک ہے۔ ایک کی صحت دوسرے پر اثر انداز ہوتی ہے۔ لہٰذا صحت کو بحال رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ جسم کے ہر عضو کا خیال رکھا جائے۔ بادام کے غذائی اجزا بینائی، دل، دماغ کو طاقت ور بنانے کے ساتھ ہڈیوں کو مضبوطی فراہم کرتے ہیں۔

حکماواطبا کی تحقیق بتاتی ہے کہ پھل اور میوہ کی ساخت جس جسمانی عضو سے ملتی ہے وہ اس عضو کے لئے زیادہ مفید ہے۔ بادام کی شکل آنکھ سے ملتی جلتی ہے۔ اسی لئے اسے بینائی اور دماغی قوت کی درستی کے لیے بہترین قرار دیا جاتا ہے۔

ایک رپورٹ کے مطابق دنیا کا 82 فیصد بادام امریکہ میں پیدا ہوتا ہے جس کا بڑا حصہ ریاست کیلی فورنیا میں کاشت کیا جاتا ہے۔

پاکستان میں بادام زیادہ تر بلوچستان میں پیدا ہوتا ہے۔ دو مشہور اقسام کاغذی اور کاٹھا ہیں جن کی پشاوری، کابلی اور کئی ذیلی قسمیں دستیاب ہیں۔ بادام سے عموماً مغز چوتھائی حصہ اور چھلکا تین چوتھائی حصہ نکلتا ہے۔ کاغذی بادام سے مغز زیادہ حاصل ہوتا ہے۔

بادام کے مغز میں 32 سے 40 فیصد تک روغنی اجزا، پروٹین، آئرن، فاسفورس اور کیلشیم کی وافر مقدار ہے۔ بادام کو وٹامن اے، بی اور ای کا خزانہ سمجھا جاتا ہے۔ وٹامن ای سے اینٹی آکسیڈنٹ حاصل ہوتا ہے جو خون میں موجود ریڈیکلز کو اعتدال میں رکھتا ہے۔ شریانوں کو بند ہونے سے محفوظ رکھتا ہے۔

ذائقہ اور لذت کی وجہ سے مختلف کھانوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ مغلیہ دور میں شاہی دسترخوان پر کھانوں میں بادام لازمی جزو تھا۔

بادامی قورمہ، شاہی متنجن، شاہی ٹکڑے، کھیر، فیرنی، زردہ، قوام، مختلف قسم کے حلوے بادام کے بغیر ادھورے ہیں۔

بلند فشار خون (ہائی بلڈ پریشر) اور کولیسٹرول کی زیادتی کا مرض تیزی سے پھیل رہا ہے۔ ڈائریکٹر آف

ہیلتھ ریسرچ اینڈ اسٹڈیز سینٹر کی تحقیق کے مطابق بادام کا باقاعدہ استعمال کولیسٹرول کی سطح کو متوازن رکھنے میں معاون ہے۔ تین اونس بادام کا روزانہ استعمال جسم میں کولیسٹرول کی سطح کو 14 فیصد تک کم کرتا ہے۔

بادام میٹابولک سنڈروم پر قابو پا کر موٹاپا کم کرتا ہے اور بدن کو چست و توانا بنانے میں مددگار ہے۔

بادام میں فاسفورس کی وافر مقدار ہڈیوں اور دانتوں کو مضبوط بناتی ہے۔ بادام میں موجود قدرتی غذائی اجزا قولون کے کینسر جیسی مہلک بیماری سے محفوظ رکھنے میں معاونت دیتے ہیں۔

بادام میں شامل فائبر، فیٹس اور کاربو ہائیڈریٹ کے انجذاب کو روکتے ہیں جس سے ذیابیطس کا امکان کم ہو جاتا ہے۔ دماغ اور حافظہ کو تیز رکھنے کے لئے بادام کو رات بھر بھگو کر صبح نہار منہ کھانا صدیوں سے رائج ہے۔ بادام میں ریبوفلاون اور L-Carnitine دماغی صلاحیت میں اضافہ کرنے میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ نزلہ زکام کی شکایت یا مستقل چھینکیں آئیں تو بادام کھا کر اس مشکل سے نجات حاصل کی جاسکتی ہے۔ نزلہ کے باعث گلے میں خراش، خشک کھانسی اور بلغم خارج کرنے میں دشواری یا سانس لینے میں مسئلہ ہو تو بادام کا تیل اور شہد چاٹنے سے سانس کی تکلیف اور نزلہ زکام میں افاقہ ہوتا ہے۔

طبّی ماہرین اور بیوٹی ایکسپرٹس کے مطابق بادام کا تیل صحت کے لیے بہترین ہے۔ خشک جلد کی حامل خواتین سردیوں میں چہرہ پر روغنِ بادام کا مساج کریں تو جلد تازہ اور شاداب ہوتی ہے۔ بادام میں وٹامن ای کی خصوصیات عمر رسیدگی کے اثرات کو کم کرنے کے لیے بطور اینٹی ایجنگ نیچرل پروڈکٹ ہے۔ جلد کی خوب صورتی میں اضافہ اور جھریوں کو کم کرنے کے لیے یہ کارآمد نسخہ ہے۔

لیکن اس کے ساتھ ضروری ہے کہ وہ عوامل جن سے جذبات میں تلاطم پیدا ہوتا ہے خود کو ان سے دور رکھا جائے۔ جیسے کہ ناخوشی، ناشکری، غصہ، حسد، غیبت وغیرہ۔

تحقیق کے مطابق ایک بادام کو 25 سے 40 بار چبانا اس کے غذائی فوائد کے حصول کے لیے بہتر ہے کیوں کہ زیادہ دیر تک چبانے سے غذائی اجزا جسم میں اچھی طرح جذب ہوتے ہیں۔

محمد عدنان خان

پرتیاہار

نورِ ہدایت سے معمور ایک ایسے تشنہ روح فرد کی سرگزشت جس کو حوادث نے استدراج کی سیاہ گھاٹیوں اور کالے علوم کے اندھیرے راستوں کا مسافر بنا دیا تھا۔

بابا سونیری کی پانچ سال کی تربیت سے میرا شمار بڑے جادوگروں میں ہونے لگا۔ ایک روز ایک ادھیڑ عمر مجذوب محلّہ میں آیا، دادا مجذوب کے اثر کا شکار ہو کر بصارت سے محروم ہو گئے اور ہمیں عجلت میں علاقہ چھوڑنا پڑا۔ بقول بابا سونیری تربیت کی نئی سمت کا تعین ہو چکا تھا۔ منزل ایک قدیم قبرستان کے قریب رہائش گاہ تھی۔ تاریک رات میں جھونپڑی میں اجنبی کی موجودگی سے خوف کی لہر وجود میں دوڑ گئی۔ اس نے بتایا کہ وہ وڈیرا دھاندل سے انتقام لینا چاہتا ہے لیکن میرے دادا کی وجہ سے قید میں ہے۔ دادا نے کہا، ملوکا کے دوست کرم علی کا مرشد بڑا زور آور ہے۔ گھڑ دوڑ کا مقابلہ تھا۔ کرم علی نے ملوکا کو مرشد کا پیغام دیا کہ وہ ریس میں حصہ نہ لے لیکن اب پیچھے ہٹ جانا ممکن نہیں تھا۔ ملوکا ریس جیت گیا۔ دھاندل نے انتقاماً ملوکا کے گھوڑے کو زہر دے دیا۔ ملوکا نے کرم علی کے مرشد کے حکم پر گاؤں چھوڑنے کا فیصلہ کیا۔ خبر دھاندل تک پہنچ گئی۔ اس سے پہلے کہ صبح ہوتی، اس کا گھر شعلوں کی لپیٹ میں تھا۔ ملوکا کو انصاف دلانے کے لئے گاؤں جانے کا وقت آ گیا تھا۔ سب سے پہلے دھاندل کو تحفظ دینے والے سہاسی جادوگر کو ٹھکانے لگایا اور پھر دھاندل کے عیاش بیٹوں کی موت نے دھاندل کو نشانِ عبرت بنا دیا۔ ملوکا آزاد ہو چکا تھا، کرم علی کے مرشد نے اسے قبول کر لیا اور میرے لئے بھی پیغام بھجوایا۔ کام مکمل ہونے کے بعد ہنی دان پہنچا تو ہر طرف آگ تھی۔ جھونپڑی سے دھواں اٹھ رہا تھا۔ دادا بری طرح زخمی تھے جب کہ بابا سونیری راکھ کے ڈھیر پر پڑے تھے۔ میری غیر موجودگی میں باظناری اجنہّ نے حملہ کر دیا تھا۔ میں نے دادا اور بابا سونیری کو سنبھالا۔ بابا سونیری نے باظناریوں کو بہت نقصان پہنچایا تھا۔ یقین تھا کہ وہ بدلہ لینے آئیں گے۔ ہم جوابی حملہ کے لئے تیار تھے۔ گھمسان کا معرکہ ہوا جس میں دونوں طرف بھاری نقصان ہوا۔ جاملوت کے اکثر ساتھی مارے گئے۔ دادا اور بابا سونیری جان سے ہاتھ دھو بیٹھے اور میں بے ہوش ہو گیا۔ آنکھ کھلی تو میں سلطنتِ اجنہّ میں باظناریوں کی قید میں تھا۔ موقع ملتے ہی فرار ہوا اور ظربوق سے ملاقات ہوئی——

ظربوق اکیلا نہیں تھا، باریش بزرگ اس کے ساتھ تھے۔ تھوڑا فاصلہ پر رک کر انہوں نے ظربوق پر دم کیا، غالباً حصار باندھ رہے تھے۔ اس کے بعد کچھ پڑھ کر میری طرف پھونکا—— زوردار جھٹکے لگے اور میرے چنکھا والے حواس متحرک ہو گئے۔ دیکھتے ہی دیکھتے پشت پر سینکڑوں بیر اور ہم زاد اکٹھے ہو چکے تھے۔ میں بھی مقابلہ کے لئے چوکس ہو گیا۔ نظر ظربوق کے بازوؤں پر پڑی۔

پر تیاہاری قوت کے ذریعے شل کیے جانے والے بازو چنکھا یا پھر اس سے زیادہ طاقت رکھنے والا شخص ہی ٹھیک کرسکتا تھا۔ظربوق کے بازو ٹھیک ہوگئے تھے۔

حملہ کے لئے منظّم ہوتے دیکھ کر ظربوق چیخا۔ خبردار! ہم لڑنے نہیں آئے۔ دیکھو! حضرت صاحب نے بازو تصرف کرکے ٹھیک کر دیے ہیں اور میری درخواست پر خلیفہ صاحب کو تمہارے جسم پر کیڑوں کا علاج کرنے کے لئے بھیجا ہے۔

میں چیختے ہوئے بولا ،تمہارے خلیفہ صاحب نے مجھ پر حملہ کیوں کیا—؟

حملہ نہیں کیا بلکہ ہمارے اور تمہارے درمیان گفتگو کو شیاطین سے چھپانے کے لئے حصار بنایا ہے۔حضرت صاحب کسی کو تکلیف پہنچانے کے سخت خلاف ہیں اور پھر تم تو پہلے ہی تکلیف میں ہو۔

میں نے کہا،ٹھیک ہے،ٹھیک ہے، مجھے کیا کرنا ہوگا۔

ان کٹھ پتلیوں کو اپنے پیچھے سے ہٹادو اور زمین پر بیٹھ جاؤ۔خلیفہ صاحب نے پہلی مرتبہ مجھے مخاطب کیا۔

آواز بارعب تھی۔

اشارہ ملتے ہی تمام بیر اور ہم زاد نظروں سے اوجھل ہوگئے اور میں زمین پر بیٹھ گیا۔

خلیفہ صاحب نے اپنا سیدھا ہاتھ میرے سر کے اوپر ہوا میں روک دیا۔ وہ کچھ پڑھ رہے تھے اور ہاتھ ہٹا کر سر پر پھونک مارتے جاتے۔ دیکھتے ہی دیکھتے نارنجی رنگ کے جناتی کیڑے سیاہ ہو کر جسم سے گرنا شروع ہوگئے۔

میں حیرت سے منہ کھولے یہ سب دیکھ رہا تھا۔ کیڑے کسی جگہ سے ختم ہو جاتے تو مزید کیڑے گوشت کے اندر سے باہر آ کر گرنے لگتے۔یہ سلسلہ کافی دیر جاری رہا۔آخر تمام کیڑے جسم سے جھڑ گئے اور جسم گوشت کے لوتھڑے کی مانند نظر آنے لگا۔

خلیفہ صاحب عمل مکمل کر کے پلٹے تو میں نے جسم کی طرف اشارہ کرکے پوچھا، یہ کیسے ٹھیک ہوگا؟

انہوں نے خاموشی سے مجھے دیکھا ،نظروں میں رعب تھا۔

میرا مطلب ہے کہ اسے بھی ٹھیک کردیں۔

جتنی درخواست کی تھی اور جتنا حکم دیا گیا تھا،اس کے مطابق کام کر دیا گیا ہے۔ یہ کہہ کر جانے کے لئے پلٹے۔میں دوڑ کر سامنے آ گیا۔

شکایتاً کہا کہ آپ نے آنے میں اتنی دیر لگائی اور جسم بھی ویسے ہی چھوڑ کر جا رہے ہیں۔

ان کے قدم رک گئے۔ پرسکون ،ٹھہرے ہوئے اور معنی خیز لہجہ میں بولے۔

”تیری نظر پر پردے پڑ گئے تھے ، ہوش میں آجا اب ! رسی پکڑ لے ورنہ اندھیری کھائی تجھے نگل جائے گی۔“

الفاظ سماعت سے ٹکرائے تو لگا کسی نے پگھلا ہوا

سیسہ کانوں میں انڈیل دیا ہے۔ میری نیند کی دنیا تک ان کی رسائی تھی، یہ بات میرے لئے حیرت انگیز تھی۔

میں سمجھتا تھا کہ کسی کے لئے بھی چنکھا کے خیالات پڑھ لینا ناممکن ہے جب کہ یہ تو خواب سے بھی واقف تھے جو میں نے دیکھا تھا۔

خلیفہ صاحب رکنے پر آمادہ نہیں تھے۔ استدراج کے زیر اثر ان کے قدموں کو وزنی کرنے کی کوشش کی کہ وہ قدم نہ اٹھا سکیں مگر میرا عمل بے اثر ہو گیا۔

ان کے سامنے ہر لحاظ سے خود کو مغلوب محسوس کر رہا تھا۔ ایک مرتبہ پھر راستہ روکا، خلیفہ صاحب! میری رہنمائی فرمائیں۔

''چالیس دن تک نہ حرام چیز کھانا، پینا اور نہ حرام کام کرنا۔ جسم ٹھیک ہونے میں وقت لگے گا لیکن ہو جائے گا۔ احتیاط نہ کی تو کوئی بعید نہیں کہ پھر سے کیڑے پڑ جائیں۔''

خلیفہ صاحب! حرام کیا ہے اور حلال کیا، مجھے یہ کون بتائے گا۔ کیا ظربوق میرے پاس رہ سکتا ہے---؟

نہیں! یہاں تمہارے ساتھ اس کی جان کو بھی خطرہ ہے۔ تم بھی یہ جگہ چھوڑ کر کہیں چلے جاؤ۔

کہاں چلا جاؤں میرا تو کوئی ٹھکانہ نہیں۔

اللہ کے دوستوں کے در سب کے لئے ہر وقت کھلے رہتے ہیں۔

تو پھر مجھے اپنے ساتھ لے چلیں۔

یہ سن کر وہ رک گئے اور کہا،

تمہارے پیچھے شیاطین ہیں۔

مجھے پروا نہیں۔

ٹھیک ہے، میرے پیچھے آؤ۔

نئے زون، نئے افق اور اک نئے دائرہ نگاہ کی سمت میرا گھائل وجود زخمی روح کے ساتھ خلیفہ صاحب کے پیچھے پیچھے چل دیا۔

بجلی کی چمک اور حصار پر گرنے کی کوشش نے عجیب شور وغل برپا کیا ہوا تھا۔ لگتا تھا کہ بھیڑیئے نما جانوروں کے غول ہم پر ٹوٹ پڑیں گے، کبھی سانپوں کی بارش ہوتی اور کبھی زمین پھٹتی ہوئی محسوس ہوتی مگر حصار برقرار تھا۔ رفتہ رفتہ تین افراد پر مشتمل قافلہ اموقار کے پہاڑی علاقہ کی حد سے باہر آ گیا۔

قدم پہاڑی علاقے سے دور ہونے کے ساتھ طوفان کا زور ٹوٹ رہا تھا۔ بالآخر سیاہ علوم کے ذریعے پیدا ہونے والا ماحولیاتی تغیر معمول پر آ گیا۔

بہت دور آبادی کے آثار دکھائی دیئے۔ مشعلوں کی روشنی، روشن نقطوں کی مانند جھلملا رہی تھی۔ قافلہ آبادی کی سمت بڑھ رہا تھا۔ پہاڑوں کے ساتھ جناتی قدو قامت کے درخت بھی پیچھے رہ گئے تھے۔ اب میدانی علاقہ تھا۔ کئی مرتبہ تیز سرسراہٹ دائیں بائیں محسوس ہوئی جس سے چنکھا والے حواس بیدار ہونے لگتے، میں

بمشکل ان کو مغلوب کرتا۔ بار بار کی کشمکش الجھا رہی تھی۔

جب ایسا ایک بار پھر ہوا تو خلیفہ صاحب رک گئے۔ پہلے انہوں نے گھور کر دیکھا، پھر بآواز بلند فرمایا،

یہ ہمارا مہمان ہے اس کا لڑنے کا کوئی ارادہ نہیں لہٰذا ہمیں تمہاری موجودگی کی ضرورت نہیں۔

ظربوق چوں کہ معاملہ سے بے خبر تھا اس لئے حیرت اور سہمے ہوئے انداز سے خلیفہ صاحب کی طرف دیکھنے لگا۔ مجھے احساس ہوا کہ ظربوق بھی محاصرہ کرنے والی غیر مرئی مخلوق کو دیکھنے سے قاصر ہے۔

سرسراہٹ ختم ہوگئی اور میری کیفیت معمول پر آ گئی۔ میدانی علاقہ میں داخل ہوتے ہی غیر مرئی مخلوق نے مجھے حصار میں لے لیا تھا۔ میری استدراجی قوت کے لئے تازیانہ تھا کہ میری قوت باصرہ غیر مرئی مخلوق کو دیکھنے سے قاصر تھی۔

چلتے چلتے ہم ایک بڑے احاطہ کے نزدیک پہنچے۔ احاطہ کی دیواروں کے ساتھ ساتھ چاروں طرف تیز جامنی، اودے، نیلے، سبز اور سرخی مائل گلاب نما پودے پھولوں سے لدے ہوئے تھے۔ بھینی بھینی مہک اور دیواروں سے فاصلہ پر لگی کافوری مشعلوں کی خوش بو نے انوکھا اور دل فریب احساس پیدا کر دیا تھا۔

احاطہ کے چوبی دروازہ پر صندل کی لکڑی سے نہایت نفیس اور دیدہ زیب نقش و نگار کندہ کیے گئے تھے۔ دروازہ کے دائیں بائیں کانسی کے بڑے بڑے پیالے باریک زنجیر سے لٹکائے گئے تھے جن میں عود کی لکڑی سلگ رہی تھی اور فضا خوش بو سے معطر تھی۔

کانسی کے پیالوں کے عین نیچے دو گول چھوٹے سنگی چبوترے تھے جن پر تین فٹ لمبے خوف ناک سیاہ ناگ پھن کاڑھے بیٹھے تھے۔ نزدیک پہنچے تو ان میں اضطرابی کیفیت پیدا ہوگئی، وہ چبوترے سے اتر کر دروازے کے سامنے پھنکارنے لگے۔ منہ کھول کر مرغی کے انڈے جتنا منکا اگل دیتے، اس پر زور سے اپنا پھن مارتے، پھر نگل جاتے۔

یہاں بھی خلیفہ صاحب کی ڈانٹ نے اثر دکھایا اور دونوں سانپ ڈانٹ سنتے ہی چبوتروں میں موجود سوراخ میں تیزی سے داخل ہو گئے۔

ہم دروازہ سے اندر داخل ہوئے۔

احاطہ میں داخل ہوتے ہی میرے چنگھا کے حواس معطل ہو گئے اور وجود کو پرسکون ماحول نے آغوش میں لے لیا۔ بے چینی اور جھنجھلاہٹ پر جیسے اوس پڑ گئی۔ اس طرح کے پرسکون ماحول سے میں پہلے کبھی روشناس نہیں ہوا۔

خلیفہ صاحب نے ظربوق کو اشارہ کیا تو وہ نا جانے کس طرف نکل گیا۔ وہ مجھے پیچھے آنے کا اشارہ کر کے کیاریوں کے درمیان بنے تنگ راستے سے گزرتے ہوئے ایک کمرے کی جانب بڑھنے لگے۔

کیاریوں میں پودے ایک جیسے تھے جن کے پھول

عشق پیچاں کی بیل کے پھولوں سے ملتے تھے۔ چھوٹے چھوٹے سرخ مخملیں ستارے نما پھولوں سے روشنی پھوٹ رہی تھی اور دل آویز خوش بو نے فضا کو معطر کر دیا تھا۔ اتنا خوب صورت منظر پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ ماحول میں پاکیزگی کو بیان کرنا ممکن نہیں۔

خلیفہ صاحب مجھے کمرے میں چھوڑ کر واپس جانے لگے تو میں نے جلدی سے پوچھا، کیا حضرت صاحب سے میری ملاقات نہیں ہوگی—؟

تم نے رہنے کا محفوظ ٹھکانا مانگا تھا، سو دے دیا گیا۔

راہ نمائی بھی تو مانگی تھی—؟

کچھ دیر غور سے دیکھا اور فرمایا، انتظار کرو جب وقت آئے گا تو ملاقات بھی ہو جائے گی۔

مزید کوئی بات سنے بغیر وہ چل دیئے۔

خلیفہ صاحب کا سرد رویہ تکلیف دہ تھا۔ اپنی حیثیت، مقام اور طاقت کے برخلاف ان کے پیچھے پیچھے آ گیا تھا۔ وہ میرے محسن تھے۔ اذیت ناک کیڑوں سے نجات دلائی مگر رویہ مایوس کن تھا۔

کمرا چھوٹا تھا۔ ہر چیز سفید تھی۔ سفید تخت بچھا تھا جس پر سفید رنگ کا نرم گدّا اور گدّے پر سفید رنگ کا پلاسٹک تھا۔ پلاسٹک شاید میرے زخم خوردہ جسم کی وجہ سے بچھایا گیا تھا۔ سامنے والی دیوار کے ساتھ چھوٹا سفید ٹیبل تھا جس پر استعمال کی مختلف چیزیں تھیں۔ چیزوں کا رنگ بھی سفید تھا۔ کونے میں سفید دروازہ غالباً باتھ روم کا تھا۔ کمرے کا ماحول اس طرح سے تھا کہ نظر کا معمولی سا ٹھہراؤ کمرے میں موجود ہر چیز کو سفید رنگ میں گم کر دیتا اور پھر سفیدی کے سوا کچھ سجھائی نہ دیتا۔

ظربوق کھانے کی ٹرے لے کر داخل ہوا۔ خوشی وجود سے عیاں تھی۔ سرشاری سے بولا،

ابھی تک یہیں ہو، جاؤ جلدی سے غسل کر لو، میں انتظار کر رہا ہوں۔

میں غسل خانہ کی سمت بڑھ گیا۔ غسل خانہ بھی کمرے کی مانند سفید تھا۔ سفید لباس کھونٹی پر لٹک رہا تھا۔

غسل کر کے لباس زیب تن کیا اور باہر آیا تو ظربوق رشک سے میری سمت دیکھتے ہوئے بولا،

تم بہت خوش نصیب ہو۔ تمہاری وجہ سے مجھے بھی اس کمرے میں آنے کی اجازت ملی ہے۔ یہاں حضرت صاحب کے خاص الخاص مہمان کو ٹھہرایا جاتا ہے اور ہر کسی کو اس خاص کمرے میں آنے کی اجازت نہیں ہے۔

ظربوق سے کمرے کے متعلق سن کر خلیفہ صاحب کے سرد رویہ سے ہونے والی مایوسی کافی کم ہو گئی۔

غسل سے تھکن کا احساس کافی کم ہو گیا تھا اور جسم پر جلن میں کمی آ گئی تھی۔ تخت پر بیٹھتے ہی ظربوق نے ٹرے پر سے کپڑا ہٹایا۔ تلی ہوئی مچھلی اور بکرے کی روسٹ کی ہوئی ران سے اٹھتی بھاپ کی خوش بو ناک میں داخل ہوئی تو بھوک کا احساس بڑھ گیا۔ لگتا تھا

کھانے کا خصوصی انتظام کیا گیا تھا ورنہ جناتی ماحول میں گوشت کہاں میسر آتا۔

کئی دن اس طرح کمرے میں گزرے جس کے فرش سے لے کر چھت تک سب کچھ سفید تھا۔اس دوران خلیفہ صاحب دکھائی دیئے نہ حضرت صاحب سے ملاقات کا انتظام کیا گیا۔کھانے کا وقت ہوتا تو ظربوق ٹرے اٹھائے آجاتا۔کھانا ہمیشہ ذائقہ دار اور بہترین ہوتا۔ظربوق سے جب خلیفہ صاحب یا حضرت صاحب کی ملاقات کا کہتا تو وہ مجھے انتظار اور صبر کی تلقین کرتا۔ بہرحال یہاں کی تنہائی مجھے بے چین نہیں کرتی تھی۔ لگتا تھا یہاں کی ہر چیز میں شفا ہے۔ہوا، پانی،خوراک ماحول سب کچھ شفا بخش روشنیوں سے معمور تھا۔

ظربوق کے مشورہ پر زیادہ وقت کمرے میں ہی گزرتا۔دل چاہتا تو کمرے سے باہر بھی گھوم پھر لیتا تھا۔مجھے اکثر کمرے سے باہر لوگوں کی موجودگی کا احساس ہوتا مگر کوئی دکھائی نہیں دیتا تھا۔

احاطہ میں داخل ہوتے ہی استدراجی حواس معطل ہو چکے تھے مگر سحر قلبی کے تحت نگاہ میں وسعت برقرار تھی۔نگاہ دراصل پانچوں حواس بصارت ، سماعت ، شامہ، ذائقہ، لامسہ کے مجموعی تاثر کا نام ہے۔نگاہ کی گہرائی اور وسعت کا انحصار ارتکازی قوت پر ہے۔

بہرحال اس صلاحیت کے باوجود میری نگاہ ماحول میں غیر مرئی نقل وحمل کو دیکھنے سے قاصر تھی۔

ظربوق آج خلاف معمول کھانے کے بعد بیٹھا رہا۔ وہ بہت غور سے میرے کھال سے عاری جسم کا معائنہ کررہا تھا۔میری صحت تیزی سے بہتر ہورہی تھی۔جسم پر پڑ جانے والے اونچے نیچے گڑھے تقریباً ہموار ہو چکے تھے۔نئی کھال آنے کا مرحلہ ابھی باقی تھا۔ظربوق معائنہ کرچکا تو میں نے اس کا دوشاخہ ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر نگاہ اس کی جلد پر جمادی۔ (قسط نمبر ۲۱)

ایک شخص سونا بنانے کا گر جاننا چاہتا تھا۔بہت کوشش کی لیکن ناکامی ہوئی۔کسی سے سنا کہ پہاڑوں میں ایک پتھر پارس ہے۔جس دھات سے ٹکرائے، دھات سونا بن جاتی ہے۔قسمت آزمانے کا فیصلہ کیا۔بغیر تنخواہ کے چار ماہ کی چھٹی لی اور پہاڑوں کا رخ کیا۔جانور کرائے پر لئے، ان کے پیروں میں زنجیریں اور بیڑیاں ڈالیں کہ شاید کوئی بیڑی یا زنجیر پارس کو چھولے۔وہ بیابانوں اور جنگلوں سے ہوتا ہوا پہاڑی علاقوں میں پہنچا اور چار ماہ یہاں گھومتا رہا لیکن مقصد پورا نہ ہوسکا۔آخر مایوس لوٹا۔چھٹی بھی ختم ہوگئی تھی۔بیڑیاں اور زنجیریں نکالتے وقت اپنی تقدیر کو کوس رہا تھا کہ محسوس ہوا کوئی شے چمک رہی ہے۔دیکھا کہ بیڑیوں میں چند میخیں سونے کی بن چکی ہیں۔خوشی ناقابلِ بیان تھی۔سنار کے پاس گیا۔سنار نے جو قیمت بتائی وہ اس کی چار ماہ کی تنخواہ کے برابر تھی۔ قارئین ـــ آپ کیا سمجھے؟

نئی مخلوق ــــ؟

ہمارے پاس دو ہی راستے ہیں۔کسی اور مقام پر منتقل ہوں یا شکار بن جائیں۔ جہاں یہ لوگ آ جاتے ہیں، ہمارا وہاں سے جانا ضروری ہو جاتا ہے۔

منا ہانپتا کانپتا بھائی کے پاس آیا اور بولا، بھائی! ہمارے علاقے میں نئی مخلوق آئی ہے۔ بھائی ہنسے اور بولے،نئی مخلوق ــــ؟

آپ ایک بار چل کر تو دیکھیں۔ وہ ہم جیسی نہیں ہے۔اس کے پیر بھی ہماری طرح نہیں ہیں۔

اتنے میں منجھلے بھائی بھی آ گئے اور یہ سن کر کہ کوئی نئی مخلوق آئی ہے،وہ بھی ہنس دیئے۔

شور وغل سن کر امی باہر آئیں،

کیا ہو رہا ہے ــــ؟

بھیا نے کہا، منے کو نئی مخلوق نظر آئی ہے جو ہم سے مختلف نظر آتی ہے اور اس کے پیر بھی ہماری طرح نہیں ہیں۔ بھائیوں نے ایک بار پھر قہقہہ لگایا۔

امی نے منے کو دیکھا جو روہانسا ہو چکا تھا۔ بے چارہ کا اس طرح مذاق اڑایا جا رہا تھا کہ اچھے اچھے رو پڑتے۔منا روتے ہوئے باہر کی طرف چل دیا۔

بھیا نے ناراض ہو کر جاتے دیکھا تو دل نرم ہو گیا۔ آواز لگائی، چلو دیکھتے ہیں کون سی نئی مخلوق آئی ہے۔

باقی لوگوں نے کہا کہ جائیں آپ جا کر دیکھیں اور جب وہ خلائی مخلوق نظر آئے جو دیکھنے میں عجیب وغریب ہے تو ہمیں بھی اس کا ناک نقشہ بتایئے گا۔

منے کے آنسو رک گئے اور تھوڑی دیر میں مسکرانے لگا۔ بڑے بھائی ہنسی چھپاتے منے کے ہم راہ چل دیئے۔ چلتے چلتے میدان پار کیا۔ایک جگہ پہنچ کر منا رک گیا اور درختوں کی اوٹ سے جھانک کر دیکھا۔اس کے بعد بھائی کو اشارہ کیا۔

بھیا آگے بڑھے اور تین قدم اس طرح پیچھے ہٹے جیسے بجلی کا جھٹکا لگا ہو۔پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھا تو منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ دہشت سے رواں رواں کانپ رہا تھا۔منا بڑے بھائی کی حالت دیکھ کر گھبرا گیا۔

بھیا، بھیا، کیا ہوا؟ بھیا کی حالت خراب تھی، پیروں میں جان نہیں تھی، بڑی مشکل سے اٹھے اور گھر کی طرف روانہ ہوئے۔

سب خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ امی نے

سرزنش کی کہ چھوٹا بھائی تم لوگوں کو عقل مند سمجھ کر باتیں بتاتا ہے مگر تم نے جس طرح اس کا مذاق اڑایا ہے، وہ اچھی بات نہیں۔

باجی بولیں، جی امی لیکن اس کے چہرہ کا رنگ اڑا ہوا تھا اور پھر اس طرح کی باتیں تو ہم نے کہانیوں میں سنی ہیں۔ اس لئے ہنستے نہیں تو کیا کرتے۔

میں منے کی پسندیدہ ڈش گاجر دودھ بنا رہی ہوں، وہ آئے تو پہلے اسے پیار کرنا اور اس کے بعد بتانا کہ گاجر دودھ بن رہا ہے۔ باجی نے سوچا کہ گاجر کاٹنے میں امی کی مدد کر دوں۔

اتنے میں امی نے منجھلے بیٹے کو آواز دی کہ تازہ گاجریں لے آئے۔ وہ منہ بسورتا ہوا باہر آیا۔

امی نے کہا، تم لوگوں نے چھوٹے کو ناراض کیا ہے تو اتنا تو کرنا پڑے گا۔ اس سے پہلے کہ وہ واپس آئے، گاجریں آجانی چاہئیں۔ بھائی منہ بناتا ہوا باہر کی طرف گیا مگر دروازہ پر پہنچ کر رک گیا۔

امی کو غصہ آیا اور بولیں، جا رہے ہو یا بیلن اٹھاؤں؟

وہ مڑا تو اس کا چہرہ دیکھ کر سب گھبرا گئے۔ چہرہ پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

کیا ہوا—؟

خوف زدہ ہو کر بولا، بھیا!

سب بھاگتے ہوئے باہر آئے جہاں بھیا منے کے ساتھ آ رہے تھے، چہرہ زرد اور چلنا مشکل ہو گیا تھا۔ سب پریشان ہو گئے۔

بیٹا کیا ہوا، سب ٹھیک ہے، کیا دیکھ آئے—؟

بھیا کی زبان سے ٹوٹے پھوٹے لفظ ادا ہوئے۔

ماما ما مخلوق!

امی اور باجی نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ سب خوف زدہ ہو گئے۔ ان کے علاقہ میں واقعی کوئی خوف ناک مخلوق آ گئی تھی۔

امی نے فوراً سب کو گھر کے اندر کیا۔

اتنے میں دروازہ بجا۔ دل حلق میں آ گئے۔

بھیا کا رنگ مزید زرد ہو گیا۔

باجی نے دروازہ کھولا تو ابو کو دیکھ کر جان میں جان آئی۔ ابو نے دروازہ کے قریب کھڑا دیکھا تو پوچھا، کیوں بھئی کیا میرے استقبال کی تیاری ہو رہی ہے؟

جواب نہ پا کر احساس ہوا کہ گڑبڑ ہے۔

کیا ہوا، خیر تو ہے؟

امی نے بھیا کی طرف اشارہ کیا۔

منا بولا، ہمارے علاقہ میں ایک نئی مخلوق آئی ہے۔

ابو نے زوردار قہقہہ لگایا۔

میں نے بھی دیکھی ہے۔

بھیا کی طرف دیکھ کر ابو سنجیدہ ہو گئے۔

کہاں دیکھی ہے اور کیسی مخلوق؟

ابو دو گلیاں چھوڑ کر جو میدان ہے اس کے پرلی طرف درختوں کے پیچھے رہ رہی ہے۔

چلو، میں دیکھنا چاہتا ہوں۔

بھیا نے نفی میں سر ہلایا۔ ابو کو احساس ہوگیا کہ بیٹا بہت خوف زدہ ہے۔

منا بولا، میں آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔

امی نے کہا، میں آپ لوگوں کو اکیلے نہیں جانے دوں گی۔ بھیا کی حالت دیکھ کر باقی بچوں کی ہمت نہیں ہوئی کہ وہ ان کے ساتھ جائیں۔

امی، ابو اور منا آہستہ آہستہ مخلوق کے پڑاؤ کی طرف روانہ ہوئے۔ گلی پار کرنے کے بعد جب سامنے میدان آیا تو دل دھک دھک کرنے لگا۔ میدان پار کر کے آہستہ آہستہ وہ لوگ درختوں کے جھنڈ میں داخل ہوئے۔ کچھ فاصلہ پر خالی جگہ نظر آئی، درخت سے جھانک کر منے نے دیکھا اور اشارہ کیا۔

ابو نے بھی جھانکا۔ وہاں کوئی مخلوق زمین پر پھر رہی تھی۔ ابو پیچھے ہٹے تو امی آگے بڑھیں۔ نظر عجیب و غریب چھوٹے وجود پر پڑی۔ اتنے میں بڑی جسامت سامنے آئی جو چھوٹے وجود کی طرف بڑھی۔ امی کی چیخ نکل گئی۔ وہ تینوں درخت کے پیچھے چھپ گئے۔

کانپتے ہوئے بولیں، کیا یہ چھوٹی مخلوق کو کھا جائے گی۔ ابو نے کہا، پتہ نہیں۔ تینوں نے دیکھا کہ بڑی مخلوق نے جھک کر چھوٹی مخلوق کو اٹھایا اور منہ کے قریب لائی۔ وہ تینوں یہ خوف ناک منظر نہ دیکھ سکے اور وہاں سے بھاگ آئے۔ واپسی کا سفر خاموشی سے کٹا۔ دل خوف سے دھڑک رہے تھے۔ امی نے منے کو قریب کر لیا۔ اتنی خوف ناک مخلوق ان کے علاقہ میں آسکتی ہے، سوچا نہیں تھا۔

ابو خوف پر قابو پاتے ہوئے بولے، بیگم تم منے کو لے کر گھر جاؤ میں ابا جان سے مل کر آتا ہوں۔ منے نے بھی دادا کے پاس جانے کی ضد کی۔ امی گھر کی طرف روانہ ہوگئیں اور ابو دادا کے گھر کی طرف۔

دادا جی لان میں بیٹھے دھوپ سینک رہے تھے۔ منے کو دیکھ کر خوشی سے بانہیں کھولیں اور میرا منا کہہ کر سینے سے لگالیا۔ منا بھی دادا کو دیکھ کر سب کچھ بھول گیا اور دوڑتا ہوا لپٹ گیا۔

دادا جی آپ کو پتہ ہے ہمارے علاقے میں ایک خوفناک مخلوق آئی ہے جو چھوٹی مخلوق کو کھا جاتی ہے۔

دادا ہنس پڑے، لیکن جب ابو کے سنجیدہ چہرہ پر نظر پڑی تو بولے، یہ کیا کہہ رہا ہے۔

ساری بات سننے کے بعد کہا، پہلے سردار کے گھر چلتے ہیں۔ تینوں کھڑے ہوئے تو دیکھا کہ امی سارے بچوں کے ساتھ آگئی ہیں۔

مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے، بچے بھی ڈرے ہوئے ہیں۔ میں آپ لوگوں کے ساتھ رہوں گی جہاں بھی جائیں گے۔ دادا نے کوئی جواب نہیں دیا اور سب کے ساتھ قبیلہ کے سردار کے گھر کی طرف روانہ ہوگئے۔

خادم باہر کھڑا تھا، دادا کو ادب سے سلام کیا اور بولا، آیئے تشریف لایئے، سردار صاحب ناشتہ کر رہے

ہیں۔دادا نے کہا، ناشتہ کرلیں تو اس کے بعد ہماری آمد کی خبر دینا۔

گھر کی مالکن نے پوچھا کہ کون آیا ہے۔

نوکر بولا ، بی بی جی خیرالدین صاحب بچوں پوتوں کے ہم راہ آئے ہیں۔

ارے سب کو اندر لاؤ، ناشتہ کراؤ۔

دادا بولے، بہن جی ہم لوگ ناشتہ کر کے آئے ہیں۔

سردار صاحب کی اہلیہ بہت مہمان نواز تھیں۔ جو بھی گھر آتا، کچھ کھلائے بغیر جانے نہیں دیتی تھیں۔

آپ اندر تو آیئے۔

سلام دعا کے بعد ان کے بہت اصرار پر سب نے تھوڑا تھوڑا ناشتہ کیا۔ جب سردار صاحب ناشتہ کر چکے تو دادا سے ملاقات ہوئی۔

بولے، جی خیرالدین صاحب! صبح صبح کیسے آنا ہوا۔

دادا نے کہا ، عجیب بات سنی ہے، مشورہ کرنے آیا ہوں۔ساری بات بتائی۔

سردار صاحب بولے، ہوں ں ں ں۔

مخلوق کو دیکھنا ضروری ہے اس کے بعد ہی فیصلہ کیا جاسکتا ہے کہ کیا حکمت عملی اپنائی جائے۔اگر واقعی کوئی نادیدہ مخلوق یہاں آگئی ہے اور اب تک اس نے ہمیں کچھ نہیں کہا تو ممکن ہے کہ وہ آئندہ بھی ہمیں کچھ نہ کہے گی۔

ابو نے بتایا کہ وہ ہماری یہاں موجودگی سے لاعلم ہے اور پھر ابھی تو صرف ہم نے ہی دیکھا ہے۔قبیلہ کے باقی افراد کو بھی یہ خبر سنانی ہے تاکہ وہ محتاط ہوجائیں اور اس طرف جانے سے گریز کریں۔

ساری تفصیل سننے کے بعد سردار صاحب نے کہا کہ پہلے ہمارا وہاں جانا ضروری ہے۔انہوں نے چند ساتھوں کو ساتھ لیا۔وہ سب چل دیئے۔

سردار صاحب اور دادا چوں کہ بوڑھے تھے اس لئے آہستہ آہستہ چلتے ہوئے میدان کے قریب پہنچے۔ میدان پار کیا ، درختوں کی آڑ سے ابو نے جھانکا اور حیران ہوگئے۔چھوٹی مخلوق موجود تھی جسے ان کے خیال میں بڑی مخلوق کھا چکی تھی۔

سرگوشی میں کہا، چھوٹی مخلوق موجود ہے۔

منے نے جلدی سے دیکھا اور بولا، ارے میں تو سمجھا کہ یہ اب تک ختم ہوچکی ہوگی۔ یہ بچ کیسے گئی—؟

سردار صاحب اور دادا نے جب مخلوق کو دیکھا تو جان گئے کہ کون آیا ہے۔

اچھا یہ لوگ یہاں بھی پہنچ گئے۔ اب تو سارے درخت گر جائیں گے اور اس جگہ قبضہ ہوجائے گا۔

سردار صاحب بولے، واپس جا کر غور کرنا چاہئے کہ ان کی موجودگی میں ہمارا مستقبل کیا ہے—؟

دادا بولے، منے تم نے سمجھا کہ بڑی جسامت والی مخلوق چھوٹی جسامت والی کو کھا چکی ہے۔ ارے کھایا نہیں ہے، وہ اس کا بچہ ہے،اس نے بچے کو پیار کیا ہے۔

منے نے دادا کو دیکھا۔اس کے بعد درختوں کا جائزہ

لیا۔ بڑی مخلوق نے چھوٹی مخلوق کو اٹھایا۔

منا ابو کے پیچھے سے چھپ کر حیرت ناک آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ اتنے میں بڑی مخلوق نے چھوٹی کو پیار کیا اور واپس زمین پر رکھ دیا۔ منے کی جان میں جان آئی۔

ابو نے دادا سے پوچھا، کیا آپ ان کو جانتے ہیں؟

دادا نے سر ہلایا۔

واپس آ کر قبیلہ کے سردار نے برادری کے تمام افراد کو جمع ہونے کا حکم دیا۔

میرے پیارے ساتھیو! ہجرت کا وقت آ گیا ہے۔

سب حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔

ہمارے پاس دو ہی راستے ہیں۔ کسی اور مقام پر منتقل ہوں یا شکار بن جائیں۔ جہاں یہ لوگ آ جاتے ہیں، ہمارا وہاں سے جانا ضروری ہو جاتا ہے۔

علاقہ میں نئی مخلوق کی آمد کی خبر برادری میں نہیں پھیلی تھی لیکن سردار صاحب کے چہرہ پر تشویش دیکھ کر انہیں اندازہ ہو گیا تھا کہ ایسے لوگ آ گئے ہیں جس سے ان کو خطرہ ہے۔ سردار صاحب نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا، دو پاؤں پر چلنے والی مخلوق جو اڑ نہیں سکتی، آدمی کہلاتی ہے۔ یہ درخت کاٹ کر گھر بناتے ہیں اور کھیتی باڑی کرتے ہیں۔ ان کے پاس خوفناک دانتوں والے کتے ہیں جو خرگوش کو بوٹی بوٹی کر کے کھا جاتے ہیں۔ میدان کے اس پار آدمیوں نے بستی بنالی ہے۔ جلد میدان میں کھیتی باڑی شروع ہو جائے گی۔ یہاں خوں خوار کتے دوڑا کریں گے۔ ممکن ہے کہ یہ ہمیں قید کرلیں۔ سب سے درخواست ہے کہ تیاری کر لیں اور تمام خرگوش آدمیوں سے دور جا کر نئی بستی آباد کریں۔

بچو! کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ یہ علاقہ کس کا تھا اور یہاں کون سی مخلوق آ گئی تھی؟ جواب رسالہ کے اندرونی صفحات میں تلاش کریں۔

گرمیوں کی دوپہر میں گرم ہوا کے تھپیڑوں کے درمیان اچانک ٹھنڈی ہوا کا جھونکا آتا ہے اور ذہن پر سکون ہو جاتا ہے۔ ٹھنڈی ہوا قدرتی ائیر کنڈیشن سے پیدا ہوتی ہے جسے ہم درخت کہتے ہیں۔ درخت آکسیجن پیدا کر کے فضائی آلودگی کو کم کرتا ہے، سانس کی بیماریوں میں کمی کا باعث ہے۔ بارش اور سیلاب میں درخت کی جڑیں زمین کے کٹاؤ اور زرخیز مٹی کو روکنے کے لئے ڈھال ہیں۔ ڈھلوانوں میں درخت کی جڑیں مٹی کو تھامے رکھتی ہیں جس کی وجہ سے پانی کا ریلا زرخیز مٹی کو مکمل طور پر ساتھ نہیں لے جاتا، اس طرح درختوں کے باعث زمین کی زرخیزی برقرار رہتی ہے۔

عظیمی

چاند کی کرنوں سے ـــــ
گھنے اور لمبے بالوں کی نشو ونما

45 سال سے خواتین کا پسندیدہ

روغن گلوسبز

کراچی	021-36039157	فیصل آباد	041-8540132	پشاور	03219110156
حیدرآباد	0222781798	لاہور	03224112737	مانسہرہ	03005621447
میرپورخاص	03133508543	راولپنڈی	051-5169242	مظفرآباد	05822446661
ڈگری	03453700144	اٹک	03135168800	میرپور	03455701558
ملتان	03006338192	ہری پور	03135914147		

بوڑھی ماں گلہری

دوستو— کچھوے اور خرگوش کی دوڑ کا قصہ تو اماں سے آپ سن چکے ہوں گے لیکن اس کے بعد کیا ہوا، یہ آپ نہیں جانتے۔ ہوا یہ تھا کہ خرگوش کی کسی بات پر کچھوے سے بحث ہوگئی ۔ خرگوش نے کچھوے کو سخت سست کہا۔ کچھوا ناراض ہوگیا اور بولا، وقت بتائے گا کہ سست کون ہے۔ خرگوش بولا، ایسی بات ہے تو مقابلہ ہو جائے۔ کچھوے کے دوستوں نے جگہ جگہ درختوں پر پوسٹر لگائے۔ لکھا تھا کہ دوڑ کا مقابلہ خرگوش اور کچھوے کے درمیان 15 مارچ، بروز بدھ صبح 8 بجے شیر گراؤنڈ نز د بلی محلّہ منعقد ہوگا۔

شیر گراؤنڈ تماشائیوں سے بھرا ہوا تھا۔ درندے، چرندے، پرندے سب موجود تھے۔

لائن پر بلی کھڑی تھی۔ ہاتھ میں لاؤڈ اسپیکر تھا۔ کچھوا اور خرگوش دوڑ کے لئے تیار تھے۔ بلی نے کہا— جیسے ہی میں تیسری بار میاؤں کروں تو دوڑ نا شروع کر دینا۔ ریچھ مارکیٹ سے ہوتے ہوئے، بندر گیٹ پہنچنا ہے اور وہاں چوراہے سے گھوم کر سنپولیا محلّہ سے گزر کر واپس آنا ہے۔

میاؤں، میاؤں، میاؤں—

دوڑ شروع ہوئی اور تماشائیوں کا شور بلند ہوا۔ دیکھتے ہی دیکھتے خرگوش تماشائیوں کی نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ کچھوے نے ہمت نہیں ہاری، چلتا گیا چلتا گیا۔ آدھا راستہ طے کرنے کے بعد خرگوش نے ہانپتے ہوئے مڑ کر دیکھا— کچھوا دور دور تک نظر نہیں آیا۔ سوچا کہ درخت کے نیچے آرام کرلوں۔ آنکھیں بند کیں — گہری نیند میں چلا گیا۔ کچھوے نے راستہ میں خرگوش کو سوتے ہوئے دیکھا تو پاس سے خاموشی سے گزرا اور دوڑ مکمل ہوئی۔ خرگوش کی آنکھ کھلی، میدان کی طرف دوڑ لگائی اور وہاں کا منظر دیکھ کر حیران ہوگیا۔ سب نے کچھوے کو کاندھوں پر اٹھایا ہوا تھا۔

خرگوش دل برداشتہ ہوکر جنگل سے دور چلا گیا۔ درخت کے سائے میں بوڑھی ماں گلہری ملی۔

پوچھا کیا ہوا، کیوں اداس ہو؟

خرگوش نے سارا واقعہ سنایا۔ گلہری نے کہا، دوبارہ

جنگل جاؤ اور ایک بار پھر کوشش کرو۔ خرگوش نے نصیحت پر عمل کیا اور کچھوے کو ایک بار پھر ریس کی دعوت دی۔ مقابلہ ہوا، اس بار خرگوش جیت گیا۔

کچھوے کو کاندھوں پر اٹھانے والوں نے اس بار خرگوش کو کاندھوں پر اٹھایا ہوا تھا۔

کچھوا بہت اداس ہوا اور وہاں سے دور جانے کا فیصلہ کیا۔ راستہ میں بوڑھی ماں گلہری ملی جسے دیکھ کر کچھوے کی آنکھ میں آنسو آ گئے۔ گلہری نے کہا، بیٹا کچھوے! کیوں رو رہے ہو؟ وہ بولا، سب چڑھتے سورج کے پجاری ہیں۔ کل میں جیتا تھا تو میری واہ واہ، آج ہار گیا تو کسی نے نہیں پوچھا۔

بوڑھی ماں گلہری نے سوچا کہ یہ کب تک ایک دوسرے سے لڑتے رہیں گے۔ اللہ نے دونوں کو الگ الگ صلاحیتیں دی ہیں۔ ان کو اس بات کے پیچھے حکمت سمجھنی چاہئے۔ اتنے میں وہاں خرگوش بھی آ گیا۔ وہ بوڑھی ماں گلہری کا شکریہ ادا کرنے آیا تھا اور ساتھ میں میٹھی عمدہ گاجریں لایا تھا۔

کچھوے نے منہ پھیر لیا۔ بوڑھی ماں گلہری نے خرگوش سے پوچھا — کیا آپ تیر سکتے ہیں؟

خرگوش نے کہا، مجھے تیرنا نہیں آتا۔

کچھوا بولا — لیکن میں تیرنا جانتا ہوں۔ جتنی دیر

میں خرگوش ایک میل کا فاصلہ طے کرتا ہے، میں پانی میں وہ فاصلہ اس سے پہلے طے کر سکتا ہوں۔

بچو! آپ کو معلوم ہے کچھوا پانی میں ایک گھنٹے میں دس میل کا سفر کر لیتا ہے۔ ایسے کچھوے بھی ہیں جو ایک گھنٹے میں بیس میل تیرتے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں ایسے خرگوش ہیں جو ایک گھنٹے میں پینتالیس میل تک دوڑ سکتے ہیں۔

بوڑھی ماں گلہری بولی، بتانا یہ چاہتی ہوں کہ ہر جانور کی صلاحیت الگ الگ ہے اور تم دونوں باصلاحیت ہو۔ ایک دوسرے کو ہرانے کے بجائے اپنی صلاحیت بہتر کاموں میں استعمال کیوں نہیں کرتے؟

جانتے ہو کہ انسانوں کی دنیا میں بہت بڑے صوفی گزرے ہیں۔ ان کا نام حضرت قلندر علی سہروردیؒ ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جو ساتھی نیچے ہے ہم اس کو اوپر اٹھائیں اور اوپر والا ساتھی دوسرے کو اور اوپر

اٹھائے اس طرح سب منزل پر پہنچ جائیں گے۔

آپ دونوں بھائی ہیں ۔ جہاں پر ایک کم زور ہے، وہاں دوسرا اس کی مدد کرے۔ جہاں دوسرا کم زور ہے، وہاں پہلا مدد کرے۔ دونوں کو بوڑھی ماں گلہری کی بات سمجھ میں آگئی۔ ناراضگی بھول کر ایک دوسرے سے گلے ملے ۔ ساتھیوں نے دونوں کو ساتھ آتے دیکھا تو بہت خوش ہوئے۔

لیکن — کہانی ابھی ختم نہیں ہوئی۔

چھوٹے جانوروں کی عالمی دوڑ کا مقابلہ تھا۔ ہر جنگل میں سے دو ساتھیوں کو شریک ہونا تھا۔ شیر نے دو خرگوش بھیجنے کا فیصلہ کیا۔ خرگوش نے عرض کی کہ اگر ایک خرگوش اور ایک کچھوا جائیں تو ہم دوڑ جیت سکتے ہیں ورنہ ہار جائیں گے۔ بادشاہ نے پوچھا وہ کیسے؟ خرگوش نے ساری بات بتا دی۔ بادشاہ خوش ہوا اور اعلان کیا کہ عالمی مقابلہ میں کچھوا اور خرگوش شرکت کریں گے۔ دوسرے جانور حیران ہوئے۔

مقابلہ شروع ہونے والا تھا۔ لائن پر خرگوش کے ساتھ کچھوے کو دیکھ کر سب نے مذاق اڑایا۔ دونوں برا ماننے کے بجائے مسکرا دیئے۔

ریس کا آغاز ہوا— کچھوا خرگوش کی پیٹھ پر سوار ہوا اور خرگوش نے دوڑ لگا دی۔ راستہ میں دریا آیا۔ اب کچھوے کی پیٹھ پر خرگوش سوار ہو گیا۔ کچھوا پانی میں اترا اور تیرتے تیرتے دوسرے کنارے پہنچ گیا۔ کنارے پر پہنچ کر خرگوش نے کچھوے کو اپنے اوپر بٹھا لیا اور دوڑ لگا دی۔ اس طرح ایک دوسرے کی مدد سے دونوں عالمی مقابلہ جیت گئے اور لوگوں نے خوب تعریف کی۔

انعامات تقسیم کرتے ہوئے بادشاہ شیر نے کہا،

تم دونوں نے ایک دوسرے کی صلاحیت کا استعمال کر کے بہت بڑی مثال قائم کی ہے۔ اگر ہم اس پر عمل کریں تو ہر جنگل میں امن قائم ہو جائے گا۔ آدمی کی دنیا میں رہنے والے لوگ جہاں بہت کچھ ہم سے سیکھتے ہیں، وہ یہ ہنر بھی سیکھ لیں گے کہ مل جل کر کیسے رہتے ہیں۔

یہ تم دونوں کی نہیں — سارے جانوروں کی فتح ہے۔ سب کو بہت بہت مبارک ہو۔ اور اسٹیڈیم خوشی کے ترانوں سے گونج اٹھا۔

بچو آپ بھی کہانی لکھ کر بھیجیں ۔ جن بچوں کو پوری طرح لکھنا نہیں آتا وہ اپنی اماں سے کہیں کہ ہمیں کہانی لکھنا سکھائیں ۔ جو کچھ آپ لکھیں وہ اپنے ساتھی ''ماہنامہ قلندر شعور'' کو بھیج دیں۔

گوبھی کا پھول اور کوّا

اس دنیا میں آدمی، جانور، پرندے، کیڑے مکوڑے، پھول پودے، سبزہ، پہاڑ، ریگستان، جنگلات، بادل، مٹی، سمندر، دریا، چشمہ، نہر— یہ سب مل کر دنیا کو خوب صورت بناتے ہیں۔ اس دنیا اور اس جیسی لاکھوں کروڑوں دنیاؤں میں کوئی مخلوق بے کار نہیں۔

ایک بندہ نے اللہ سے عرض کیا کہ آپ نے چھپکلی کیوں پیدا کی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا— چھپکلی مجھ سے پوچھتی ہے کہ آدمی کو کیوں پیدا کیا ہے؟

پیارے بچو، کسی مخلوق یا فرد کو اپنے سے کم تر نہیں سمجھنا چاہئے۔ اللہ کے دوست شیخ فریدالدین عطارؒ فرماتے ہیں— ''اگر تم دانا یعنی عقل مند بننا چاہتے ہو تو اپنے آپ کو دنیا کے سب سے بے وقوف آدمی سے بے وقوف سمجھو۔'' قدرت نے کوئی شے بے کار پیدا نہیں کی۔

دنیا ایک کارخانہ ہے اور ہم مزدور ہیں۔ اللہ نے جس مخلوق کو جو کام دیا ہے وہ اسے پورا کرتی ہے۔ یعنی وہ اللہ کی فرماں برداری کرتی ہے۔ سورج اپنے وقت پر نکلتا ہے۔ سورج طلوع نہ ہو دن— رات بن جائے گا۔ اور اگر وہ دو مہینوں کی چھٹی پر چلا جائے تو اتنی سردی ہوگی کہ سب تھر تھر کانپ کر مر جائیں گے۔ ہوا کہے کہ میں آج کے بعد نہیں چلوں گی تو کیا ہوگا؟ سانس کیسے لیں گے؟ دریا بہنا رک جائے، پانی بدبودار ہو جائے گا۔

پانی بہنا رک جائے تو کائی جم جاتی ہے اور بدبو پیدا ہوتی ہے۔ ایسے پانی میں مچھر پیدا ہوتے ہیں۔ سوچیں— اتنے بڑے دریا میں مچھر پیدا ہونے لگیں تو ہر طرف مچھر ہی مچھر نظر آئیں۔ صفائی کا اہتمام نہ ہو، سڑکوں پر کوڑوں کے ڈھیر لگ جائیں، گٹر کا پانی زمین کے اندر سے باہر نکل آئے تو مچھروں کی یلغار ہو جائے گی۔ نیند راحت و آرام کے بجائے تازیانۂ عبرت بن جائے گی اس لئے کہ اللہ صفائی پسند کرتے ہیں۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قدرت کے کارخانہ میں کوئی شے بے کار نہیں۔

جنگل میں قسم قسم کے پرندے تھے۔ طوطا، مینا،

جگنو، بلبل، چکور، شاہین، بطخ، کوّا اور دوسرے پرندے۔ اگر سب کے نام لکھ دیئے جائیں تو اتنے بہت سے ناموں میں کہانی ختم ہوجائے گی۔ بزرگ کہتے ہیں کوّا جتنا کالا ہے اس سے زیادہ انتقام کی تصویر ہے۔ مراقبہ ہال میں قسم قسم کے پھول، گلاب، موتیا، چمپا، گلبہار، شب دلہن جس کو رات کی رانی بھی کہتے ہیں اور قسم قسم کے رنگین پودے، مخملی گھاس اور ہرے بھرے درخت تھے۔ کوّوں نے جب زیادہ پریشان کیا تو ایک مرے ہوئے کوّے کو سب سے اونچے درخت کی شاخ پر لٹکا دیا۔ اللہ توبہ، لگتا تھا کوّوں کی ساری کنبہ برادری احتجاج کے لئے جمع ہوگئی اور انہوں نے کورَس میں گانا شروع کیا۔ اتنا شور ہوا، کان پڑی آواز سنائی نہ دی۔ صبح سے شام تک کوّے برادری کے قافلے آتے رہے اور بین کرکے جاتے رہے۔ وہ تو بھلا ہو رات کا کہ جب رات نے دن کے اوپر چادر ڈالی تو اندھیرا سکون بن گیا۔ سب آرام سے سو گئے۔ دیر تک سوتے رہے۔ یا مظہر العجائب — حیرت ہوئی کہ مراقبہ ہال میں لگے ہوئے سب پھول تالاب میں پڑے ہوئے تھے۔ یہ کوّوں کا اجتماعی احتجاج تھا۔

ایک کوّا جنگل کے دوسرے کونے میں گیا۔ وہاں تالاب میں سفید بطخ کو تیرتے ہوئے دیکھا۔ کوّے نے خود سے کہا — بطخ کتنی سفید ہے اور میں کتنا کالا ہوں۔ یہ سوچ کر اس کی ساری خوشی غائب ہوگئی اور وہ اداس ہوگیا۔ بطخ کے پاس گیا۔ سلام کیا اور خوب صورتی کی تعریف کی، بی بطخ میں نے تمہارے جیسا سفید رنگ کسی پرندہ کا نہیں دیکھا۔ تم اتنی پیاری ہو جیسے — جیسے سفید کنول کا پھول۔ بطخ بولی، مجھے بھی ایسا ہی لگتا تھا لیکن شاید تمہاری ملاقات طوطے سے نہیں ہوئی، وہ اتنا خوب صورت ہے کہ کیا بتاؤں۔ دل کو لبھانے والے رنگین پر ہیں اور گردن پر کالے رنگ کی دھاری جیسے نظر گزر کا ٹیکہ ہو۔ کوّا یہ سن کر خاموش ہوگیا۔ بطخ سے طوطے کا پتا پوچھ کر ملنے گیا کہ بھلا طوطے میں ایسی کیا بات جو بطخ نے تعریف کی۔ ملاقات ہوئی تو کوّے کو اپنا آپ اور برا لگا۔ وہ بولا، طوطے بھائی آپ کی خوب صورتی کی تعریف سن کر ملنے آیا ہوں۔ ماشاءاللہ، اللہ نے خوب صورت رنگوں سے نوازا ہے۔ طوطے نے سنا تو ٹائیں ٹائیں کرتے ہوئے اپنی زبان میں بولا جو کوّا فوراً سمجھ گیا۔ وہ بولا — ٹمیں ٹاپٹا کے ڈنیا میں بوٹ زیاڈا خوب صورٹ مٹلوخ ہے۔ کوّا حیران ہوکر

بولا، تم سے زیادہ خوب صورت؟ طوطا بولا، ٹائیں ٹائیں — ٹاید تم موڑ سے نہیں ملے۔ میڑے ٹین رنگ ہیں اور اس کے رنگ بوٹ زیاڈا ہیں۔ یہ سننا تھا کہ کوّے نے مور کو تلاش کیا۔ پتا چلا کہ مور آدمیوں کی بستی میں بنائے گئے چرند پرند کے جنگل میں رہتا ہے۔ وہ چڑیا گھر پہنچا اور پنجروں میں مور کو تلاش کیا۔ ایک جگہ ہجوم نظر آیا۔ دیکھا کہ مور خوب صورت پر ہاتھ کے پنکھے کی طرح پھیلائے ہوئے کھڑا ہے اور بہت سارے لوگ، بڑے چھوٹے بچے خوشی سے دیکھ رہے ہیں۔ کوّا حیرت میں ڈوبا مور کی خوب صورتی میں کھویا ہوا تھا۔ مور نے کوّے کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھا۔

کوّا بولا، آپ کو دیکھنے دور دور سے لوگ آتے ہیں اور ایک میں ہوں جسے لوگ دیکھتے ہی بھگاتے ہیں۔ اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ خوش نصیب ہیں۔

یہ سننا تھا کہ مور نے کہا — مجھے ہمیشہ لگتا تھا کہ میں خوب صورت ہوں لیکن اس خوب صورتی کی وجہ سے پنجرے میں قید ہو گیا۔ بہت غور کیا اور یہاں کے ہر پنجرے کو دیکھا — اس چڑیا گھر میں کسی پنجرے میں کوّا نہیں ہے۔ تم کیا جانو قید کیا ہے۔ کوّوں کو کوئی قید نہیں کرتا۔ کاش میں کوّا ہوتا اور آزادی سے دنیا میں گھومتا —

بچو — جو اپنے حال پر خوش نہیں ہوتا اور اپنا موازنہ دوسروں سے کرتا ہے وہ ہمیشہ ناخوش اور اداس رہتا ہے۔ اللہ نے خوب صورت بنایا ہے، ہمیں خوش ہونا چاہئے۔ اگر دنیا میں ایسے لوگ ہیں جن کے پاس ہم سے زیادہ ہے تو ایسے لوگ بھی ہیں جن کے پاس ہم سے کم ہے۔ بات کم یا زیادہ کی نہیں — جو کچھ ہمارے پاس ہے اس میں خوش رہنے سے اللہ خوش ہوتا ہے۔ جو بندے خوش رہتے ہیں اللہ ان کی نعمتیں بڑھاتا ہے اور ناشکری کرنے والوں کی کم کر دیتا ہے۔

کوّے کو ہر دوسرا پرندہ خوب صورت لگا لیکن اس نے خود پر دھیان نہیں دیا کہ وہ آزاد ہے۔ اور کالا رنگ ہونا بری بات تھوڑی ہے — کوّے کی اماں سے پوچھیں اسے کوّے سے کتنا پیار ہے —!

کوّے کی اماں کہتی ہیں کہ گورا تو گوبھی کا پھول بھی ہے لیکن دیکھنے میں کتنا پھیکا ہے۔ پیارے بچو! خوب صورت وہ ہوتے ہیں جو دل میں ہر ایک کے لئے محبت رکھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو اللہ پسند فرماتے ہیں اور وہ سب لوگوں میں خوب صورت ہو جاتے ہیں۔

خواب تعبیر اور مشورہ

وقت — خزانہ

نام شائع نہ کریں، مسلم آباد۔ دیوار پر بڑی چھپکلی نظر آئی۔ ٹارچ کی روشنی ڈالی تو وہ نیچے گر گئی۔ دور سے ہاتھ بڑھا کر اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہوں۔ پھر دیکھا کہ میں امید سے ہوں۔ سہیلی کے ڈرائنگ روم میں امی، چچی اور بھابھی بیٹھی ہیں۔ باورچی خانے میں دوست کھانا پکا رہی تھی، میں اس سے باتیں کرنے لگی مگر وہ مصروف ہونے کی وجہ سے بات نہیں کر سکی۔

تعبیر: خواب منتشر خیالات کی مختلف تصاویر ہیں۔ مختصر یہ کہ وقت ضائع ہوتا ہے۔ جب وقت نکل جاتا ہے پھر اس کا بدل نہیں ہوتا۔ آدمی وقت کے ہاتھ میں کھلونا ہے۔ ایسا کھلونا جس کی افادیت بھی ہے اور نقصان بھی۔ ایک دن کا بچہ جب دس دن کا ہوتا ہے تو اس کے 240 گھنٹے اندھیرے میں چھپ جاتے ہیں۔ اور جب 16 سال کا ہوتا ہے تو بے فکری، سکون اور خوشی تو ہوتی ہے لیکن یہ سب بھی چھپ جاتا ہے۔ بڑھاپے کی دہلیز پر قدم پڑتے ہیں تو اعصاب اور ہڈیاں کم زور ہو جاتے ہیں اور بالآخر زندگی میں جو کچھ بھی کیا اس کا ریکارڈ وہ ساتھ لے جاتا ہے۔

سمجھنا یہ ہے کہ زندگی کے ماہ و سال میں کیا کھایا، کیا بچایا، کتنا بوجھ سر پر اٹھایا اور ساتھ کیا لے گیا۔ دنیا میں آئے تو ایک دھجی کپڑے کے محتاج اور دنیا سے گئے تو پھر —؟ بتانا یہ چاہتا ہوں کہ وقت قیمتی جوہر، خزانہ یا استراحت و آرام کا گہوارہ ہے۔

گھر کے سامنے اسٹال

نام شائع نہ کریں، گلشن حدید۔ ایک بزرگ ہمارے گھر کے قریب سے سودا خرید رہے ہیں۔ میں گھر کے سامنے اسٹال لگا کر بیٹھی ہوں، ان کو دیکھ کر تلاوت کرنے لگتی ہوں۔ بزرگ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم سمجھ کر پڑھو، سب یاد ہو جائے گا، سب سمجھ جاؤ گی۔ میری بہن سے فرماتے ہیں کہ اس کو اندر لے جاؤ۔

تعبیر: آپ کو خواب میں ہدایت کی گئی ہے کہ قرآن کریم ترجمہ کے ساتھ پڑھیں۔ طریقہ یہ اختیار کریں کہ آپ کو چھوٹی چھوٹی جو سورتیں حفظ ہیں ان کا ترجمہ یاد کریں۔ نماز میں جو کچھ رکوع و سجود میں پڑھا جاتا ہے اس کا ترجمہ بھی یاد کریں۔ نماز پڑھتے وقت قرآن کریم کی تلاوت کے ساتھ ساتھ ترجمہ میں غور و فکر سے نماز میں دل لگے گا۔

داخلہ منظور

خان دلاور۔ دو دوستوں کے ساتھ کہیں جا رہا

ہوں۔ ہم تینوں ایک ایک گھوڑے پر سوار ہیں اور باتیں کررہے ہیں۔دوست کسی بات پر مشتعل ہوکر میرے ساتھ ہاتھا پائی کرکے چلے جاتے ہیں۔ہمت کرکے اٹھتا ہوں اوراپنے پسندیدہ سفید گھوڑے پر بیٹھ کران کے پیچھے جاتا ہوں۔کوشش کرکے ایسے مقام پر ان کے قریب پہنچتا ہوں جہاں اورکوئی نہیں ہے۔ مجھے دیکھ کرایک دوست دوسرے سے کچھ کہتا ہے جسے سن کر وہ چاقو نکالتا ہے جو میں چھین لیتا ہوں۔اچانک کہیں سے لوگ نکل کر مجھے پکڑ لیتے ہیں۔

کچھ دن کے بعدایک اورخواب دیکھا کہ کالج سے نکال دینے کی وجہ سے میں اپنے گاؤں واپس چلا گیا ہوں۔گاؤں پہنچنے کے اگلے دن کالج سے کلرک آکرکہتا ہے تمہارا دوبارہ داخلہ کالج میں منظور ہوگیا ہے۔ وہ اپنے ساتھ جانے کا کہتا ہے مگر میں انکارکردیتا ہوں جس کے بعد والد صاحب زبردستی ان صاحب کے ساتھ مجھے کالج بھیج دیتے ہیں۔

تعبیر وتجزیہ:طبیعت میں ہیجان اور دماغی کمزوری کی تصویریں خواب میں جابجا موجود ہیں اورذہن عاجز آچکا ہے کیوں کہ ان دونوں چیزوں کی شدت بہت زیادہ ہے۔طبیعت کا جبر کالج میں داخلہ کے لیے بھیجنے سے ظاہر ہوتا ہے۔

مشورہ: مثبت مشاغل مثلاً اچھے لوگوں کی صحبت، پاکیزہ لٹریچر اورمطالعہ سیرت میں اپنے آپ کومشغول رکھیں۔طبیعت کا جبر صحت کے لئے مضر ہونے کی وجہ سے پرہیز کا متقاضی ہے۔

حرا مشتاق، شیخوپورہ۔ **تعبیر:** خوب کثرت سے **یاحی یاقیوم** پڑھیں اورسونے سے پہلے ایک سوایک (101) باردرودشریف پڑھ کرمراقبہ کریں۔ مراقبہ میں حضور پاکؐ کے روضہ اقدس کے گنبد کا تصور کریں۔گرم چیزیں آپ کے لئے فائدہ مند نہیں ہیں۔کتاب ''محمد رسول اللہؐ'' مقررہ وقت پر روزانہ پڑھیں۔

کہانی

نام شائع نہ کریں، شادمان۔ گھوڑے پر سوار اندھیرے میں کسی سنسان جگہ سے گزررہا ہوں۔ کچھ دیر بعد پیچھے کی طرف سے ایک گھڑسوار آتا ہے جس نے کالے رنگ کی چادر چہرہ پر باندھی ہوئی ہے۔چادر اوراندھیرے کی وجہ سے چہرہ نظرنہیں آتا۔اس کے پاس تلوارتھی جس سے وارکرکے مجھے ماردیتا ہے۔

تعبیر: آپ نے کوئی کہانی پڑھی ہے،کوئی حرج نہیں سب پڑھتے ہیں لیکن کہانیاں ایسی پڑھنی چاہئیں جن میں اخلاقیات اورمحبت کے تصورات زیادہ ہوں۔ایسی کتابیں نہیں پڑھنی چاہئیں جن میں ذہنی الجھاؤ ہو۔

دلہن

فائزہ۔کسی کے گھرچھوڑنے کے لئے پھوپھی مجھے لے کر جارہی ہیں۔ میں سفید رنگ کے خوب صورت

فراک میں دلہن کی طرح تیار ہوں۔ سہیلی کا فون آیا کہ ہمیں آپ سے کام ہے، گھر تشریف لے آئیں۔ جب میں ان کے گھر گئی تو وہی گھر تھا جہاں پھوپھو مجھے لے کر جارہی تھیں۔

تعبیر: خواب واضح نہیں ہے۔ ادھر ادھر کے خیالات فلم بن گئے ہیں۔

ہاتھی پر شہزادی

نام شائع نہ کریں۔ اکبر بادشاہ شہزادی کے ساتھ ہاتھی پر سوار کہیں جارہے ہیں۔ ہاتھی بپھر جاتا ہے تو لوگ قابو کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر پریشان ہیں کہ شہزادی کو نقصان نہ پہنچے۔ کچھ دیر بعد خبر آتی ہے ہاتھی پر قابو پالیا گیا ہے۔

میں کچھ لوگوں کے ساتھ ایک اسٹیڈیم کے سامنے سے گزرتا ہوں، یہ وہی جگہ ہے جہاں اکبر بادشاہ اور شہزادی والا واقعہ پیش آیا تھا۔ لوگوں کو واقعہ کے بارے میں بتاتا ہوں۔ آگے جانے کے بعد خیال آتا ہے ان لوگوں کو اسٹیڈیم کی سیر بھی کرانی چاہئے تھی۔ ایک جگہ کچھ لوگ بیٹھے ہیں، میں اونچی جگہ ڈھونڈ کر بیٹھ جاتا ہوں۔ اترنا ہوتا ہے تو اتر نہیں پاتا اس لئے الٹی قلابازی لگا کر اترتا ہوں۔ ایک صاحب حیرت سے دیکھ رہے ہیں۔

دیوار کے نیچے کی طرف ایک جگہ بنی ہے جس میں پنجرہ رکھا ہے۔ مجھ سے کہا گیا کہ پنجرہ نکال لوں۔ ہاتھ بڑھاتا ہوں تو پیچھے سے ایک مرغ آکر سیدھے گردے کی طرف ٹھونگ مارنے کی کوشش کرتا ہے۔ میں مرغے کو ہاتھ کے نیچے اس طرح دبالیتا ہوں کہ وہ نقصان نہ پہنچا سکے۔

تعبیر: خواب الجھے ہوئے خیالات کی فلم ہے۔ آخر میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ گردوں کا ٹیسٹ کرانا چاہئے۔ ہاتھی سے مراد بیماری ہے اس کے باوجود خواب واضح نہیں ہے۔ آپ کو ٹیسٹ ضرور کرانا چاہئے۔

نام، پتہ و خواب شائع نہ کریں۔ تعبیر: زندگی دو رخوں پر گزرتی ہے اور ختم ہونے تک (ختم ہونے سے مراد مرنا نہیں ہے) یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ ایک رخ کو بیداری کہا جاتا ہے جس میں رکاوٹیں زیادہ ہیں مثلاً سفر اس وقت تک پورا نہیں ہوتا جب تک چلنے کی مشقت نہ کی جائے۔ چلنا، پیدل، موٹر کار، ہوائی جہاز اور سوتے ہوئے بھی ہوتا ہے۔ یہ دو راہیں ریل کی پٹری کی طرح ہیں۔ ایک پٹری کو راہ سمجھ لیا جائے تو اس کا نام بیداری یا وقفوں کی پابندی ہے اور دوسری پٹری (وقفوں سے آزادی یا نیند) پر خواب میں زندگی چل رہی ہے۔

آپ کا خواب ظاہر کرتا ہے کہ آپ اسپیس میں بند ریل میں بیٹھے ہوئے ایسا سفر کرنا چاہتے ہیں جس میں اسپیس نہ ہو جب کہ اسپیس ہے۔ یعنی آپ نے جو کچھ خواب میں دیکھا ہے وہ آپ کی اندرونی کیفیات ہیں۔ ہم کیفیات پر تبصرہ نہیں کرتے اس لئے کہ کچھ

باتیں راز بھی رکھی جاتی ہیں۔ دماغ میں خیالات کی فلم مسلسل چل رہی ہے۔ ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصہ میں بھی آدمی چل رہا ہے۔ خواب کی تصویریں ظاہر کرتی ہیں کہ آپ سراب کے پیچھے بھاگ رہے ہیں۔ جہاں آپ کا ذہن ٹھہر گیا ہے مناسب یہ ہے کہ وہاں سے ذہن ہٹالیں۔ پریشانی تو ہوگی لیکن بعد میں یہ بے سکونی پردہ میں چھپ جائے گی۔

آمنہ رفیق، ماڈل کالونی۔ **جواب:** فل اسکیپ کاغذ پر 64 سطروں میں پھیلا ہوا خواب موصول ہوا۔ آپ کا بہت شکریہ۔ معلوم ہوتا ہے کہ میرے پاس وقت ہی وقت ہے، کوئی کام نہیں۔

قبر میں بھائی

ش، ش، کراچی۔ کوئی بڑی رات ہے سب قبرستان کی طرف جارہے ہیں۔ اندر بہت روشنی ہے اور تمام قبروں پر خوب چمک دار سفید چادریں رکھی ہیں۔ مردے سفید کپڑے پہنے قبر میں لیٹے ہیں اور عزیز و اقارب ملنے آئے ہیں۔ میری کزن ڈر رہی تھیں لیکن میں بے خوف اندر چلی گئی۔ قبر میں بھائی آنکھیں بند کئے لیٹا تھا۔ کچھ دیر بعد آنکھ کھول کر غور سے مجھے دیکھتا ہے اور پھر آنکھ بند کرلی۔ دوسری قبر میں لیٹے شخص نے بتایا، تمہارا بھائی ناراض ہے کہ اسے اکیلا چھوڑ دیا، کوئی ملنے نہیں آتا۔ تھوڑی دیر بعد بھائی نے بات کی۔

میں نے پوچھا تمہیں اللہ تعالیٰ نے کیا کام دیا ہے۔

اس نے بتایا، مجھے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لئے جگہ متعین کرنے کا کام دیا ہے۔ میں ہوا میں اڑتا ہوں اور جگہ ڈھونڈ کے بتادیتا ہوں۔ یہ باتیں کر کے اس نے آنکھیں بند کرلیں جس کے بعد میں نے قبر کو بند کیا، پھول ڈالے اور واپس آگئی۔ بھائی کے انتقال کو سال بھی پورا نہیں ہوا ہے۔ انتقال کے وقت بھائی کی عمر 15 سال تھی۔

تعبیر: پہلے بھی قارئین کے اصرار پر بیداری اور خواب کی دنیا کا موازنہ کر کے لکھا گیا ہے کہ خواب اور بیداری کی زندگی میں بظاہر یہ فرق نظر آتا ہے کہ ہمارا مادی جسم Gravity کی وجہ سے محدود حرکات وسکنات کی تصویر ہے اور بیداری کے بعد خواب کے عالم میں مکان اور زمان دونوں موجود ہیں لیکن مکانیت کا غلبہ نہیں ہے۔ خواب میں زمانیت غالب ہے۔

سب کا تجربہ ہے بیداری کے ورق کے دوسرے صفحہ میں اسپیس ہے اور ٹائم بھی ہے۔ چوں کہ شعوری حد بندیاں نہیں ہیں اس لئے زمان کی موجودگی نظر نہیں آتی۔ عالم دنیا میں بھی اس کا تجربہ اس طرح کیا جاسکتا ہے کہ ذہن جب یک سوئی کے عالم میں ہوتا ہے تو ٹائم اور اسپیس دونوں حذف ہوجاتے ہیں۔ اسپیس ہر جگہ موجود ہے لیکن زمین ایسی اسپیس ہے جس پر قدم بقدم چلنا ضروری ہے۔ جب کہ زمان کی حد بندی نہیں ہے— بات تفکر طلب ہے، ذہنی یک سوئی کے ساتھ تفکر کیا جائے تو نظر آتا ہے کہ اسپیس جہاں بھی ہے

وضاحت موجود ہے۔

مثلاً نیند میں جب شعور عارضی طور پر سسپنڈ (Suspend) ہوجاتا ہے لاشعور کی حکمرانی ہوتی ہے۔ لاشعوری دنیا میں شعوری کیفیات ہوتی ہیں اور جس حد تک کیفیات کے نقوش گہرے ہوتے ہیں اسی مناسبت سے دیکھی ہوئی باتیں یاد رہتی ہیں۔ زمان (Time) ایک ایسا یونٹ ہے جس کی تشریح ورائے لاشعور سے واقف خواتین وحضرات کرتے ہیں۔ عالم ناسوت کے بعد کی منزل کو اعراف کہا جاتا ہے۔ اعراف میں ارواح کا مادی دنیا سے ایسی دنیا میں انتقال ہے جہاں روشنی غالب ہے۔ لیکن اس روشنی کے غلبہ کی وجہ سے انسان سب کام وہی کرتا ہے جو عالم بیداری یا عالم ناسوت میں کرتا ہے۔

آپ کو بتایا گیا ہے کہ عالم فانی سے نکل کر دوسری دنیا میں آدمی ریکارڈ کے مطابق عمل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، تم کیا سمجھے علیین، اعلیٰ زندگی کیا ہے؟ اور تم کیا سمجھے پریشان زندگی کیا ہے؟ لکھی ہوئی کتاب (ویڈیو فلم ہے)۔ (المطففین: ۸، ۱۹، ۲۰)

مچھلی اور خاندانی تعلقات

شوکت احمد۔ دوست کے ساتھ ایک ندی کنارے مچھلیاں پکڑ رہا ہوں۔ کچھ دیر بعد ایک مچھلی میرے کانٹے میں پھنس جاتی ہے جسے نکال کر کنارہ پر رکھ دیتا

ماہنامہ قلندر شعور مارچ 2017

آپ کے خواب اور ان کی تعبیر

پورا نام:............................ والدہ صاحبہ کا نام:............................

پورا پتہ:..

ازدواجی حیثیت:.................... وزن (تقریباً):.................... آنکھوں کا رنگ....................

نیند کیسی آتی ہے:.................... بلڈ پریشر (نارمل/ہائی/لو):.................... تاریخ پیدائش:....................

میٹھا پسند ہے یا نمکین چیزیں زیادہ مرغوب ہیں؟.................... فون نمبر....................

خدانخواستہ دماغی، نفسیاتی مرض اور وہم کے مرض میں مبتلا ہوں تو ضرور لکھیں: ہاں / نہیں

مختصر حالات : ....

....

ہوں۔ ایک دم وہ اچھلتی ہے اور اچھلنے کی وجہ سے پانی میں گر جاتی ہے۔ میں فوراً ہاتھ ڈال کر مچھلی کو دوبارہ پانی سے باہر نکالتا ہوں۔

تعبیر: آپ کے تعلقات خاندان والوں سے خراب ہیں جس کی بہتری کے لئے کی جانے والی آپ کی کوششیں کامیاب نہیں ہو پاتیں۔

تجزیہ: مچھلی کو پکڑا جو چھلانگ مار کر واپس پانی میں چلی گئی، اس بات کا اشارہ ہے کہ خاندان والوں سے تعلقات اچھے نہیں ہیں۔ مچھلی کو کنارہ پر رکھ دینے کے بعد اس کی طرف سے بے پروا ہو جانا ظاہر کرتا ہے کہ آپ کے اندر یہ خواہش موجود ہے کہ خاندان والوں سے تعلقات اچھے ہو جائیں مگر خواہش کی تکمیل ہونے کے لیے جتنی کوشش کی گئی اس سے زیادہ کی ضرورت ہے۔ ہاتھ سے مچھلی کو دوبارہ پکڑنا اشارہ ہے کہ آپ اختلافات کی فضا صاف کرنا چاہتے ہیں مگر کوششیں تکمیل تک نہیں پہنچ پاتیں۔ دوست وہ تمثل ہے جو اختلافات کی وجہ ہے۔ خاندانی روایات اور مراسم کو ندی کے پانی کی صورت میں دیکھا گیا ہے۔

بہتر یہ ہے کہ گھر والوں کی ہدایات کو اہمیت دیں، ساتھ ساتھ انہیں خوش کرنے کی کوشش کریں تاکہ آپ کی کوششوں میں ان کا ساتھ بھی شامل ہو جائے۔

گھر میں سب لوگوں کا بیمار رہنا

صحت کے اصولوں کے پیش نظر یہ بات انتہائی ضروری ہے کہ گھر کو صاف ستھرا رکھا جائے اور سیلن نہ ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ گھر کی فضا کو صاف کرنے کے لئے لوبان یا بخور کی دھونی دیتے رہیں۔ یہ تلاش کرنا چاہئے کہ گھر کے سب افراد کیوں بیمار رہتے ہیں۔

اگر کوئی وجہ سمجھ میں نہ آئے تو یہ علاج کریں:

⊙ ۳۰۱۹۱۱۲۱۲۱۹۱۲۲ △

ك ل ك ا ى ل

لکھ کر کسی ایسی جگہ لٹکائیں کہ تعویذ ہوا سے ہلتا رہے۔

5 DAYS SATISFACTION GUARANTEED

یقیناً گورا کرے!

وائٹ فلیم

بیوٹی کریم اینڈ فیس واش

- صرف چند دنوں میں رنگت کو دلکش، خوبصورت اور گورا بنائے۔
- کیل مہاسوں، چھائیوں اور داغ دھبوں کا خاتمہ کر کے جلد کو نئی تروتازگی بخشتی ہے۔
- آنکھوں کے گرد سیاہ حلقوں کا خاتمہ کر کے جلد کو قدرتی تازگی فراہم کرتی ہے۔
- جلد کی جھریوں کو ختم کر کے جواں اور خوبصورت بناتی ہے۔

Stockist
Azeemi Medical Store
Densohal Karachi 021-32439104

A Product of
White Flame Cosmetics
Marketed by
NIMSA TRADERS
0344-3311313, 0335-3311313

جس طرح ظاہری علوم سیکھنے کے لئے قاعدہ پڑھنا ضروری ہے اسی طرح روحانی علوم کا بھی قاعدہ ہے۔ فرق یہ ہے کہ ظاہری علوم میں علم پہلے اور عمل بعد میں ہے ـــــ

باطنی علوم میں عمل کے بعد علم ہے۔

قلندر شعور اکیڈمی

مراقبہ ہال فیصل آباد: الٰہی ٹاؤن، گوکھووال ملت روڈ، فیصل آباد، پاکستان۔

041-8766190 0321-6696746

The Door Was Open but …

A man was traveling in the mountains. He stayed in a caravansary. Therein was a man who had a beautiful parrot in a golden cage, uttering “Freedom! Freedom!” The words would go echoing in the mountains.

The man thought, “I have seen many parrots, and always thought that they want to be freed from the cages, but I have never seen a parrot who spends the entire day calling out for freedom.”

He thought about helping the bird. In the middle of the night, when the owner was asleep, the man got up, opened the cage and whispered to the parrot, “Fly away”

But he was surprised to see that the parrot kept clinging to the bars of the cage. The man asked, “Have you forgotten about freedom? The door is open and the owner is asleep; nobody will ever know. You just fly into the sky; the whole sky is yours.”

But the parrot did not. The man said, “What is the matter? Are you mad?” He tried to pull the parrot out with his hands, but the parrot started pecking at him, and at the same time was shouting “Freedom! Freedom!” The valleys in the night echoed and re-echoed, but the man was also determined to set the bird free.

He pulled the parrot out and flew it into the sky; and heaved a sigh of relief, although his hand was hurt. The parrot had attacked him as forcefully as he could, but the man was immensely satisfied that he had set a soul free. H went to sleep thereafter.

In the morning, as the man woke up, he heard the parrot shouting, “Freedom! Freedom!” He thought parrot might be sitting on a tree. But when he came out, the parrot was found in the cage while the door was open.

discussions and reasoning, the abusers of the Heavenly Revealed Laws were obliterated from the face of the earth.

Once again the earth was empty; the needs of the surviving individuals caused Nature to look mercifully towards them once more. This time Prophethood commenced from an individual by the name of Haamus. In comparison to the rest of the surviving individuals, Haamus was more distinguished and virtuous in his nature. After being granted prophethood and government on earth, his exalted position was raised further.

As well as receiving Divine guidance and teachings, Haamus was given the ultimate warning that if he and his nation rebelled and insulted the codes of Heavenly Revelations, then the punishment that they would receive would be far greater than that which was prescribed to the previous wicked nations. That punishment would be so unsympathetic and harsh that if they came to know about the severity of the punishment, their hearts would shatter due to awe-inspiring fear and horror.

Haamus made this promise whole heartedly that he would guard fully the Divine revealed laws and he and his whole nation would try and remain steadfast on the Divine rules.

The individual making this promise was comprised of *Nar* and so too was the promise itself, so how long could this harmonious situation last? Slowly but surely, step by step the nature of *Nar* began to strengthen its roots. After a period of 36,000 years this nation, like that of its fore parents, reached the same destructive stage where the path of annihilation was completely clear and inevitable. The time of destruction was dawning upon them. Like the previous nations this nation now felt it was no longer necessary to abide by the codes of the Divine Laws and felt it was free to do as it pleased. In the beginning Haamus tried his utmost best to persuade his nation to return to the correct path but he had no success. Eventually one day Haamus too was seen to have bowed his head in submission to the demigod of the lewdly people. When the prophet and the guide appointed to the nation becomes a worshipper of sinful acts, then how can his nation refrain from wickedness? The good deeds of Haamus were the last remaining hindrance for the nation and this barrier of restraint was eventually eroded by his treachery too. There were those individuals who had sheltered themselves from the world of sin for a very long period of time, however when they witnessed their prophet divulging in sins, then they too began to long for the same sickly desires. These individuals too destroyed their garments of piousness by throwing them in to the burning furnace of wickedness.

Continue…

V Legend has it that on one occasion he attempted to assemble his children in one place so that he could count them. However, after gathering them and counting them he learnt that many of his sons were unable to attend the gathering as they were not present in the land at that time. At the time of the assembly the parents were unable to verify whether apart from those present they had any other children, but later when they came face to face with others who were not present on the day, the parents remembered that these were their children too.

When the Divine Nature cast its eyes on Baliqa, he was little more than 2000 years of age. The desperate urge to serve his nation burnt like an inferno within him and his heart was filled with the emotion that is found in someone who is in the very prime of his life. The newly discovered honour lit his heart. The Divine Nature not only granted him prophet hood, but also made him the king of his entire nation. After been granted this honour Baliqa's devotion to his cause increased further. History gives testimony to the fact that Baliqa performed his government duties with utmost sincerity and became the model example of an individual by leading a godly and pious life. As a result, his nation was transformed in to a nation of devout worshippers.

This situation prevailed for a period of approximately 36,000 years. Baliqa ruled over every inch of the earth and the heavenly laws could be seen to be exercised in every direction. However, catastrophe was only around the corner as the mind of *Nar* awoke once more, and by taking maximum advantage of the available opportunity it erupted and burst violently into flames. After all, for how long could this mind of *Nar* bear the thought of the earth being governed by the pious? It didn't believe that the existence of godly deeds that were being displayed on this perishable earth were fit for it. And so slowly but surely the direction of the wind changed to the opposite direction. The gentle flow of the cool breezes began to sound more like destructive storms. The situation spiralled out of control in a very short space of time and the flags of evilness began to wag in every direction. Darkness upon darkness spread all over. It could be explained in other words, that the restraining eyes of the sinful onlookers turned to look in the opposite direction and they began to perceive darkness and destruction in every direction.

The blind are able to perceive far afield in the light of darkness, the whole nation became inventors of lewd acts, and they carved those sins by which the heavens and the earth began to quiver in disgust.

In the end Nature made the Divine decision by involving *Nar* (jinn) with *Nar* (jinn). After further

iv from your Lord into pieces; come, let Us help you to return you back to your former status and glory. You have forgotten your true path, let Us revert you on to this correct path”.

As a result, Chalpanis submitted himself towards the forgiveness of the Lord God. And so out of compassion for His creatures the Merciful Lord once again set him on to the correct path of righteousness. The whole nation began to observe moderation, however, at the same time the nature of their *Nar* (fire) coherently kept on doing its inevitable work in the background.

The Divine Power sent its reminders and guidance to the rebellious nation on successive occasions but *Nar* remained *Nar* and defiant. Eventually the *Nar* blew apart the dwelling of any sense and wisdom in the whole nation. It left the whole nation collectively ruined. Its fate was the same as that of the mischievous nation that had rebelled before it. The prophethood of Chalpanis and the period of his government had not completed a full 36,000 years that its fate had been concluded. Chalpanis and his companions that had remained rebellious were eradicated off the face of the earth in a state of devastation that it left no reminder of their name or any sign that they had ever existed. In this way Chalpanis and his rebellious nation was vanished in to the chapters of history in such a manner that the fore coming generations were left searching for any legacy that his highness Chalpanis had left behind for them.

Once again the earth became barren and empty; a handful of a few misfortunate worshippers could be seen every now and again. They were trembling with fear at the Divine fury, as they awaited the outcome of their undecided fate. Eventually the Divine Nature sensed a need for its creatures, and once again the Divine Nature cast its Merciful Sight in every direction. A Jinn having saintly features appeared, he was wandering in search of the lost spectacular magnificence that his nation had once possessed. The sight of the Divine Nature cast its eyes on him. Little could this Jinn have realised what he was searching for, and the magnitude of what he was about to receive.

The name of this pious and God fearing individual was Baliqa. From the various sources and historians, it was discovered that his offspring were very wicked indeed. Because of their sinful acts, Baliqa remained in a state of sorrow and so he began to worship for longer periods of time that was otherwise necessary. Baliqa hoped that as a result of his good deeds the Almighty Creator would be pleased and perhaps forgive the mistakes of his offspring.

Baliqa had so many sons and daughters that he had no idea as to their true number and nor was he able to remember all their names.

iii the Lord granted him the same sovereignty on earth that He had once given to Taranoos.

Chalpanis after all was the son of his forefather, so how can he deviate too far from his father's footsteps? In his nation he was the individual who was the most pious and he was the one who worshipped the Lord the most of all. For a few days he increased the frequency and the amount of prayer in his courtyard and he became famous for being the most devout and God fearing of all the Jinn. However, this was only up to the point where he had the strength and courage to confront his own nature and so eventually he too caved in and surrendered to temptations. His worship and prayers found his dishonour unacceptable and slowly step by step he began to withdraw from them. The observers present at that time witnessed that in a very short period of time the predecessor of Taranoos i.e. his holiness Chalpanis has become that very person that he was prior to the time that the divine laws and commands had been bestowed on to him. At one time he appeared to be the most pious and devout of all the Jinn of his nation, now he was no longer that devout who was engaged in worship, nor was he the exemplary guiding figure that he once was.

Every Jinn was doing his own individual thing and the uncanny situation prevailed such that no one accepted anyone one else as an authority figure of law, and at the same time every individual was the guide of each other. No one was affected by the actions of other Jinn.The prophethood of Chalpanis now remained by name only and not by nature. Chalpanis himself had forgotten that he was an appointed prophet of God and that he was given the authority and control over his nation in order to guide them on to the straight path.

The era took another turn, and the situation took another twist for the worse. Upon witnessing these events, the remaining few worshippers and those of good deeds became engaged in protecting their honour and reputation, and so they too began to withdraw themselves from the nation. His holiness Chalpanis was witnessing the whole situation but it was as if he was completely oblivious of everything that was happening around him and that he was not seeing at all. The sinners were dancing all around him and he was amused by what he saw. The entire nation had become enwrapped by the veil of evil; so much so that the wicked eyes were still able to perceive the dark tyrannical state that the nation had got itself into.

The fortunes of Chalpanis however turned for the better upon the guidance of *Sattari* and by addressing Chalpanis, He reminded him of his responsibility of being a prophet and of his obligation to the Lord:

"Chalpanis! You have torn the very fabric of Guidance (*Shariat*)

ii

and as a result of this multiplication the earth became very populated. The concept of a census or a population count did not exist either. If I was to give a figure regarding the population of the Jinn at that time, then I am guessing that the population was about 50,000 times that of the population of humans on earth at this time. However, there was no record kept regarding the population numbers and there was no reason to do so.

My dear Taranoos Jaan governed the entire earth. The whole population of Jinn was living a life of luxury and pleasure when the Lord set His Sight on the nation and delivered a command of law on to them. Abul-Jinn and his entire nation accepted the command and recognised that the revealed laws were of benefit to them. Taranoos and his nation remained steadfast on the laws set out to them by their Lord. A time period of 36,000 years went by and except for a few rough jinn no one disobeyed the divine laws and no one carried out any such actions that could lead to the downfall or destruction of the nation.

However what cure can there be when their nature was that of Nar (fire)? And how long could this Nar allow the jinn to remain in harmony? Eventually the colours and the rays of Nar began to spread and take effect, and the nation began to disobey and turn its back to the divine laws that it had once wholeheartedly accepted and abided their lives by. The entire nation began to race towards a destructive path at an alarming pace and in a short space of time everywhere on earth there was sin upon sin.

Darkness had fully prevailed and the nation began to chant for its own death and destruction. The situation turned from peace and harmony to death and destruction, and that which was being feared, finally took place. The curse and wrath from the Lord Almighty descended and all the sins and the darkness were cleansed off the face of the earth.

What can I say; I find it shameful to write that Taranoos could not be spared from this wrath either. This was because the fascination of violence and transgression had fully set in him too; hence with this cleansing he too along with his friends was eradicated to the realm of death.

There was now a howling wilderness everywhere on earth; there was no longer the hustle and bustle that there once was. The dense population of Jinn had disappeared. Only in some places a very few number of faithful Jinn whose deeds were virtuous had survived. The Lord God felt it necessary to send them a teacher in order to guide the virtuous few remaining Jinn, and so eventually from this nation emerged an individual whose name was Chalpanis. The Lord God bestowed His divine laws and commands on to Chalpanis and together with this

The Beginning of the World

In the same way that the human beings accept Adam as being their forefather, in exactly the same way Abul-Jinn Taranoos Jaan is the forefather of all Jinn.

I have no intention to write about the complete history of the universe and see no need to present the entire events of my life and so I will miss out all the irrelevant episodes and start by mentioning my nation. From this you will gain knowledge about my lineage.

First of all, you need to understand that I am not an angel, but I am from the nation of Jinn. My forefather was the very first Jinn who came into existence at the time of the creation of the universe; he was born 144000 years before I was born. His name was Taranoos, his surname or title was Jaan. He was more commonly referred to as Abul-Jinn. Some of the worldly historians have inscribed the name of my forefather to be Suma instead of Taranoos. However as far as I can recall and in the best of my knowledge his name was Taranoos, it could be possible that in a certain era or period in time he was known as Suma for some particular reason, but in my family tree he is known by the name of Taranoos. In the historical books man has also referred to my foreparent Taranoos by the name of 'Maarij' too. But by putting these discrepancies aside let it be accepted that his name was Taranoos.

In the same way that the human beings accept Adam as being their forefather, in exactly the same way Abul-Jinn Taranoos Jaan is the forefather of all jinn. And in the same way that the human race consists of both males and females and creation takes place from them, in the same manner there were males and females in the Jinn race too and this situation is the same to this present day.

A considerable time had passed since the birth of my dear forefather Taranoos and from the point of aspect regarding his nation and that of his own sexuality he lived a life of solitary and loneliness. Then one day at once his indigenous senses perceived a female from within the family of Jinn. At first, he was astonished by her presence but slowly he became friendly towards her and developed an attraction towards her. Over a period of time a close friendship converted their relationship into that of husband and wife.

At that time the notion of death did not exist, in other words creatures did not die naturally and so as a result the offspring of Taranoos spread rapidly throughout the earth in a short period of time. Thousands were born and no one died

سرکل

جن حواس سے ہم کشش ثقل میں مقید چیزوں کو دیکھتے ہیں ان کا نام شعور ہے اور جن حواس میں ہم کشش ثقل سے آزاد ہو جاتے ہیں ان کا نام لاشعور ہے ۔شعور اور لاشعور دونوں لہروں پر قیام پذیر ہیں ۔شعوری حواس میں کام کرنے والی لہریں مثلث (Triangle) ہوتی ہیں اور لاشعوری حواس میں کام کرنے والی لہریں دائرہ (Circle) ہوتی ہیں۔

Circle

The senses that help us see things confined in the gravity are called a conscious state, and the senses that liberate us from the bounds of gravity are called a state of sub- conscious. Both conscious and sub conscious states hinge upon waves. The waves that are at work in the conscious state form a triangular shape, whereas the ones active in the sub-conscious state are circular in shape.

AZEEMIA SPIRITUAL & HEALING CENTRE MISSISSAUGA CANADA

مُراقبہ ہال کینیڈا

Email: mhcanada@hotmal.com Phone: 1-905 2811928

Afore said quatrains did explain that, “Mankind is pushed into a dreadful cave of insecurity, with lack of interest in moonlit and shimmering day light.”

The greed for diminutive accumulation of resources is narrated in explanation of quatrains , published in March 2015 issue that, “The palaces of Pharaoh and Gold of Korah witness that wealth has never been faithful to any individual.”

Anything which is temporal and mercurial in nature; which diminish and enhance over time can never be lasting.

Divined books has emphasized, this very fact, “Individual remain oblivion to the outcome of his greed to accumulate resources.” That is accumulation of unfaithful wealth and resources have remained the focus of one’s activities. Today, we don’t even find the signature of the technological dynasty and accumulated resources.

Despite the evident outcomes, people in general do not look at the gravity of their greed and worries for potential loss of their accumulated resources.

Earth is spinning since eons, performing it orbital and longitudinal motion; and so are the principle of time and space. Every object, every individual, every resources is appearing on Earth, nurtures under the umbrella of spins & principles and eventually diminished.

Everything is mercurial in nature on Earth and at end is buried in grave. It does not matter whether it is a grave of mud, marble or Gold. Man is mud and mud is nothing but particles of dust, so is Gold.

Continue...

Presently, 10% of land area on Earth is covered with glacial ice, including glaciers, ice caps, and the ice sheets of Greenland and Antarctica.

They contain an estimated 69% of the world’s fresh water supply.

A glacier forms over many years when snow and ice builds up faster than it is removed. When snow builds up, the weight of the snow compresses and turns it into solid ice.

It can take hundreds of years for a large glacier to form.

Glaciers appear to be still but they are actually moving and behave like really slow-moving rivers. The speed of glaciers varies widely with some moving as slow as a few feet a year while others may move several feet per day.

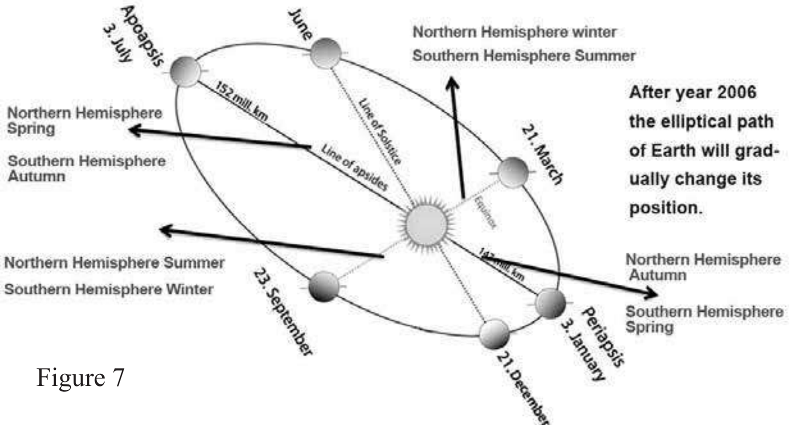

Figure 7

At the cosmic scale the rotation of earth can be shown according to trigonometry.

The combined effect of both rotational and longitudinal revolution of Earth clearly reveals the rotation of earth is not exactly perpendicular to Sun, but a tilt that enables to move it forward to give rise to longitudinal plane. Note that all these motions are performed on an unknown axis, under unknown forces, which usually scientists called as space or gravitational planes.

Same rotation mechanism appear in other planets around the Sun to give rise to rotational as well as longitudinal motion.

Figure 5 and Figure 6, provides a cogent viewpoint regarding the longitudinal or elliptical path of the Earth around Sun. According to spiritual scientists, Earth is performing its motion on a belt, and belt is moving rather than Earth itself.

It may be noticed in Figure 5, the belt is positioned in such a way, and the elliptical path of the Earth is lifted up on the right hand side. In line with the principle of time and space, spiritual scientists indicate that when this belt shall be upside down, that is elliptical path from left to right shall lift downwards, the oceans and dry land at the surface of Earth will be swapped.

Current dry land and ocean shall unite like one soul. Then it will be an era of new ocean and dry land.

The administration system of spiritual scholars call this era as an, 'era of partial doom'. In fact from broader perspective, this era restructure the dynamics of whole planetary system.

Note that it is same dynamics, which is deteriorated by human being and endangered the very existence every individual being for all inhabitants of the Earth.

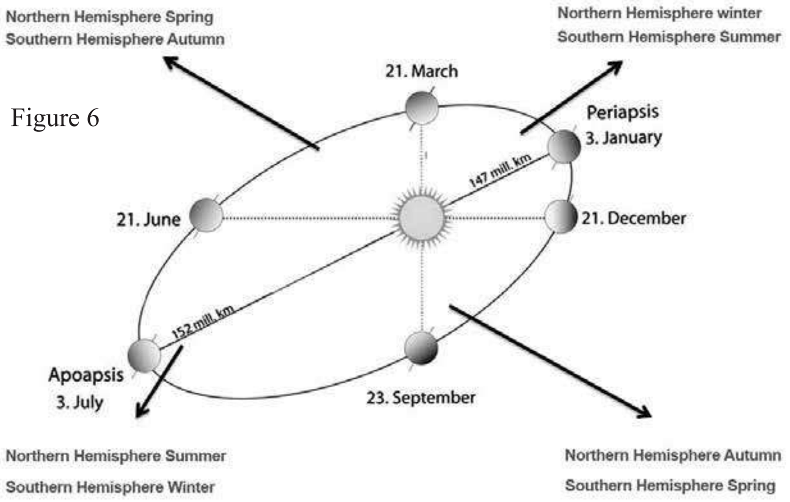

Figure 6

machinery, used during construction of earthquake or disaster proof pyramids.

Similar to desert storms, devastating oceanic tides and volcanic eruptions also played role in the destruction of great dynasties.

There are many places around the globe, where ruins of unprecedented civilization are found, whose technological development was unprecedented as if today. A great number of such ruins are also located beneath the deep oceans ranging from 50 meter to 5 kilometers in depth. Readers are encouraged to refer old issues for complete stories of those sunk civilizations.

Spiritual scholars revealed the destiny of the Earth status quo. The hurricanes shall play a key role in changing the distressed and restlessness environment over Earth.

According to them after every ten thousand years oceans and dry land on the surface of Earth swap their locations. It means wherever we see dry land now a days, it will be completely covered by ocean and new land shall appear out of oceans.

To elaborate the fact, readers may call up the fundamentals of geographical concepts about planetary system during school hood. Unlike the perceived circle nature of Earth shape, it is similar to papaya.

The rotation of Earth around the Sun is not completely perpendicular but slightly tilted. Scientists measured this tilt up to 23 degree. This tilt enables Earth to revolve around Earth to perform its longitudinal part of rotation.

i

The Death and Birth of Oceans

Spiritual scientists indicate that when this belt shall be upside down, that is elliptical path from left to right shall lift downwards, the oceans and dry land at the surface of Earth will be swapped. Current dry land and ocean shall unite like one soul. Then it will be an era of new ocean and dry land.

There was a unique message in preaching of all messengers, prophets and saints, that is—to guide people in approaching Allah. Individual concedes Allah and Allah concedes them. But if despite the abundance of resources, one community is deprived of grains to eat and becomes unaware of the true One who supplements. This leads to fear and remorse in individual and eventually nationwide.

The Creator does not favor such a deprived and materialistic communities. Under these circumstances, the centuries long dynasty of such a scared nations completely obliterated from the surface of Earth.

It triggers the equation of time and space regulated by the Creator to turn whole world upside down.

History witnessed many dynasties which are wiped out, such as during the earlier 1990, a huge part of land in Mexico-USA buried deep in 70 feet thick muddy layer.

The ruins of Mohenjo-Daro in Pakistan are another evidence. During excavation archeologist found brick structure floors after floor during digging. Whole city was buried deep in mud around five thousand years ago. A double story water well was also excavated.

Tourists can witness foundations after foundations in the excavated site. This observation may lead to the fact, that Mohen -jo-Daro was destroyed many times.

Geologist and archeologist did find another site near Peer Sohawa at Chak Shahzad, Islamabad buried deep in mud. During the dynasty of Buddhists, this site was considered as center of excellence for preaching of Buddhism. Various stupa have been excavated over last many decades in this area.

Deserts also play role in the dynasties disaster. Huge desert storms in Egypt completely wiped out a 2500 year old dynasty of Pharaohs, stretching from Alexandria to Giza-Cairo. Hitherto, experts are dumb to explain the ever astonishing architecture of Giza and Luxor pyramids, which are still assumed as best against any natural or earthquake disasters.

History indicates many civilization, who ruled over the Earth at their technological par. But there are no sign of any tools or

V than God in their life. They ask for God from God Himself."

"*Ihsan* is when one worships God whilst seeing Him, or when one worships and can feel that God is seeing him. This level of belief in Sufism is termed *Murtaba-e- Ihsan*. One cannot be a Muslim if he does not accept Islam; and a Muslim will not be a believer if he does not possess a wealth of belief. The position of a believer is such that they see God or perceive that God is watching them." (Book: Ihsan-o-Tasawuf by K. S. Azeemi)

❁ ❁ ❁

In the midst of a beautiful spring season, a servant once said,

"Please come out and look upon the creations of the Creator of the universe."

She replied,

"You come inside and gaze upon the actual Creator yourself. My business is not with His creations, but Him."

Abdal-e-Haq Qalandar Baba Auliya (RA) said,

"When one starts their journey of the unseen, they do not enter the universe from the outside, but through their own *Nuqta-e-Zaat* (a point representing the real person in the inner self). A door of light opens when one completely focuses their sight onto this dot. Through this door they reach that road through which uncountable roads open in all directions of the universe. Gradually, they become aware of the realities and nature of the universe. The secrets of creation open up to them and the laws of Nature become apparent in their mind. They initially understand their own self in, and then later, patterns of spiritualism spread through their mind. They perceive Divine Light and its attributes. It should be clear that the above mentioned roads of the journey do not open from the outside. Its signs are found in the depths of the light that rests in the centre of the heart. It should not be thought of as an unreal world of thoughts and imagination – this is not the case. Every being that is present in this world has the same shape and body as they are found in the earthly, material world." (Book: Loh-o-Qalam)

❁ ❁ ❁

At the time of her departure from this earth, Hazrat Rabia Basri (RA) said to her friends,

"Please make some space for the messengers of God." They left her abode and locked the door and heard the voice,

"O contented soul, come back to your Lord, well-pleased, well-pleasing." (Quran, 89:27-28)

There was silence afterwards. When they opened the door, they found her to have departed from this earth.

"Indeed, we belong to God and indeed to Him we will return." (Quran, 2:156)

❁ ❁ ❁

iv portance of dreams. It was a routine of Prophet Muhammad (PBUH) that he would ask his companions (RA) about their dreams and interpret for them." (Book: Dreams and interpretations by K. S. Azeemi)

❁ ❁ ❁

Someone once bought Hazrat Rabia Basri (RA) as a servant. Her new owner was very strict and made her do a lot of work. Hazrat Rabia Basri (RA) used to work day and night but never complained. One day, she was returning from fetching water from a well. She slipped and fell down, breaking a bone in her hand in the process. As she reached home in severe pain, she did not tell anyone about it, and dressed the injury by herself. At night, she prostrated to the Lord as usual. At some point during the night, her owner woke up and came towards her quarters. He saw, Hazrat Rabia Basri (RA) was busy in praising God. He heard a voice saying,

"O Rabia! I am going to give you a place so near to Me that even the angels will marvel at it. Indeed, you will hear Me and will speak to Me."

Hazrat Rabia Basri (RA) raised her head from prostration with feelings of serenity; there was divine light all over the place. Immersed in the feelings of devotion, she unintentionally said,

"O God, I do not need anything apart from You. Observing only, You is the greatest blessing for me."

When her owner saw this scene of her immersion and acceptance in the court of the Lord, he repented for the hardships he had inflicted on her and set her free.

❁ ❁ ❁

Hazrat Rabia Basri (RA) said,

"I have never lived alone. God is with me at every moment. I see the Lord and recognise Him."

Someone once asked her,

"How did you achieve this closeness to God?"

She replied,

"To be close to the Lord, there is no better method than to remember Him. God says, 'Remembrance of the Lord is a big thing'. (Quran, 29:45)"

Very often, she would read poetry in her prayers,

"O my Lord, the stars shine, and the people's eyes are closed for sleep. Each in their own room, and I am here alone with you."

She requested to God,

"O Lord, if I worship You from the fear of hell then throw me in it. If I worship You for the greed of heaven then deprive me of it. If I worship You, only for Yourself, then please bless me with your sight."

❁ ❁ ❁

Mr. Azeemi says,

"Devoted worshippers worship to avoid hell and achieve the everlasting blessing of heaven. Sufis give their attention to God at all times as they do not have any other purpose

iii “Who are you?”

The lady smiled and said,

“I have come to you from Basra.” When the daughter awoke from her dream, she felt very happy and could smell a light fragrance in her room. After the dream, the court hearings against Mr. Hussain’s uncle had a major turn of events. At the request of the uncle, the inquiry officer was changed, and an Englishman was appointed.

The inquiry started from the beginning again, and the new appointee reinvestigated the accusations made and events that took place.

During the inquiry and questioning, the witnesses declared that the false report was launched due to pressure from the DSP. The inquiry against the uncle ended and he regained his respect in full.

❁ ❁ ❁

Prophet Muhammad (PBUH) said,

“Dreams are a 46th part of the Prophet hood.” (Jame Tirmizi, Sunan Darmi).

Prophet Muhammad (PBUH) said,

“There is nothing left of Prophet hood except inspirations.”

The companions of the prophet (PBUH) asked,

“What do you mean by inspirations?”

Prophet Muhammad (PBUH) replied, “A true dream.”

One day, Prophet Muhammad (PBUH) said to his companions,

“When anyone sees a good dream, they should give thanks to God and share their dream with brothers and friends who are believers. If a pious person sees a bad dream, they should recite, ‘I seek refuge in God from the devil who has strayed.”

Prophet Muhammad (PBUH) said,

“Whoever sees me in a dream, actually sees me, as the devil cannot disguise himself as me.”

❁ ❁ ❁

Imam Ghazali (RA) said,

“The heart is like a mirror and *Loh-e-Mehfooz* is like a mirror that holds images of all beings. When a clean mirror is placed in front of the images, then these images can be seen in the mirror. In the same way, when the mirror of the heart is clean and not associated with any feelings, a link is established with *Loh-e-Mehfooz*. The images of beings existing in *Loh-e-Mehfooz*, are seen on the mirror of the heart. This is the same for a dream.”

“According to spiritual sciences, a dream is the starting point of inspirations and revelations. Finding out about the true realities and becoming aware of the unseen, all happens through the ability of being able to understand dreams. This has been pointed clearly in the story of Prophet Joseph (PBUH) as mentioned in the Holy Quran. In the same right, there are many events in Prophet Muhammad’s (PBUH) life that shows the im-

ii

On the night that Hazrat Rabia Basri (RA) was born, there was no oil to light up a lamp. Her mother asked her father to borrow some oil from the neighbours. Her father was not used to expecting anything from anyone except for God. He went out and knocked on the neighbour's door and returned to his wife to say,

"He is not opening the door." He slept with feelings of sorrow.

In his dream, he was blessed to see Prophet Muhammad (PBUH). Prophet Muhammad (PBUH) consoled him,

"Do not be sad. This girl is very famous and saintly. Go to the ruler of Basra and give him a piece of paper and write the following on it:

You offer *Durood* one hundred times to me every night and four hundred times on Friday nights. However, you did not offer *Durood* last Friday night. For this forgetfulness, give four hundred Dinar as a payment to this man."

Upon waking, the father of Hazrat Rabia Basri (RA) wrote the letter as instructed in the dream and sent it to the Ruler of Basra through his doorman.

After reading the message, the ruler came out and gratefully paid the gift of money.

❁ ❁ ❁

Before the birth of Hazrat Lal Shahbaz Qalandar (RA), his mother saw Hazrat Rabia Basri (RA) in her dream and heard her say,

"O my daughter! I came to you to give the good news that your son will be a Qalandar and a beloved of God. Through him, God will bless people to repent. O my daughter, recite the first creed in a firm voice in his ears, and offer my Salaam."

❁ ❁ ❁

The uncle of Mr. Sajid Hussain was a police inspector in the province of CP, India. He performed his duties honestly and never took any bribes.

A time came when his immediate DSP officer was replaced. This DSP used to take bribes and received a share from his subordinates. Mr. Hussain's uncle refused to take bribes even when the DSP tried to force him. The DSP eventually suspended him through a false report, and a judicial inquiry was set up against him.

Mr. Hussain's uncle became occupied himself with farming in his village whilst still attending court hearings. His extended family looked upon him disrespectfully. His daughter was very worried and felt embarrassed about the situation.

One night, she fell asleep upset. In her dream, she saw a pious lady wearing a white dress, who looked like a princess due to her beauty. The lady stopped by her bed and said politely,

"Daughter, do not be worried. With the blessings of God, this trouble will be sorted." As she was about to depart the daughter asked,

Peaceful Soul

A servant once said, "Please come out and look upon the creations of the Creator of the universe." She replied, "You come inside and gaze upon the actual Creator yourself. My business is not with His creations, but Him."

Mr. Azeemi states in his book 'Aik so Aik Auliya Allah Khawateen' (101 Female Saints of God) that,

"If we look at the list of famous saints throughout the many hundreds of years of history, we can only find the sign of one woman, and even then, she has been undermined by labelling her a half Qalandar. When both man and woman acquire a Ph.D. degree, do we call the man a doctor and the woman a half-doctor? If a woman flies an aeroplane, is she but a half-pilot? Just like a man has the capacity to possess Qalandar qualities, so too does a woman, and she is a complete Qalandar when those qualities activate within her."

The question is, 'Is it possible to differentiate between a man and woman based on their soul?' Are women's souls weaker or lesser somehow?

If these statements are not true, then we cannot ignore the spiritual status achieved by a woman. If Quran did say that the status of a woman was less than that of a man, or that her status would never be equal to that of a man, then why was Surah Maryam not titled Surah Jesus (PBUH) instead? In fact, the greatness of women is shown through an entire Surah dedicated to them titled Al-Nisa (The Women).

The fact is that throughout various times in history, the greatness of women has been subdued selfishly. The reason is that man has had control over the pen ever since the destruction of the motherhood system.

❁ ❁ ❁

Qalandar Rabia Basri (RA) has a distinctive status within Sainthood – the status by which she cognises God is very high.

Qalandars have a thinking pattern that is neutral. Qalandar is the term given to a Sufi who is aware of the truth or reality of everyone in front of him.

After understanding the status of all beings they continue to increase their knowledge. They are immersed and consistently engrossed in the 'Oneness'. After this stage, they return back to their status of a human, and are given the status of being a servant of God.

They see the whole in its parts, and the parts within the whole. A saying of God states,

"I am within yourself, why do you not see."(Quran, 51:21) A Qalandar observes God within himself.

V city has more than 100,000 people. Would I not feel unhappy about its destruction?"

Prophet Jonah (PBUH) prostrated again in the presence of the Lord and repented. God ordered him to return again to Nineveh to guide the nation.

When Prophet Jonah (PBUH) returned to his appointed people, they gave him a very warm welcome, and the nation believed in the Oneness of God after following his teachings.

"And We sent him to a hundred thousand or more. And they believed; so We permitted them to enjoy for a while." (Quran, 37: 147-148)

His wife and children, who were separated from him during his travels, were returned unharmed. He spent the rest of his life in Nineveh and was finally buried near Mosul.

According to the analysis of narrators, it is clear that Prophet Jonah (PBUH) went through suffering for three mistakes:

1. He decided the day of punishment for Nineveh on his own, even though there was no such announcement from God.

2. He left the country before that day, and a prophet must not leave their place without God's command.

3. When the punishment was removed from his nation, Prophet Jonah (PBUH) did not return, thinking that people may reject him and he would feel embarrassed. It is the Mightiness of God that He forgives people when forgiveness is sought from Him. God hides people's mistakes and forgives their sins. It is also important to note that Prophet Jonah (PBUH) foretold the punishment by himself. God has complete authority over life and death and He has supreme control over everything.

The story of Prophet Jonah (PBUH) is a lesson for Muslims in the present age. In the current era, a lot of mischief can be found. Everyone is moving away from God's path in some way or another.

In other words, we are all 'free' but according to God's law, we are actually runaway slaves. The story of Prophet Jonah (PBUH) is a lesson for us to act according to the principles defined by God and to follow the straight path by contemplating on the life of holy people and prophets of God.

> Do you know what you are? You are a manuscript of a divine letter, a mirror reflecting a noble face. This universe is not outside of you. Look inside yourself; everything that you want, you are already that.
>
> Maulana Rumi (RA)

iV am the slave for whom this boat has come under the storm."

Seeing the Prophet's graceful personality, the captain did not allow him to jump from the boat. When the storm became stronger however, it was agreed to cast lots and throw over whoever's name was drawn. Prophet Jonah's (PBUH) name was drawn. The lots were cast three times and each time, the Prophet Jonah's (PBUH) name was drawn. Though they did not want to, under the pressure of the odds, the passengers tossed him into the water. As soon as he fell in, a large fish swallowed him whole.

"And surely, Yunus (Jonah) is from among the messengers, when he ran away towards the boat that was already loaded. Then he participated in drawing lots (to offload one of the passengers) and was the one who was defeated. Then the fish swallowed him while he was reproaching his own self." (Quran, 37:139-142)

In the darkness of the belly of the fish, Prophet Jonah (PBUH) realised his ignorance and regretted his actions, feeling heavy remorse. He praised God and sought His forgiveness. God, the compassionate and merciful, accepted his prayer and delivered him from his distress.

"And remember Zun-nun, when he departed in wrath: He imagined that We had no power over him! But he cried through the depths of darkness, 'There is no god but thou, glory to thee, I was indeed wrong!' We listened to him and delivered him from distress and thus We do deliver to those who have faith." (Quran, 21:87-88)

Book Jonah, Chapter 2, focuses on the prayers made by Prophet Jonah (PBUH) when he repented in the belly of the fish. According to the Bible, he stayed within its belly for three days and nights and in the end, on the order of God, the fish spat him out on dry land. God grew a spreading plant to provide him shade from the heat of the sun.

"Had it not been that he glorified Allah. He would certainly have remained inside the Fish till the Day of Resurrection. But We cast him forth on the naked shore in a state of sickness. And We caused to grow, over him, a spreading plant of the gourd kind." (Quran, 37:143-146)

It has been narrated that the spreading plant was a pumpkin. Due to being in the body of a fish for so long, Prophet Jonah (PBUH) turned soft like the body of a newly hatched chick. He recovered slowly and then started living on that dry land, building himself a hut. It had only been a few days of living there when termites ate the roots of the plant. Prophet Jonah (PBUH) was worried because the plant was drying out. In his time of worry, God addressed him and said,

"You are worried about the destruction of this plant. However, you did not think of Nineveh - that

iii way and of the dishonest gain which is in their hands. Whoever knows shall repent, and God will relent, and He will return from His burning wrath, and we will not perish. And God saw their deeds, that they had repented of their evil way, and the Lord relented concerning the evil that He had spoken to do to them, and He did not do it." (Jonah, 3:4-10)

"Why was there not a single township (among those We warned), which believed, so its faith should have profited it, except the people of Jonah? When they believed, We removed from them the penalty of ignominy in the life of the present, and permitted them to enjoy (their life) for a while." (Quran, 10: 98)

Prophet Jonah (PBUH) awaited for the destruction of Nineveh. However, God had forgiven them due to their repentance, and their punishment did not strike at the end of the forty days as foretold. Prophet Jonah (PBUH) did not enter city after the allotted forty days as he thought the people would consider him a liar. Prophet Jonah (PBUH) left without waiting for God's order to do so.

According to the history, Prophet Jonah (PBUH) travelled towards Rome, taking his wife and two children with him. While travelling, he left his wife and children at a spot so that he could go fetch something. In his absence, a passing king saw his beautiful wife and forcefully took her, leaving the children behind. When Prophet Jonah (PBUH) returned, he remained quiet, and accepted that the event that had surmised had been the will of God. He continued his journey with his children and came to a river he needed to cross. Leaving one child at the river bank, he carried the other with him across. As he reached the middle, the fast current struck him and his child fell into the water and swept him away. Prophet Jonah (PBUH) took this too as the will of God and was making his way back to his other child when a wolf appeared and dragged his son away.

Prophet Jonah's (PBUH) travel led him to the bank of the river Furat (Euphrates). A boat full of passengers was ready to set off and he joined it. On the way, the boat was engulfed in a storm. In those days, people believed that if a boat was trapped in a storm, it was due to a runaway slave being on board. The captain of the boat addressed the travellers of the boat and asked that whoever the runaway slave was among them, must jump in the water or else everyone would die.

When the Prophet Jonah (PBUH) heard this, he remembered leaving Nineveh without an order from God. Prophet Jonah (PBUH) said to the captain,

"I have left without the command of my Lord and without waiting for His order. Therefore, I

killed and the victorious soldiers were rewarded for every head they bagged. Their biggest deity was the 'Idol of Assyria', such that even their political and administrative affairs were run using its name. They were also a nation that gave their king the status of a God.

Prophet Jonah (PBUH) went to Nineveh and gave the message of truth to King Paul and asked him to free the Israeli prisoners. The king became furious and wanted to kill him after listening to the message. Prophet Jonah (PBUH) patiently and consistently tried to convince the king to accept his message, however, when the efforts were not rewarded, Prophet Jonah (PBUH) put his attention to the people of the nation instead, and invited them towards the Oneness of God, advising them to avoid polytheism and other evil deeds. When Prophet Jonah (PBUH) realised that they were not ready to walk on the path of God, he warned them of God's wrath. After they continued to ignore him, he addressed the king and residents of Nineveh,

"If you do not within forty days repent from the worship of idols, and do not worship the one God, and release the Israeli prisoners, then the wrath of God will descend on you and the whole city will be destroyed."

The people mocked his warning and said,

"We are waiting for the punishment from your Lord."

After a month, Prophet Jonah (PBUH) moved out of the city to a distance of about 12 miles. On the 35th day, Nineveh was engulfed with smoke and it began to rain fire. Seeing this, the residents of Nineveh became fearful and worried. All women, children, and elderly, whether rich or poor, wore sack cloths and gathered together. They repented with true intent and agreed to follow the Prophet Jonah (PBUH) whole heartedly. God accepted their repentance and their punishment was removed.

This story is mentioned in the Bible as follows,

"And Jonah commenced to come into the city, one day's walk, and he proclaimed and said, 'In another forty days Nineveh shall be overturned!'. And the people of Nineveh believed in God, and they proclaimed a fast and donned sackcloth, from their greatest to their smallest. And the word reached the king of Nineveh, whereupon he rose from his throne, took off his royal robe, covered himself with sackcloth, and sat on the ashes. And he caused it to be proclaimed and published throughout Nineveh: By the counsel of the king and his nobles, saying: Neither man nor beast, neither cattle nor sheep shall taste anything; they shall not graze, neither shall they drink water. And they shall cover themselves with sackcloth, both man and beast, and they shall call mightily to God, and everyone shall repent of his evil

Prophet Jonah (PBUH)

"Had it not been that he glorified Allah, He would certainly have remained inside the Fish till the Day of Resurrection. But We cast him forth on the naked shore in a state of sickness. And We caused to grow, over him, a spreading plant of the gourd kind." (Quran 37:143-146)

Prophet Jonah (PBUH) attained Prophethood at the age of 28. A book by his name Jonah is in the divine scripture Bible (Old Testament). Prophet Jonah (PBUH) was assigned as a deputy over Nineveh (an ancient city in Assyria).

Assyria was a great empire in the Middle East many years ago and was located in what is now northern Iraq. After the passing of Prophet Solomon (PBUH), the children of Israel were once again engaged in acts of idol worship, rejection of God, polytheism, and disobedience. When their belief in God was broken and shattered, they began to reject the orders of God and became trapped in their love for wealth. At that point, the law of Nature activated and *Bakhat Nasar* (Nebuchadnezzar II) conquered them. The army of Nebuchadnezzar II carried out the massacre at *Bait-ul-Maqdis* (Jerusalem's temple) killing around 70,000 people of Israel, and arresting roughly the same amount. The Romans then attacked the holy land and the ungrateful nation suffered further punishment. After the attack of the Romans, Babylon and Nineveh became famous again.

During the rule of Assyrians, when the city of 'Assyria' was the capital, Nineveh was but a small village on the bank of the river *Dajlah* (Tigris). An Assyrian king built a temple in the name of an idol there. Over time, other kings also built temples and buildings next to the first. Eventually, a time came when the small village transformed into the huge capital called Assyria. The king's palace and temple were in the centre of the city and from there he would gaze on beautiful views of the busy markets, streets and areas of leisure. There was a big network of large buildings in the north and lush green fields in the west. The whole city was full of trees, plants, woody shrubs, fruit trees and green gardens. There were fountains on every crossing, allowing people to enjoy water wherever they turned. There were decorated marbles slabs that were filled with colours and the stonemasons were experts in engraving images of various animals and idols. The language of the residents of Nineveh was Sami (Assyrian). They were a very developed nation with regards to civilisation, and were on extreme in their cruelty and barbaric actions. Like barbarians, when they fought with and overcame a nation, they used to completely obliterate it.

The residents of the overwhelmed nations were usually all

iv attendant upon the management of my large estates and extensive business operations, merely for your victuals and clothes?' 'No, indeed, I would not,' was the quick answer. 'I get no more,' said the rich man, gravely. And it was the truth, William. They who get rich in this world, pass up through incessant toil and anxiety; and, while they seem to enjoy all the good things of life, in reality enjoy but little. They get only their victuals and clothes. I have worked for many rich ladies, and I do not remember one who appeared to be happier than I am. And I am mistaken if your experience is not very much like my own."

One evening, a few days after this time, Aiken came home from his work. As he entered the room where his wife and children sat, the former looked up to him with a cheerful smile of welcome, and the latter gathered around him, filling his ears with the music of their happy voices. The father drew an arm around one and another, and, as he sat in their midst, his heart swelled in his bosom, and warmed with a glow of happiness.

Soon the evening meal was served—served by the hands of his wife—the good angel of his humble home. William Aiken, as he looked around upon his smiling children, and their true-hearted, even-tempered, cheerful mother, felt that he had many blessings for which he should be thankful. "I saw something, a little while ago, that I shall not soon forget," said he, when alone with his wife. "What was that, William?"

"I had occasion to call at the house of Mr. Elder, on some business, as I came home this evening. Mr. Elder is rich, and I have often envied him; but I shall do so no more. I found him in his sitting-room, alone, walking the floor with a troubled look on his face. He glanced at me with an impatient expression as I entered. I mentioned my business, when he said abruptly and rudely—I've no time to think of that now.

As I was turning away, a door of the room opened, and Mrs. Elder and two children entered. I wish you would send those children up to the nursery, he exclaimed, in a fretful half-angry voice. I'm in no humour to be troubled with them now.

The look cast upon their father by those two innocent little children, as their mother pushed them from the room, I shall not soon forget. I remembered, as I left the house, that there had been a large failure in Market street, and that Mr. Elder was said to be the loser by some ten thousand dollars—less than a twentieth part of what he is worth. I am happier than he is tonight, Mary."

"And happier you may ever be, William," returned his wife, "if you but stop to the humble flowers that spring up along your pathway, and, like the bee, take the honey they contain. God knows what, in external things, is best for us; and he will make either poverty or riches, whatsoever comes, a blessing, if we are humble, patient and contented."

iii man had just erected, entirely consumed by the fierce, devouring element. All in vain was it that the intrepid firemen wrought almost miracles of daring, in their efforts to save the building. Story after story were successively wrapped in flames, until, at length, over fifty thousand dollars' worth of property lay a heap of black and smouldering ruins.

Wet to the skin, and covered with cinders, was Mr. Aiken when he returned to his humble abode, after having worked manfully, in his unselfish efforts to rescue a portion of his neighbour's property from destruction.

"Poor Freeman! I pity him from my very heart!" was his generous, sympathising exclamation, as soon as he met his wife.

"He is insured, is he not?" inquired Mrs. Aiken.

"Partially. But even a full insurance would be a poor compensation for such a loss. In less than two weeks, this new factory, with all its perfect and beautiful machinery, would have been in operation. The price of goods is now high, and Mr. Freeman would have cleared a handsome sum of money on the first season's product of his mill. It is a terrible disappointment for him. I never saw a man so much disturbed."

"Poor man! His sleep will not be so sound as yours, to-night, William."

"Indeed it will not."

"Nor, rich as he is, will he be as happy as you, tomorrow."

"If I were as rich as he is," said Mr. Aiken, "I would not fret myself to death for this loss. I would, rather, be thankful for the wealth still left in my possession."

Mrs. Aiken shook her head. "No, William, the same spirit that makes you restless and discontented now, would be with you, no matter how greatly improved might be your external condition. Mr. Freeman was once as poor as you are. Do you think him happier for his riches? Does he enjoy life more? Has wealth brought a greater freedom from care? Has it made his sleep sweeter? Far, very far from it. Riches have but increased the sources of discontent."

"This is not a necessary consequence. If Mr. Freeman turns a blessing into a curse, that is a defect in his particular case."

"And few, in this fallen and evil world, are free from this same defect, William. If wealth were sought for unselfish ends, then it would make its possessor happy. But how few so seek riches! It is here, believe me, that the evil lies."

Mrs. Aiken spoke earnestly, and something of the truth that was in her mind, shed its beams upon the mind of her husband.

"You remember," said she smiling, "the anecdote of the rich man of New York, who asked a person who gave utterance to words of envy towards himself—'Would you,' said he, 'take all the care and anxiety

ii "Then every poor man should willingly remain poor!"

"I did not say that, William: I think every man should seek earnestly to improve his worldly affairs—yet, be contented with his lot at all times; for, only in contentment is there happiness, and this is a blessing the poor may share equally with the rich. Indeed, I believe the poor have this blessing in larger store. You, for instance, are a happier man than Mr. Freeman."

"I'm not so sure of that."

"I am, then. Look at his face. Doesn't that tell the story? Would you exchange with him in every respect?"

"No, not in every respect. I would like to have his money."

"Ah, William! William!" Mrs. Aiken shook her head. "You are giving place in your heart for the entrance of bad spirits. Try to enjoy, fully, what you have, and you will be a far happier man than Mr. Freeman. Your sleep is sound at night."

"I know. A man who labours as hard as I do, can't help sleeping soundly."

"Then labour is a blessing, if for nothing else. I took home, today, a couple of aprons made for Mrs. Freeman. She looked pale and troubled, and I asked her if she were not well."

"'Not very,' she replied. 'I've lost so much rest of late, that I'm almost worn out.'

"I did not ask why this was; but, after remaining silent for a few moments, she said—

"Mr. Freeman has got himself so excited about business, that he sleeps scarcely three hours in the twenty-four. He cares neither for eating nor drinking; and, if I did not watch him, would scarcely appear abroad in decent apparel. Hardly a day passes that something does not go wrong. Workmen fail in their contracts, prices fall below what he expected them to be, and agents prove unfaithful; in fact, a hundred things occur to interfere with his expectations, and to cloud his mind with disappointment. We were far happier when we were poor, Mrs. Aiken. There was a time when we enjoyed this life. Bright days!—how well are they remembered! Mr. Freeman's income was twelve dollars a week; we lived in two rooms, and I did all our own work. I had fewer wants then than I have ever had since, and was far happier than I ever expect to be again on this side of the grave."

Just then a cry was heard in the street. "Hark!" exclaimed Mr. Aiken.

"Fire! Fire! Fire!" The startling sound rose clear and shrill upon the air. Mr. Aiken sprang to the window and threw it open.

"Mr. Freeman's new building, as I live!" Mr. Aiken dropped the window, and catching up his hat, hurriedly left the house.

It was an hour ere he returned. Meanwhile the fire raged furiously, and from her window, where she was safe from harm, Mrs. Aiken saw the large new factory, which the rich

Who are the Happiest?

I think every man should seek earnestly to improve his worldly affairs—yet, be contented with his lot at all times; for, only in contentment is there happiness, and this is a blessing the poor may share equally with the rich.

"What troubles you, William?" said Mrs. Aiken, speaking in a tone of kind concern to her husband, who sat silent and moody, with his eyes now fixed upon the floor, and now following the forms of his plainly-clad children as they sported, full of health and spirits, about the room.

It was evening, and Mr. Aiken, a man who earned his bread by the sweat of his brow, had, a little while before, returned from his daily labour.

No answer was made to the wife's question. A few minutes went by, and then she spoke again: "Is anything wrong with you, William?" "Nothing more than usual," was replied. "There's always something wrong. The fact is, I'm out of heart."

"William!" Mrs. Aiken came and stood beside her husband, and laid her hand gently upon his shoulder.

The evil spirit of envy and discontent was in the poor man's heart,—this his wife understood right well. She had often before seen him in this frame of mind.

"I'm as good as Freeman; am I not?" "Yes, and a great deal better, I hope," replied Mrs. Aiken.

"And yet he is rolling in wealth, while I, though compelled to toil early and late, can scarcely keep soul and body together."

"Hush, William! Don't talk so. It does you no good. We have a comfortable home, with food and raiment, —let us therewith be contented and thankful."

"Thankful for this mean hut! Thankful for hard labour, poor fare, and coarse clothing!"

"None are so happy as those who labour; none enjoy better health than they who have only the plainest food. Do you ever go hungry to bed, William?"

"No, of course not."

"Do you or your children shiver in the cold of winter for lack of warm clothing?"

"No; but"——

"William! Do not look past your real comforts in envy of the blessings God has given to others. Depend upon it, we receive all of this world's goods the kind Lord above sees best for us to have. With more, we might not be so happy as we are."

"I'll take all that risk," said Mr. Aiken. "Give me plenty of money, and I'll find a way to largely increase the bounds of enjoyment."

"The largest amount of happiness, I believe, is ever to be found in that condition wherein God had placed us."

iv

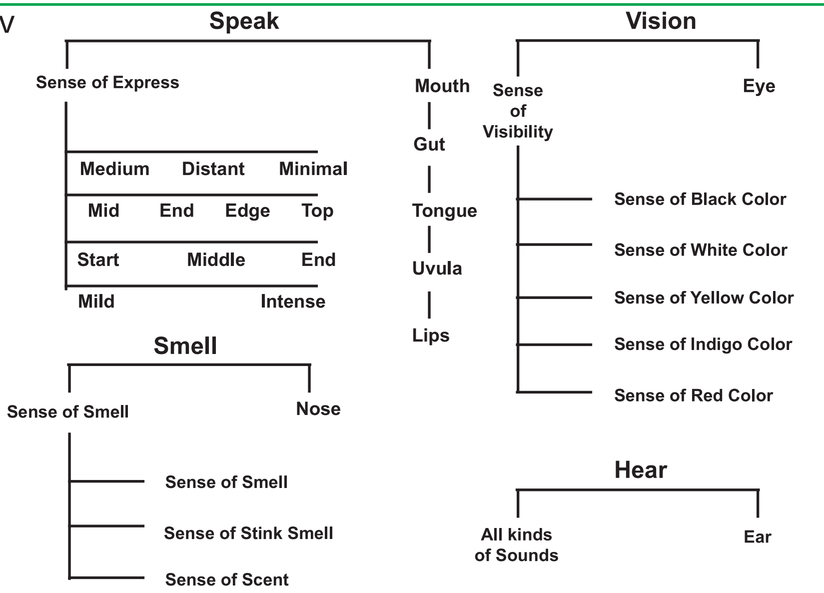

Similarly the composition of making Gold or Water is as follows:

Gold = Sense of yellow color + Hardness + Viscous + Glittery + Solidity

Water = Sense of white color + Humid + Viscous (mild) + Dispersive + Reflective + Tasteless + Sense of Smell + Sound (all kinds) + Transparent + Light + Cold + Warm + Motion (all kind) + Flow + Evaporate + Adhesion

All beings are created in a proportionate composition. It is regulated by a system founded on *Noorani* waves (finer in density than light) for example, Heavens, Earth, animals, mountains, plants, or human being.

Allah said:

"Allah is the Light of the heavens and the earth. The example of His light is that of a niche, in which there is a lamp; the lamp is in a glass – the glass looks like a brilliant star – it is lit by (the oil of) a blessed tree, the olive, which is neither eastern, nor western. Its oil is about to emit light even though the fire has not touched it – (it is) light upon light. Allah guides to His light whomsoever He wills; Allah describes examples for the people, and Allah knows everything well." (Quran, 24: 35)

Allah Hafiz

iii ters over a distance of hundreds of kilometres maintaining its characteristics that is, temperature, sourness and density. Even huge sea waves, water tide cycles, and furious sea storms cannot trigger any breach to the invisible separation curtain.

Readers may experience a similar phenomenon, if they mix kerosene oil and water. Even they are mixed together very well, but they don't dissolve in each other. Oil is lighter in density hence this difference brings oil on the surface of water which can be observed in form of a net. Even if one tries hard to mix both, but particles of oil never break down to dissolve into water.

Women may notice during cooking even though it appears oil is mixed completely with other food ingredients, but if flame is kept low they will see oil floating on the surface.

What are the proportionate compositions? Every individual creation in universe is two-fold—inevitable for any core structure. Light is laid in the foundation of two-fold architecture, which is only visible in *Noor* (a finest form of light). What is *Noor*? الله نورالسموات والارض that is Allah is *Noor* of Earth and Heavens. *Noor* is omnidirectional—neither East, nor West. It has overwhelmed whole universe. *Noor* forms the light. Light is transformed into a shape and eventually into a material body. The features of material body mimic the features of light body.

You can experience the beam of light emerging from projector. Until light beams falls on cinema screen, they are independent of reflecting any shape. It is the proportion of composition of various objects hidden in the light beam which transform into the visible object onto the cinema screen. The composition of light for mountain reflects mountain, vehicle reflects vehicle, mobile phone reflects mobile phone, fruits reflect fruit, crops reflect crops and distinct yellowish hues of mustard reflect mustard.

Huzoor Qalandar Baba Auliya (RA) exemplify the proportionate composition in drawing a sketch on a graph paper. A graph consists of many small square boxes. A teacher tells his students in order to sketch a human or animal, they need a specific number of boxes to draw head, nose, mouth, or neck etc. They create a proportion or aspect of these components of group of boxes to sketch a picture. Hence graph, number of boxes and their proportionate combinations facilitate students in sketching. Apparently, graph (or boxes) plays the role of foundation for any kind of sketch. In a similar way, aforementioned light is the foundation in the process of creation of any object in the universe.

Creatures have five senses—a proportionate composition as depicted in figure below. These senses are integrated to form a vision.

ii "Pronounce the purity of the name of your most exalted Lord, who created (everything), then made (it) well, and who determined a measure (for everything), then guided (it), and who brought forth pasturage." (Quran, 87:1-4)

The salinity, temperature and density of both seas are different from each other.

In general, when two sources of water are poured into each other, they dissolve into each other. On the contrary, an introspection reveals that despite their dissolution, they maintain their individual characteristics. Neither black, nor white droplet solved into each other.

When salt is mixed into water, it gets completely dissolved. But same saline water is warmed up, water evaporates leaving salt behind.

The chemical characteristics of any sea or ocean are distinct. At any point where two oceans or seas or a river and oceans merge into each other, despite the apparent proximity, they remain separated due to a membrane—a barrier. There are various locations on our Earth, where such phenomenon can be witnessed. A white stripe is very prominent in the region where Atlantic and Indian Oceans merge with each other close to Cap Point in South Africa.

Allah said:

"Or the One who made the earth a place to settle and made rivers amidst it and made mountains for (making) it (firm), and made a barrier between two seas? Is there any god along with Allah? No, but most of them do not have knowledge. (Quran, 27:61)

One can well imagine, how sweet and sour water reservoirs in sea are maintaining their characteristics. Apparently, there is no tangible membrane between the two, but doesn't it indicate presence of a curtain—prohibiting them to mix with each other.

What prohibits the dynamics of two seas to merge? They are flowing side-by-side over distant miles, not only at their surface, but deep down to sea bed, marine biologists cannot single out an incidence where any one of them is dissolved into the other.

Allah said:

"He is the One who joined the two seas, so as this is sweet, very sweet, and this is bitter, very bitter, and made between them a buffer and an insurmountable barrier." (Quran, 25:53)

Unlike Atlantic Ocean, the water of Mediterranean Sea is warm, sour and lighter in density. Mediterranean Sea is connected with Atlantic Ocean at Strait of Gibraltar and flows side-by-side at a depth of about 1000 me-

Message of the Day

All creations in the universe are in composed of a definite proportion. Whether revealed or concealed, they are implicitly linked together. All individuals are distinguished due to their proportionate architecture. The inhabitants of Earth, either hidden or visible are composed in proportion, such as layered ores of mines, rainy water or sweet, sour, salty underground water tables, volcanic lava, to name a few.

The Strait of Gibraltar connects Atlantic Ocean to the Mediterranean Sea, without being merged into each other. Spain and Jebel Tariq are in the north of strait, while Morocco is situated in the South. It is stretched over 14 kilometres at a minimum depth of 300 meters. Tariq bin Ziyad, an Umayyad General landed here in 711 A.D. to conquer Spain.

Two shades of ocean water are distinct in this region—black and white. Even when ships sail between the two regions of two different shades, rip off sea waves into the air. Despite pulling waves apart into droplets, neither black-shaded wave, nor white-shaded wave merge into each other. Black water droplets infuse back to black-shaded region and white water droplets into the white-shaded region of oceans.

The Atlantic Ocean and Mediterranean Sea are entirely different in their chemistry and biological compositions. Marine scientist stated that there are large number of sweet water fountains on the northern coastal areas of Spain and Southern beaches of Jebel Tariq in Morocco. About a 45 degree orientation, these fountains flow towards each other in a comb shape to form a water dam spillway into the Atlantic Ocean and Mediterranean Sea, therefore they do not merge into each other.

Allah said:

“ He let forth the two seas to meet together, while there is a barrier between them; they do not encroach ” (Quran, 55:19-20)

‘Maraj’ means to let flow, ‘Bahrain’—two seas, ‘Yaltaqiyaan’—is a derivative of ‘Iltaqa’, it means to confront or merge; ‘Barzakh’ is a membrane, barrier, divide line, obstacle or barrier; ‘La’ means not, and ‘Yabghiyan’—is rooted from ‘Bagha’, means trespassing.

Together, it means, He let two seas to flow side by side, neither of them are merged to each other. Both remain in touch with each other, but despite their closest proximity, they remain in their region and maintain individual characteristics. Their distinct properties are due to their proportionate composition.

Allah said:

Contents

Message of the Day	K. S. Azeemi	172
Who are the Happiest?	T. S. Arthur	168
Prophet Jonah (PBUH)	Extracted	164
Peaceful Soul	Muhammad Zeeshan	159
The Death and Birth of Oceans	Dr. Naeem Zafar (UAE)	154
The Autobiography of the Devil (Iblees)	Nasser Abbas (UK)	149

Your pain is the breaking of the shell that encloses your understanding. It is the bitter potion by which the physician within you heals your sick self. Therefore, trust the physician and drink His remedy in silence and tranquillity.

Khalil Jibran

Vol 5 Issue 2 | March 2017 | Jumaad-al-ukhra Rajab—1438AH

بسم الله الرحمن الرحيم

Monthly Karachi

Qalandar Shaoor

Neutral Thinking

(Urdu—English)

Patron in chief

Huzoor Qalandar Baba Auliya[RA]

Chief Editor

Khwaja Shamsuddin Azeemi

Editor

Hakeem Salam Arif

Circulation Manager

Muhammad Ayaz

Furnished by Azeemi University Press. Shah Alam Azeemi, the Publisher has published it at Ibn-e-Hasan Offset Printing Press, Hockey Stadium, Karachi and disseminated at Surjani Town Karachi.

Rs.60/- Per issue. Annual subscription Rs.820/- with Reg. Post (Domestic), US$ 60/- (International)

Contact: B-54, Azeemi Mohalla, Sector 4-C, Surjani Town Karachi, Pakistan. Ph: +92 (0)213 6912020

OPENING SOON

BOULEVARD MALL

A project of:

HERO CONSTRUCTION

Boulevard Mall, A/14, Auto Bhan Road, Hyderabad

UAN: 022 111 169 425 | Toll Free: 0800 69425 | Fax: 022 388 5280 | Email: myhcl.info@gmail.com

Meditation of Blue Light

Meditation of blue light helps in attaining peace. It strengthens belief if practised under the supervision of a spiritual teacher. Blue light enhances creativity and is instrumental in getting rid of mental disorders, depression, inferiority complex and weak will power.

Khawaja Shamsuddin Azeemi

~ Like us on Facebook ~

English translations of Mr. Azeemi's work available.

https://www.facebook.com/BlueroomCanada

Since 1990

MOTOLUX

INDUSTRIES

GLOVES ENGINEERING COMPANY.

Motolux Street,Muzzafarpur, Ugoki Road,
Sialkot-51340,Pakistan,
Tel: +92-52-3252284,Fax: +92-52-3240216
info@motolux.pk

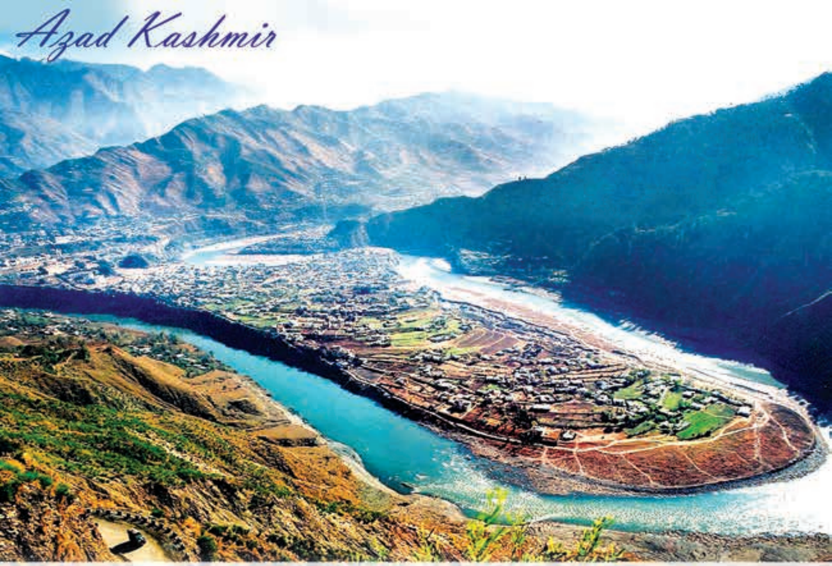

SANGAM HOTEL MUZAFFARABAD

HOSPITALITY IS OUR TRADITION

We serve famous delicious Cuisines, offer Air conditioned Rooms, Suites, well equipped Wedding and Conference hall and great Customer service.

Phone No: +925822444194-5 Fax No: +925822442587

Email:sangamhotel@hotmail.com

حکیم ایلوویرا شیمپو

Repairs
Damaged Hair

- نرم وملائم چمک دار اور صحت مند بال
- خشکی کا خاتمہ

جڑی بوٹیوں سے تیار کردہ تیل

روغن
پرسیاؤشاں

- گھنے، لمبے اور چمکدار بالوں کی نشوونما کے لئے
- حافظہ روشن کرتا ہے
- دماغ کو تقویت دیتا ہے
- سر درد میں مفید ہے

عظیمی میڈیکل اسٹور

ہول سیل میڈیسن مارکیٹ، ڈینسوہال، کراچی۔
فون: 021-32439104 موبائل: 0321-2553906

ELEVATE YOUR STYLE WITH
COROLLA ALTIS
Grande
1.8L
TOYOTA
NEW
NEW
NEW
NEW
NEW
NEW
NEW
NEW
Grande
facebook.com/Toyota.Hyderababd
TOYOTA HYDERABAD MOTORS
A/41, S.I.T.E, Auto Bhan Road, Hyderabad, UAN #: (022) 111 555 121 , Fax: (022) 3885126
email: toyota.hyd@cyber.net.pk, web: www.toyota-hyderabad.com